दुनियाँ के मुद्दा पुरुषों

का सिलसिला

शौरी किशन

लाला लाल चंद साहब

اوم

دنیا کے مہان پرشوں کا سلسلہ

نمبر ۵

مہاراج

شری کرشن

اور

اُن کی تعلیم

(جو شخص) سنیاسی اور یوگی وہ ہے جو اس امر کی پرواہ نہ کر کے کہ (اس) کے کام کا پھل کیا ہوگا۔ دھرم اور ڈیوٹی کے خیال سے کام کرتا ہے۔ نہ کہ وہ جو کچھ نہیں کرتا

(بھگوت گیتا ادھیائے ۶ شلوک اول)

از

رائے

قیمت مجلد ۱۲ ار

میں

اس چھوٹی سی پستک

کو

اپنے بزرگوار بھائی

لالہ لعل چند صاحب ایم

پلیڈر چیف کورٹ پنجاب

(جنھوں نے پنجابی ہندؤں پر بے شمار احسان کئے

کے نام نامی

پر

معنون کرتا ہوں

لاجپت

دیباچہ

ماتما کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آخر کار آج میں نے اپنی پرتگیا کو پورا
ینی اپنے وعدہ کے ایفاء میں آج اس قابل ہوا کہ اس کتاب کو
م کی خدمت میں پیشکش کر سکوں ؛

ناظرین! سنہ ۹۶ء میں میں نے سبھاجی کے دیباچہ میں کرشن مہاراج
یف تیار کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے بعد ہی سنہ ۹۶ و ۹۷ء کے خونخوار
نے اس دیش کو آگھیرا اور نارتھ رکشا کے کام سے مجھے اس قدر فرصت
ب نہ ہوئی کہ میں اس کتاب کی تیاری کے لئے مطالعہ کرتا۔ سنہ ۹۷ء کے
میں بیماری نے مجھے آن گھیرا حتیٰ کہ اپریل سنہ ۹۸ء تک پلنگ ہی میرے
ب میں رہا۔ علاوہ اپنی بیماری کے دیگر کئی قسم کی مصائب بھی ایسی
ں کہ مدت تک مطالعہ کا موقع نہ ملا۔ تاہم ستمبر سنہ ۹۸ء میں میں نے
ی سوامی دیانند اور اُن کی تعلیم" لکھ کر آپ کی نذر کی۔ اُس کے بعد سے
اس کتاب کی تیاری میں معروف ہوا۔ چنانچہ آج قریباً ڈھائی سال
محنتوں کا ثمرہ آپ کے چرنوں میں پیش کرتا ہوں گو یہ نہیں کہہ سکتا
تحفہ آپ کے لایق ہے یا اُس مہاں پرش کی حیثیت اور درجہ کے شایان
جس کا نام اس کتاب کے سرورق پر ہے۔ تاہم یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر

میری اس کتاب سے آپ کے دل میں سری کرشن کی لائف کے متعلق مزید تحقیقات
کی خواہش پیدا ہو وے اور آپ خود آزاد تحقیقات سے کرشن مہاراج
کی زندگی کے واقعات کی تلاش کریں تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت سپھل
ہوئی۔ اور اگر اس کتاب سے کسی حصہ آریہ ہندستان کو بھی یقین ہو جاوے
کہ جو بہتان اور اتہام سری کرشن کی لائف پر لگائے جاتے ہیں وہ بے بنیاد
غلط اور جھوٹے ہیں تو میں کرتارتھ ہو جاؤنگا۔

میں نے انٹروڈکشن میں اُن کتب کا نام درج کر دیا ہے جن میں سے
میں نے اس کتاب کے لئے واقعات کو اخذ کیا۔ مگر اُن کتب کے علاوہ
بھی میں نے دو بنگالی صاحبان کی تصنیف سے کچھ فایدہ اُٹھایا اور اسلئے
میرا فرض ہے کہ اُن کا شکریہ ادا کروں۔ میں نے اس کتاب کی تالیف کیلئے (۱)
بابو بلورام ملک کی کتاب موسومہ کرشن اور کرشنا ازم (۲) بابو دھرنیدر ناتھ
پال کی لائف آف سری کرشن کو پڑھا اور (۳) مسٹر گروز صاحب کی مصنفہ
میمائرز ( ) کو بھی کہیں کہیں سے دیکھا۔ میری کتاب
کی فصل اول (یعنی کرشن مہاراج کی جنم بھومی) تو زیادہ تر کتاب مذکورہ
ہی مبنی ہے کتاب مذکورہ سے میں نے بہت مدد لی گو میں نے نہ اُس کی ترتیب
کو قایم رکھا اور نہ صرف اسی کے منتخب کردہ واقعات پر ہی اکتفا کی۔ عموماً
تو میں نے جملہ واقعات کو وشنو پوران مہابھارت اور سریمد بھاگوت سے پڑتال
کرکے تحریر کیا ہے لیکن اگر کسی جگہ محض کسی دوسرے مصنف کے اعتبار پر
کوئی واقعہ درج کیا ہے تو فٹ نوٹ میں صاحب مذکور کے نام کا حوالہ دیدیا
ہے بھگوت گیتا کے شلوکوں کے ترجمہ کے لئے میں نے عموماً مسس بسینٹ

کے ترجمہ سے فایدہ اُٹھایا ہے مگر ہر ایک شلوک کے ترجمہ کو میں نے اصل سے مقابلہ کر لیا ہے اور جہاں ترجمہ میں کمی بیشی و تبدیلی کی ضرورت محسوس کی وہاں کردی ؞

اس کے علاوہ شاید اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ میں چند لفظ اپنی زبان یا عبارت کی بنسبت بھی کہوں۔ کیونکہ میں نے کئی مرتبہ شکایت سُنی ہے کہ آریہ سماجک اُردو عموماً اور میری اُردو خصوصاً کھچڑی ہوتی ہے۔ بلکہ ایک مسلمان دوست نے تو ایسا فرمایا کہ ہم نے اُردو کو مخنّث بنا دیا۔ مگر اصل یہ ہے کہ آریہ سماج کے وجود سے پہلے اُردو زبان میں ہندو دھرم کی کتابیں بہت تھوڑی تھیں کیونکہ سنسکرت و ہندی دان ہندوؤں نے کبھی اپنی مذہبی تالیفات کو اُردو میں لکھنے کی کوشش نہیں کی اگر کی بھی تو فقط یہاں تک کہ اُردو حروف کا استعمال کر لیا۔ مگر آریہ سماج نے اس ضرورت کو محسوس کیا کہ پنجاب صوبجات مغربی و شمالی کی تعلیم یافتہ جماعتوں کیلئے اپنے مذہبی کتب کو اردو زبان میں تیار کر کے اُردو حروف میں شایع کیا جاوے۔ مسلمانوں نے اُردو زبان میں فارسی عربی کے الفاظ کا استعمال کیا تھا۔ کیونکہ عموماً اُردو کے مصنّف فارسی عربی ہی کے ماہر تھے اور ان لوگوں کو مسلمانوں کے مذہبی محاورے و خیالات ظاہر کرنے کیلئے فارسی و عربی اصطلاحات کے استعمال کی ضرورت پڑتی تھی۔ لیکن جب سرکار انگریزی نے پنجاب اور صوبجات مغربی و شمالی میں اُردو حروف کو عدالت ہائے سرکاری میں نافذ کر دیا اور تعلیم کا سلسلہ بھی انہیں حروف میں جاری ہوا تو ان حروف کے جاننے والے ہندوؤں کی ضرورت کو رفع کرنے کیواسطے یہ ضروری ہوا کہ ان حروف میں ایسی کتابیں تیار کی جاویں جن میں ہندو

مذہب کی تعلیم ہو۔ یہ کتب ایسے لوگوں کو بنانی پڑیں جنہوں نے سرکاری
مدارس میں معمولی اردو فارسی کی تعلیم پائی تھی جب اُنہوں نے اپنے
مذہب کی تحقیقات میں یا مذہبی تعلیم میں سنسکرت اور ہندی کی کتابوں
کا مطالعہ کیا اور اِن مضامین پر لیکچر اور وعظ سُنے تو اُن کی زبان پہ بہت
سے لفظ ہندی و سنسکرت کے چڑھ گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے
لیکچروں وغیرہ میں اُن الفاظ کا استعمال کرنے لگے۔ جنسے کہ تحریر میں بھی
اُن کے استعمال سے نہ رُک سکے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اون کی اردو ایک
خاص قسم کی اردو بن گئی جس میں جہاں فارسی و عربی کے لفظ پائے
جاتے ہیں تو ساتھ ہی ہندی و سنسکرت کے لفظ بھی ملتے ہیں۔ علاوہ
بریں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی شخص کو اس اردو پہ کیا اعتراض ہو سکتا
ہے۔ اردو حقیقت میں ہندوستانیوں کی زبان کا نام ہے بلکہ اکثر
موقعوں پر اردو اور ہندوستانی ایک ہی معنوں میں مستعمل ہوتے
ہیں مسلمانی عملداری میں مسلمانی لٹریچر کا زور تھا اور اس لئے پڑھے
لکھے ہندوستانیوں کی زبان میں فارسی و عربی کے الفاظ کی کثرت تھی۔
جب کبھی اُن کو دقیق مضمون ادا کرنے کے لئے اصطلاحی الفاظ کی
ضرورت پڑتی تھی تو وہ مسلمانی لٹریچر سے مدد لیتے تھے جب انگریزی عملداری
ہوئی تو اس ہندوستانی زبان میں انگریزی کے لفظ آنے شروع ہوئے
اور اسی طرح سے ہندوؤں کی زبان میں سنسکرت و ہندی کے الفاظ
کا رواج بڑھنے لگا کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ کیوں ہندو لوگ اپنے
مذہبی خیالات کے اظہار کیلئے اب مسلمانی لٹریچر کی زبان استعمال کریں اور

بجائے عام فہم ہندی و سنسکرت کے لفظوں کے فارسی و عربی کے لفظ تلاش
کریں۔ زبان وہ ہے جو بولی جاوے۔ پس جب زمانہ کی تبدیلی سے ہندوؤں
کی بول چال میں انگریزی۔ ہندی اور سنسکرت کے لفظوں کا رواج ہو گیا
تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ وہ تحریر بھی اسی زبان میں نہ کریں جس کو وہ
بولتے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ چونکہ سرکار انگریزی فارسی حروف کو ہندوستانی
زبان کی تحریر کے لئے استعمال کرتی ہے اور مدارس سرکاری میں یہ
ہندوستانی زبان فارسی حروف میں تعلیم دی جاتی ہے اس لئے مجبوراً
انہیں فارسی حروف کا استعمال کرنا پڑتا ہے چنانچہ ہم مستند اُردو دان
استادوں کی تحریرات میں ہندی کے الفاظ کا استعمال بتا دیتے ہیں۔
اصل تو یہ ہے کہ ہندو خیالات کو ظاہر کرتے ہوئے ہندی الفاظ کا استعمال
لازمی ہے (دیکھو مولانا مولوی الطاف حسین حالی کی مناجات بیوہ)۔
بلکہ بعض اُستاد تو اصل اردو اسی کو کہتے ہیں جس میں فارسی و عربی
کے الفاظ نہایت کم ہوں یا بالکل نہ ہوں۔ اردو میں سے فارسی و عربی کے
الفاظ نکال دئے جاویں تو خالص ہندی رہ جاتی ہے۔ صرف فرق اتنا
ہے کہ جو الفاظ ہندی کے معمولی طور پر مستعمل نہیں وہ مسلمان صاحبان کو
بُرے معلوم ہوتے ہیں اور وہ ان کو اردو نہیں کہتے مگر جو لفظ معمولی طور پر
مستعمل ہیں اُن کو وہ اُردو سمجھتے ہیں۔ بہر حال جو ہندو اپنے ہم قوم بھائیوں
کے لئے ایسی کتابیں لکھتے ہیں جن میں اُن کے مذہبی یا قومی خیالات یا
حالات کا تذکرہ ہے اُن میں ہندی و سنسکرت کے الفاظ کا استعمال بے جا
یا نامناسب نہیں۔ کس طرح سے ممکن ہے کہ کوئی ہندو ہندوؤں کے لئے

کتاب لکھتا ہے اگر سشن وارجن ریڈ مشنڑ کی تقریروں کا ترجمہ اردوئے
کرے۔ اور خاص مشکل مذہبی خیالات کے لیئے فارسی وعربی کی فرہنگ
کرے ہندو عورتوں کی تقریروں کا ترجمہ کرتے ہوئے فارسی وعربی
لفظوں کا استعمال تو بہت ہی بیہودہ معلوم ہوتا ہے۔ پس وجوہات بالا
ہمارے خیال میں ہماری زبان پر جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ ہمارے
نزدیک بہت منزلت نہیں رکھتا۔ گو اگر ہم کوشش کریں تو ہم مسلمانی ا
میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں۔ لیکن ہمیں نہ ایسا کرنے کی ضرو
معلوم ہوتی ہے اور نہ اُس میں کچھ فایدہ ہی نظر آتا ہے۔ بلکہ برعکس اس
اگر ہم ایسا کریں تو شاید بہت سے ہندو بھائی ہماری تحریرات سے پو
بھی نہ اُٹھا سکیں۔ علاوہ ازیں یہ ظاہر ہے کہ کتابیں لکھنا اور ان
روپیہ کمانا یا زبان دانی کی تصنیفات کرنا نہ ہمارا پیشہ ہے اور نہ ہمارا مقص
ہے۔ ہم تو فرصت کے اوقات میں اپنے خیالات کو اس غرض سے جمع کر
ہیں۔ کہ جن لوگوں تک اپنے خیالات تقریر کے ذریعے نہیں پہنچا سکتے ا
تک اپنے خیالات بذریعہ تحریر پہنچاویں۔ اگر ہم ان فرصت کے اوقات
جو بہت کم ہوتے ہیں اردو زباندانی کی لیاقت و قابلیت کے دکھانے میں
خرچ کریں تو شاید ہم سے کچھ بھی بن نہ سکے۔

اصل تو یہ ہے کہ ہندوستان کی تمام دیسی بانیں اس وقت تبدیل ہو
رہی ہیں۔ اُن میں نئے نئے خیالات کے اظہار کے لیئے مختلف زبانوں
کی مدد کی ضرورت ہے۔ پس کسی طرح بھی یہ امید نہیں ہو سکتی کہ لوگ اردوئے
معلّے کی پاکیزگی کو قایم رکھنے کے لیئے رفع ضرورت کے ان آسان وسایل

کو ہاتھ سے چھوڑ دیں اور دیسی لٹریچر کی ترقی کو روک دیں ؛

اس کتاب کو جب لکھنا شروع کیا گیا تو اوّل اوّل یہ خیال رکھا گیا
کہ بامحاورہ اُردو لکھی جاوے۔ مگر پھر ہم نے دیکھا کہ اوّل تو ہم بامحاورہ اُردو
جاننے کا دعوے نہیں کر سکتے۔ اور دوسرے ہمیں ہندی الفاظ سے
پرہیز رہنے کیلئے بہت کوشش کرنی پڑے گی جس میں ہمارا بہت سا وقت
صرف ہو جاوے گا۔ اس لئے ہم نے اس کوشش کو چھوڑ دیا اور جو لفظ
ہماری قلم سے نکلے نکل گئے ؛

اخیر میں ہم چند لفظ اپنی کتب کی قیمت کے متعلق بھی ایزاد کرنا چاہتے
ہیں۔ کیونکہ ہمارے بہت سے دوستوں کو یہ شکایت رہتی ہے کہ ہم اپنی
نیز کتب کو بہت گراں فروخت کرتے ہیں۔ اوّل تو ہم اپنے اصحاب کو
توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ ہماری جملہ کتب کی قیمت ہیچ قسم کی دیگر کتب کی
قیمت سے جو زبان بنگالی یا انگریزی میں یا اُردو میں تصنیف یا تالیف
ہوئی ہیں بہت ارزاں ہے ؛

دوم پبلک کی قدر دانی کا اظہار اس سے ہو سکتا ہے کہ ہماری عمدہ
سے عمدہ کتب میں تا حال ہم کو خسارہ ہے۔ پوری لاگت بھی ابھی وصول
نہیں ہونے پائی۔ گو ہمیں یہ یقین کرنے کی وجہ ہے کہ ہماری کتب کو ہزارہا
آدمیوں نے پڑھا ہے۔ مگر تاہم تا حال ایک ایک اڈیشن کا فروخت نہ
ہونا بھی پبلک کی قدر دانی پر دلالت کرتا ہے۔ پس ایسی صورت میں
یہ امید رکھنا معقول نہیں ہے کہ علاوہ صرف وقت اور دماغ کے ہم کتب
کی اشاعت کے لئے نقدی بھی اپنے پلّے سے خرچ کریں۔ اس بارہ میں

میں پنجاب کی ہندو پبلک کو بنگال پبلک سے یا مسلمان صاحبان سے کچھ سبق حاصل کرنا چاہئے ۔

انیسویں صدی کے خاتمہ پر ہم یہ ناچیز تحفہ اپنی قوم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

لاجپت رائے

لاہور

مورخہ ۶ دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء

نوٹ - انٹروڈکشن میں ہم نے کرشن مہاراج کو عام خیال کے مطابق اُپدیشٹا بیان کیا ہے اور اپنا خیال کتاب کے آخری مضمون میں وضاحت سے بیان کیا ہے ۔

اوم

انٹروڈکشن

(ہیروورشپ) دنیا کی کون سی قوم ہے جس نے ہیروورشپ نہیں کی اور خاص خاص بندگان خدا پر خود خدائیت کی مہر نہیں لگائی اور ان کو خدائی کا درجہ نہیں دیا یہ امر انسان کا قدرتی خاصہ ہے کہ وہ اپنے سے برتر طاقت یا قوت یا اپنے سے بہتر یا زور آور یا نیک یا فاضل انسان کی طرف جھکتا ہے اور جب وہ کسی انسان کو اپنے سے ایسا برتر اور اعلےٰ خیال کرتا ہے کہ وہ اپنے نزدیک اُس کے اوصاف کا شمار اپنی زباندانی کی قابلیتوں سے باہر دیکھتا ہے اور اپنے دل کو اس کی مہان شکتی سے کھچا ہوا پاتا ہے۔ تو وہ اس شخص کو اس نورِ حقیقی کا رتبہ دینے لگتا ہے۔ جو اپنی نوعیت اور اپنی صفات میں انسان کی سمجھ سے باہر ہے۔ فرق اتنا ہے کہ سمجھدار اور دھرم کے اصولوں سے ماہر قومیں باوجود اعلےٰ سے اعلےٰ عزت اور حرمت کے جو وہ ایسے اشخاص کی کرتی ہیں کہ جو عزت اور حرمت پوجا کے درجہ سے کم نہیں ہوتی۔ ایسے اصحاب میں اور ان کے پیدا کرنے والے جگدیشر میں تمیز کو مٹنے نہیں دیتیں البتہ جو قومیں کہ بے علمی اور جہالت یا دیگر کمزوریوں کے باعث ضعیف الاعتقاد اور کم فہم ہوتی ہیں ان کے لیے اس تمیز کا قایم رکھنا قریب قریب ناممکن ہو جاتا ہے۔ ورنہ زبانی جمع خرچ کتنا ہی کیوں نہ کر لیا جاوے

اور چیخ چیخ کر آدم پرستی کو لکتاہی کوسا جاوے۔ تاہم کوئی شخص آدم پرستی کے الزام سے بری نہیں ہو سکتا۔ مناسب حدود میں آدم پرستی انسان کا نیچر اور دنیا میں کوئی تعلیم اس کو انسان کی نیچر سے نکال نہیں سکتی۔ اس امر کے ثبوت کے لئے اُن قوموں کی بھی بہت سی نظیریں پیش کی جا سکتی ہیں جو آج کل محض خدا پرستی کی دعوے دار ہیں۔ انگریزی زبان کا مشہور نثر نویس مسٹر کارلایل جس نے زباندانی کے عجیب و غریب ہار پروکر ان میں نازک خیالوں کی بے بہا نگینے جڑے ہیں۔ جس نے الفاظ کے موتیوں کو اس طرح خوش بیانی کے مضبوط رشتے میں گانٹھا ہے۔ کہ وہ زمین کی تہ میں سے کھودے ہوئے الماس و لعل سے بھی زیادہ قیمتی اور چمکدار نظر آتے ہیں اپنے اس مشہور عالم مضمون (ہیرو ورشپ) میں لکھتا ہے کہ "دنیا کے مہان پرش درحقیقت اُس بڑی اگنی کی چنگاڑیاں ہیں کہ جس کی روشنی سے دنیا روشن ہے۔ اور جس کی حرارت سے معدنیات اور نباتات و حیوانات قایم ہیں۔ اور جس کی تپش ابر رحمت ہے۔ اور جس کی ٹھنڈک دلوں میں ولولہ اور حرکت اور کشش کے پیدا کرنے والی ہے"

۲- ویدک مہاپُرش

اُنیسویں صدی کے اس انگریزی فاضل نے جو خیال انگریزی زبان میں ادا کیا ہے۔ وہ بجنسہٖ سی لباس میں اور اس سے بھی زیادہ چمکدار اور خوبصورت طور پر ہزارہا بلکہ لاکھوں اور کروڑوں برس پہلے اس سرزمین آریہ ورت میں آریہ رشیوں اور منیوں نے اپنی تصنیفات میں ظاہر کیا تھا۔

سنسکرت زبان کے تمام قدیم اور آرش گرنتھوں میں لفظ "دواگنی"، جو ویدک لٹریچر میں جگہ جگہ اودیت لاشریک پرماتما کے لئے مستعمل ہوا ہے۔ اکثر موقعوں پر فاضل و برگزیدہ منشوں رشیوں و منیوں و آپت پُرشوں اور مہاتماؤں کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ یہ خیال ایسا عالمگیر ہے۔ کہ ہر ایک زبان اور ہر ایک جماعت انسان میں قریباً اسی پیرائے میں دکھائی دیتا ہے۔ زبان سنسکرت میں لفظ دیو یا دیوتا جو پرماتما کے لئے آتا ہے۔ مہاں پرشوں کے لئے بھی بولا گیا ہے۔ انگریزی میں لفظ (گاڈ) پرمیشر کا واچک ہے مگر اُسی لفظ کا صیغہ جمع (گوڈز) دیوتاؤں کے معنوں میں بھی آتا ہے۔

اہل اسلام حضرت محمد کو نور الہی کہتے ہیں تو عیسائی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا ہی بتلاتے ہیں اور مانتے ہیں۔ بودھ مذہب کے لوگ مہاتما بدھ کو لارڈ کہہ کر پکارتے ہیں۔ علے ہذا ہندو لوگ سری رام و سری کرشن کو اوتار کہتے ہیں۔ ہندوؤں میں آپت پرشوں۔ رشیوں و منیوں و ودوانوں کے آدر[ع] وستکار اور پوجا کا طریق ویدک زمانہ سے جاری ہے۔ پرماتما کے گیان وید منتروں میں جگہ جگہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ دھرماتما آپت پرشوں کا ستکار کریں اور اُن کی پوجا (بمعنے تعظیم) آدر وستکار کو اپنا فرض مقدم سمجھیں ٭

آریہ لوگوں کے روزانہ فرائض (نت کرم) میں ودوانوں آپت پرشوں کی پوجا بھی ایک فرض لازمی ہے۔ علاوہ اس کے ہر ایک یگیہ (فرض مذہبی) اور خوشی کے موقعہ پر اس فرض کے ادا کرنے کی تلقین لکھی گئی ہے براہمن گرنتھ اونپشد و دیگر آرش گرنتھ اس قسم کی تعلیم سے پر اور لبریز ہیں۔ مگر تاہم سارے ویدک لٹریچر میں کسی منش کو پرماتما کا درجہ نہیں دیا گیا ٭

ع۔ تعظیم

۳- اوتاروں کی اصلیّت

آریہ ورت میں سب سے پہلے بودھ دھرم کی تعلیم سے لوگوں کو پرماتما کے وجود پر ایک عالمگیر شک کا پیدا ہوئی اور اس مقدس سرزمین کے باشندے معبود حقیقی کی عبادت کے اعلےٰ معراج سے گر کر انسان پرستی کے تاریک و تار گڑھے میں اتر گئے اور عام جہلا میں یہ طریق عبادت ایسی دل پسند اور دل گزین ہوئی کہ ویدک مذہب کے واعظوں نے بھی بودھ مذہب کے نقش قدم پر چلنے میں ہی اپنی خیریت اور بھلائی سمجھی ۔ برہمنوں نے بجائے بُدھ کے سری رام چندر اور سری کرشن کو معبود بنا کر اور ان کو اوتاروں کا درجہ دے کر لوگوں کے سامنے پیش کیا ۔ رفتہ رفتہ اس خیال نے ایسا زور پکڑا کہ تمام و کمال پورانک لٹریچر میں سما گیا ۔ اور چاروں طرف سے اوتار ہی اوتار برگٹ ہونے لگے ۔ شاعروں نے مہاں پرشوں کے حالات بیان کرنے میں جو خیالات کے پر لگائے تھے ۔ اور عالم بالا میں پرواز کر کے قدرت کے تمام بڑے اور اچھے نظاروں پر تصرّف کیا تھا ۔ ان شاعرانہ تصرّفات اور علم زبان کی بلند پروازیوں کو پورانک زمانہ کے مذہبی مصنّفوں نے رموزِ حقیقی کا لباس پہنا دیا ۔

بس پھر کیا تھا یکے بعد دیگرے سلطنت علم کے بادشاہوں اور رسوم مذہبی کے مصنّفوں اور عام لوگوں کے پیشواؤں نے اس سلسلہ کو ایسا پھیلا دیا کہ دین و دنیا کا قریباً ہر ایک مسئلہ و ہر ایک کام اچھا خواہ برا سب رموز حقیقی کی فہرست میں داخل ہو گیا اور عوام کو رموز حقیقی و مجازی میں تمیز کی

قابلیت ہی نہ رہی اور مہاپرشوں کی زندگیوں اور اُن کی مقدس سوانح عمریوں کو
اس قسم کے لباس پہنائے گئے کہ وہ دیگر قوموں اور غیر مذاہب کے معتقدین
کی نگاہوں میں ذلیل اور مکروہ یعنے ناپاک دکھائی دینے لگے۔

۴۔ سری کرشن

ہندی شاعروں کی زیادتیوں پریم کی لن ترانیوں۔ خیالات کی بلند پروازیوں اور اعتقاد
اور وشواس کی سینہ زوریوں نے جو ظلم وستم و جور و زیادتیاں سری کرشن مہاراج
پر کی ہیں۔ اس کی نظیر کسی دوسرے لٹریچر میں نہیں دکھائی دیتی۔ گو تلسی داس
نے بھگتی کے پریم اور محبت کے ترنگ میں سری رام چندر مہاراج پر بھی وار
کئے ہیں۔ مگر تاہم بھگتی کا سارا زور اور ان کی عجیب وغریب شاعری کا انوکھا
بھاؤ سری رامچندر کو اس درجہ پر نہیں پہنچا سکا۔ جو سری کرشن کو پورانک
لٹریچر میں عطا کیا گیا ہے۔ ہم کو اس تمیز میں وجہ بھی دکھائی دیتی ہے اور وہ
یہ ہے کہ سری رام کے واسطے سری کرشن چندر کے طرح اُپدیشٹا کی پدوی کا دعوےٰ
نہیں کیا گیا۔ سری رامچندر کو کیکئی اُن کی سوتیلی ماتا کی ضد اور حسد نے ہیرو
بنایا تھا اور اس لئے شاعر نے بھی اُن کے سر پر زیادہ تر اطاعت پدری و
محبت برادری کا تاج زریں رکھا۔ یہ تاج بھی اُسی شخص کو زیادہ زیب دے
سکتا تھا جو اور ہر طرح بھی دھارمک جیون کا نمونہ ہو یعنے جس کے بدن
پر باقی لباس بھی ایسا ہی خوبصورت و ضع دار اور چست ہو
کہ تاج کی سجاوٹ اپنی پوری چمک و دمک سے زیبائش دے
سکے۔

پس گو شری رام کا دھارمک جیون بمنزلہ ایک آدرش[ع۱] ہے۔ لیکن وہ آدرش سری کرشن چندر کے دھارمک جیون سے مختلف ہے۔ کرشن مہاراج نہ فقط سچے عشق اور محبت اور بیرتا کا ہی نمونہ تھے۔ بلکہ وہ دھرم کے اپدیشک[ع۲] بھی تھے۔ انہوں نے ایسے وقت میں جنم لیا۔ جب کہ ویدک دھرم کی ناؤ ایک طرف جھوٹے ویراگ کا اور دوسری طرف ملحدانہ خیالات و فلاسفی کی لہر میں بہتی ہوئی جا رہی تھی۔ اور دھرم کی میزان اپنے نصاب پر قایم نہ تھی۔ کبھی جھوٹے ویراگ کا اور کبھی ملحدانہ خشک فلاسفی کا پلڑا بھاری ہو جاتا تھا۔ ویراگ اور اس فلاسفی کو عدل کی حالت میں رکھنا ناممکن تھا اور چونکہ ان کو ایسے وقت میں دھرم کا اپدیش کرنا پڑا اس لئے ان کا جیون ایک اعلےٰ دھرم کے اپدیشک کا آدرش ہے اور اس لئے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہندوؤں کے مذہبی فرقوں میں شاید ایک بھی ایسا نہیں جس پر سری کرشن مہاراج کی تعلیم کا کچھ نہ کچھ اثر نہ ہو۔ سب ہی سری کرشن کے نام کی دوہائی دیتے ہیں۔ اور ان کے قول کو پرمان مانتے ہیں۔ اس میں کچھ بھی مبالغہ نہیں کہ ہندوؤں کی مذہبی سرزمین پر کرشن چندر کی تعلیم کا آسمانی گھٹا ٹوپ چھایا ہوا ہے۔

۵۔ بیس برس پہلے سری کرشن کی نسبت کیا خیالات تھے

ابھی بیس سال کا عرصہ نہیں گذرا جب ہم سرکاری مدرسوں میں تعلیم پاتے

ع۱ نمونہ ع۲ واعظ۔

تھے اور ہمارے خیال میں سری کرشن مہاراج کا نام اس تمام لغو اور ناپاک کارروائی سے وابستہ تھا۔ جو سری لیلا یا راس لیلا کے نام سے جگہ جگہ بطور تماشہ کے ہوا کرتی تھیں اور اب بھی ہوتی ہیں۔ اس وقت ہماری نظروں میں سری کرشن ایک تماش بین اور عیّاش اور چالاک فطرتی آدمی دکھائی دیتا تھا اور ہمارا خیال تھا کہ ہندوؤں کی تمام اخلاقی کمزوریاں اُسی کی ناپاک تعلیم کا نتیجہ ہیں۔ ہندو ازم کے مخالفوں نے کرشن جی کو اس قسم کی تصویر عطا کی تھی کہ ہمارے دلوں میں اُن کے لئے عزت اور ادب ہونا تو درکنار ہماری طبیعت ایسی سانچے میں ڈھل گئی تھی کہ ہم غیروں کی نظر میں کرشن کے نام سے ہی شرمندہ ہوتے تھے اور اپنے دل ہی دل میں اس پوتر آتما کے نام پر (نعوذ باللہ) نفرین کرتے تھے۔ آخر جب مکتب سے قطع تعلق ہوا۔ اور مُلّانوں کے پنجہ سے رہائی ملی اور تنگ و تاریک چہار دیواریوں سے نکل کر میدان کی روشنی میں آئے۔ اور تازہ خوشگوار واقفیت کی ہوا کا جھونکا لگا تو دماغ میں ایک عجیب قسم کی تبدیلی محسوس ہونے لگی۔

۲۔ کرشن کے متعلق خیالات میں تبدیلی

بند ہوا کے تعفّن سے پاک ہو کر دماغ پر تازی بو باس نے اپنا اثر کیا اور دماغی طاقتوں کو ایسا کشادہ کر دیا کہ وہ زیادہ گہری اور عمیق صداقتوں کو سمجھنے کی طرف جھکنے لگا اس نظر کی وسعت اور دماغ کی فراخی کے ساتھ یہ بھنک ہمارے کان میں پڑی کہ جہاں کرشن چندر کا نام ایک طرف اُس

تمام ناپاک کارروائی سے وابستہ کیا جاتا ہے۔ جس کا اوپر اشارہ ہوا ساتھ ہی کرشن
جی کو اس لاثانی کتاب معروف بہ گیتا کا مصنف کہا جاتا ہے۔ جو اپنے خیالات
کی گہرائی۔ اپنی تعلیم کے شان میں اور اپنے دل کش اور سچے اپدیش کی عظمت
میں اور اپنی زبان کی سادگی اور دل کش بندش اور ترتیب میں اور بھگتی اور
پریم اور وحدانیت کی بے مثال تلقین میں جو اس کے صفحہ صفحہ بلکہ سطر سطر
میں بھری ہوئی ہے۔ تمام دنیا میں انسان کی بنائی ہوئی کتابوں میں
اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ اور جس کا اچھوتا طرز بیان اپنے مثل آپ ہی ہے۔
ہیں یہ آواز کان میں پڑی فوراً اس وقت یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسے بے نظیر
اور اخلاقی و روحانی خیالات کا واعظ اور اپدیشک اس قسم کا تماش بین
اور عیاش اور فطرتی شخص نہیں ہو سکتا جس کو کرشن لیلا میں سری کرشن
کی پدوی دی جاتی ہے اور جس کی مکروہ تصویر مخالفین ہندوازم کھینچتے ہیں
ہمارے دل میں ابھی اس خیال کا بیج ماتر ہی پیدا ہوا تھا اور ابھی اچھی
طرح سے جاگزین بھی نہ ہوا تھا کہ دوسری آواز جو ہمارے کان میں آئی
وہ یہ تھی۔ کہ جو روایتیں سری کرشن مہاراج پر عیاشی وغیرہ کا دھبہ
لگاتی ہیں وہ محض شاعرانہ بلند پروازیاں ہیں جن کو کسی طرح تاریخی واقعات
کا منصب نہیں دیا جا سکتا اور جن میں خود کثرت سے اس قسم کی اندرونی
شہادت ملتی ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شاعروں نے کرشن جی کو
اپنے خوش اعتقادیوں کا نشانہ بنایا ہے اور آخر یہ خیال اس قدر زور
پکڑتا اور تعلیم یافتہ ہندوؤں کے دل پر جاگزین ہوتا گیا کہ رفتہ رفتہ سری
کرشن کی عظمت ان کی بزرگی ان کی دانائی اور فراست اور ان کی فضیلت

ان لوگوں کے دلوں پر قابو پاگئی ؞

حتے کہ اب کوئی بھی تعلیم یافتہ آدمی یہ یقین نہیں کرتا کہ سری کرشن ایسے ہی تھے جیسے کہ اُن کو کرشن لیلا میں اُتارا جاتا ہے۔ مذہبی خیالات میں باہمی اختلاف خواہ کتنا ہی کیوں نہ ہو مگر تعلیم یافتہ گروہ کا کوئی حصہ بھی اب ایسا نہیں رہا۔ جو کرشن مہاراج کی ذات سے اس ناپاک کارروائی کو منسوب کرتا ہو۔ جو جہلا کے خیال میں تاحال ان کے مقدس نام کے ساتھ لگی ہوئی ہے پورانے فیشن کے پورانک دیندار ہندو بھی اس کوشش میں مصروف ہیں کہ شریمد بھاگوت کی شاعرانہ بیان کو شعر وسخن کے استعارات بنا کر ان سے پریم وبھگتی اور الہیات کے رموز نکالیں۔ اور یہ دکھلاویں۔ کہ اُن موٹے عشقیہ خیالات کی بنیاد میں پاکیزہ پریم اور امرت روپی بھگتی اور معرفت کے گراں بہا موتی دبے ہوئے ہیں۔ اس خیال سے ہر ایک شخص فصاحت اور بلاغت کی گہری کانیں کھودنے میں مصروف ہے تاکہ اُن تاویلات سے عمدہ سے عمدہ قیمتی سے قیمتی صاف سے صاف چمک دار موتی نکال کر اپنے دامن آرزو کو پر کرے اور شہرت اور نیک نامی کے ذخیرے اکٹھے کرے چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ چاروں طرف لوگ اس کوشش میں مصروف ہیں۔ کہ اس مہان آتما کی زندگی کے واقعات کو اِدھر اُدھر سے اکٹھا کر کے بیاگرفی کی شکل میں پیش کریں۔ یہ امر مسلّم ہے کہ پرانے زمانے میں بیاگرفی لکھنے کا دستور جاری نہ تھا اس لئے کرشن مہاراج کا کوئی مسلسل جیون چرتر ہمارے لٹریچر میں موجود نہیں ہے۔ پس سری کرشن کی زندگی کی کہانی کو کسی سلسلے سے بیان کرنے کی کوشش کیا ہے

گویا شاعروں کی شاعرانہ نازک خیالیوں اور معتقدوں کی بد اعتقادیوں نہیں نہیں خوش اعتقادیوں کے بھرپور ذخیروں اور فرضی قصہ کہانیوں کے طوماروں سے ان واقعات کو چُننا اور چھانٹنا اور انتخاب کرنا ہے۔ جن کو ہم معقولیت سے واقعات کا رتبہ دے سکیں اور اُن کے مسلسل مجموعہ کو کرشن مہاراج کا جیون چرتر کر سکیں۔

۷۔ پورانوں کی قدامت

کرشن مہاراج کے نام سے جس قدر قصے کہانیاں عام لوگوں کی زبان پر چلت رائج ہیں ان کے ماخذ اور منبع عموماً پوران ہیں اور ہندو دھرم نے ان کو اُن پورانوں کی سند پر منظور کیا ہوا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے یہ امتحان کرنا بے محل نہ ہوگا کہ پورانوں کو کس درجہ تک تاریخی وقعت حاصل ہے یا کس درجہ تک اُن کے مضامین قابل اعتبار اور لائق سند ہیں۔

(الف) قدیم آریہ علم تاریخ سے ناواقف نہ تھے

لیکن قبل اس کے کہ ہم موجودہ پورانوں کے واقعات کے معتبر ہونے کی نسبت اپنی رائے ظاہر کریں ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہم اُس عالمگیر

خیال کے معتقد نہیں جس کے رو سے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ قدیم آریہ باوجود اُس بے نظیر تہذیب اور فضیلت اور فلسفہ دانی کے جو اُن کے نام سے وابستہ ہے اور باوجود اُس کمال علم و ہنر کے جس کا شمہ اب بھی سنسکرت لٹریچر میں موجود پایا جاتا ہے اور باوجود اس عجیب و غریب شائستگی اور لیاقت کے جو اُن کی تصانیف میں پائی جاتی ہے۔ علم تاریخ سے محض ناواقف تھے اور پراچین آریوں کے زمانے میں تاریخ لکھنے کا دستور نہ تھا اور نہ ان کو تاریخ کے مطالعہ کا شوق تھا؛

اصل بات یہ ہے کہ سنسکرت کی جو لٹریچر موجود اور باقی ہے۔ اس کی بنا پر ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ قدیم آریہ لوگ فلاں فلاں شاخہائے علوم کے ماہر تھے مگر تحقیقاً یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اُس کے سوائے دیگر شاخہائے علوم سے محض ناواقف تھے۔ پراچین آرین تہذیب کو اس قدر عرصہ گذر گیا کہ اس کا صحیح اندازہ لگانا اگر ناممکن نہیں تو بہت مشکل تو ضرور ہے اور ماسوائے اس کے اس عرصے میں اس زمین پر بہت سے انقلاب ہوئے پس بدیں وجوہات محض بعض شاخہائے علوم کی کتب کی عدم دستیابی سے یہ نتیجہ نکال لینا کہ پرانے آرین لوگ اُن شاخہائے علوم کو جانتے ہی نہ تھے جب اور صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ خدا جانے کتنے بے بہا جواہر قدیم عمارتوں کے کھنڈرات میں دبے ہوئے پڑے ہیں اور کتنے لعل گران بہا زمین میں ایسے سما گئے ہیں جو اب اس کی سطح پر بصورت کھنڈرات بھی دکھائی نہیں دیتے اور شاید ابھی بہت سے براہمن گھرانوں کے طاقچوں میں پڑے سڑتے ہیں اور اُن گھرانوں کے مالکوں کو یہ بھی خبر نہیں کہ اُن پچھلے

پرانے بودے اور بوسیدہ اوراق میں کیسے کیسے بیش قیمت خیالات لکھے ہوئے ہیں جن کو جاننے اور معلوم کرنے کے لئے اس وقت کی تہذیب یافتہ دنیا لکھوکھا روپے خرچ کرنے کو تیار رہی ہے۔ پراچین آرین تہذیب کے متعلق تحقیقات ابھی شروع ہوئی ہے اور زمانہ ان دبے ہوئے خزانوں کو کھود کر نکال رہا ہے اور تلاش اور تجسس کا بازار گرم ہے۔ پس ہنوز کوئی بھی تحقیق سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ پراچین آریہ لوگ فلاں فلاں علوم کو جانتے نہ تھے۔ اس لیے ہم پھر بھی کہنے کو تیار ہیں۔ کہ موجودہ لٹریچر کی بنا پر فیصلہ نہیں دیا جا سکتا کہ پراچین آریہ علم تاریخ سے ناواقف تھے۔ بلکہ اس لٹریچر میں اس قسم کی اندرونی شہادت موجود ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ پراچین سمے میں تاریخ دانی اور تاریخ نویسی کو خاص عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور فاضلوں کی ایک خاص جماعت کا یہی کام تھا کہ راجگان و مہاراجگان کے درباروں میں پرانے واقعات و تاریخیں سنایا کریں۔

پراچین گرنتھوں براہمنوں۔ اونشدوں۔ رامائین۔ مہابھارت اور نیز پورانک زمانہ کی تمام لٹریچر میں اس قسم کی کافی و وافی شہادت ملتی ہے۔ ویدک لٹریچر میں جہاں جہاں مختلف علوم کا ورنن کیا ہے وہاں کئی جگہ پوران و اتہاس وغیرہ شبد ملتے ہیں جس سے نتیجہ نکالنا عین معقولیت پر دلالت کرتا ہے کہ اس وقت پوران اور اتہاس ایک قسم کی لٹریچر کا نام تھا جس کو ماڈرن تہذیب میں تاریخی لٹریچر کہا جاتا ہے ہم پرمان کے طور پر چند حوالے درج کرتے ہیں۔

(۱) چھاندوگ اونپشد میں جو منجملہ اُن دس اونپشدوں کے ہے۔ جس کو سوامی شنکر آچاریہ و سوامی دیانند اور دیگر فضلانے قدیم اور معتبر مانا ہے۔ ایک جگہ پر جہاں مختلف علوم کی گنتی کی ہے حسب ذیل آتا ہے۔

स होवाच । ऋग्वेदं भगवोऽध्येमि यजुर्वेदं सामवेदं
माथर्वणं चतुर्थमितिहास पुराणं पञ्चमम् ।

(ترجمہ) اُس نے کہا ہے بھگوان! میں رگ یجر سام اور چوتھے اتھرو کو جانتا ہوں اور نیز اتہاس (تاریخ) اور پوران بھی جانتا ہوں۔

(۲) شت پتھ براہمن (۱۴-۶-۱۰-۶) میں حسب ذیل آیا ہے۔

ऋग्वेदो यजुर्वेदः सामवेदोऽथर्वाङ्गिरस इति
हास पुराणं विद्या उपनिषदः श्लोकाः सूत्राण्य
नु व्याख्यानानि व्याख्यानानि ॥

(ترجمہ) رگ یجر سام اتھرو وید اتہاس پوران اونپشد سوتر شلوک اور اُن کے ویاکھیان آدی۔

(۳) تیرتہ آرنک میں دوسری آرنک کے نویں شلوک میں حسب ذیل ہے۔

ब्राह्मणानीतिहास पुराणानि कल्पानि गाथा
नाराशंसीः ॥

(ترجمہ) وید اتہاس پوران گاتھا آدی۔

(۴) اسی طرح منوسمرتی میں تیسری ادھیائے کے ۲۳۲ شلوک میں بھی ویاکھیان

اتہاس اور پوران شبد آئے ہیں۔
رامائن۔ مہابھارت اور پورانوں کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ پُرانے زمانہ میں منجملہ دیگر جماعت ہائے تاریخ نویسوں اور تاریخ دانوں کے ایک جماعت اُن لوگوں کی تھی جن کو (سُتا) کہتے تھے اور جن کا فرض منصبی یہ ہوتا تھا کہ بادشاہی درباروں اور راج گھرانوں میں پُرانے واقعات اور راجوں مہاراجوں و بیر و یودھا لوگوں کے چرتر سنایا کریں۔ چنانچہ مہابھارت میں جگہ جگہ لکھا ہے کہ (سُتا) نے حسب ذیل قصہ بیان کیا۔

(۵) سنسکرت کا مشہور ڈکشنری نویس امر سنگھ مصنف امرکوش پوران شبد کی ویاکھیا کرتا ہوا کہتا ہے کہ پوران کے پانچ لکھشن ہیں یا یوں کہو۔ کہ پورانوں میں پانچ قسم کے مضامین ہوتے ہیں۔
سنسکرت

सर्गश्च प्रतिसर्गश्च वंशो मन्वन्तराणि च ।
वंशानुचरितञ्चैव पुराणं पञ्चलक्षणम् ।

(ترجمہ) سرشٹی کی اوتپتی کا بیان[۱] (پیدائش خلق) خاص قسم کی سرشٹیوں کا بیان[۲] خاندانوں کی تاریخوں کا ورنن[۳]۔ مختلف زمانوں کے حالات کا بیان[۴]۔ بڑے آدمیوں کی زندگی کے واقعات[۵]۔

(۶) وشنو پوران کے تیسرے کھنڈ اور چھٹے ادھیائے کے سولھویں شلوک میں علم تاریخ کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے :-

اصل سنسکرت

आख्यानैश्चाप्युपाख्यानैर्गाथाभिः कल्पशुद्धिभिः पुराणसंहिताञ्चक्रे पुराणार्थविशारदः

(ارتھ) ویدویکتا ویاس نے ایک پوران سنہتا لکھی جس میں چار قسم کے مضامین
تھے یعنے آکھیان ۔ اوپ آکھیان ۔ گاتھا ۔ کلپ شدھی
آکھیان اُسکو کہتے ہیں جو کہ بیان کنندہ نے آنکھ سے دیکھا ہو اور خود مشاہدہ کیا
ہو ۔ اوپ آکھیان وہ واقعات ہیں جو بیان کنندہ نے اوروں سے سنکر درج کئے
ہوں ۔ گاتھا اون گیتوں کا نام ہے جو پورب جنوں (بزرگوں) کی بابت گائے
جاتے ہوں ۔ کلپ سدھی سے مراد وہ طریقہ ہے جو شرادھ کے کرنے میں برتا
جاوے ۔

مندرجہ پرمانوں کی موجودگی میں یقینی طور پر یہ کہہ دینا کہ پراچین آریہ
لوگوں کو علم تاریخ معلوم نہ تھا ۔ اور اُن کے زمانہ میں تاریخ نویسی اور تاریخ
دانی کی کچھ قدر نہ تھی اس قسم کا نتیجہ ہے جس کو ہم آمنا و صدقنا کہنے کے لئے
طیار نہیں ۔ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ انقلابات زمانہ کے سبب سے
سنسکرت میں کسی خاص حصہ لٹریچر کی عدم موجودگی اس بات کا کافی ثبوت
نہیں ہے کہ سنسکرت زبان میں اُس قسم کی لٹریچر کبھی وجود میں ہی نہیں آئی
تھی ۔ ہمارے پاس کافی ثبوت اس امر کے موجود ہیں کہ پراچین لٹریچر کی
بہت سی کتابوں کے نام ملتے ہیں گو خود اُن کتابوں کا کچھ پتہ نہیں ۔ آریوں
کی مقدس لٹریچر یعنے برہمن اور سوتر اور سمرتیاں بھی زمانہ کے دست بُرد سے

محفوظ نہیں رہیں تو پورانوں اور اتہاسوں کا گم ہو جانا اور اُن کا اسوقت نہ
کون سی بڑی بات ہے۔ جس کے باور کرنے میں ہم کو تامل ہو۔ وجوہات مذ
بالا کی بنیاد پر ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ پراچین آرین زمانے میں تاریخ اور بیاگر
کی کتب موجود تھیں۔ اُن کو اتھاس اور پوران اور گاتھا کہا جاتا
پس اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو کتابیں اس وقت سنسکرت میں
پورانوں کے نام سے موسوم ہیں اُن کو تاریخی منزلت حاصل ہے یا نہیں
اور اگر نہیں تو کیوں +

(ب) پورانوں کی تاریخی منزلت

ہم بلا تامل یہ کہتے ہیں کہ موجودہ پورانوں کو تاریخی منزلت حاصل نہیں ہے
موجودہ پورانوں میں خود اندرونی شہادت اس امر کی موجود ہے کہ وہ
پرانے لٹریچر کے پوران اور اتہاس نہیں ہیں۔ بلکہ آریا قوم کے زمانۂ تاریکی
کی تصنیفات ہیں۔ اور ان میں بہت سے تو اُس وقت کی لکھی ہوئی پستکیں
ہیں جب کہ ہندو آریہ پولیٹیکل آزادی کو کھو کر دھرم اور کرم کا نشٹ کر
چکے تھے اور جب ان کو اپنے آپ کو اپنے دھرم کو۔ اپنی عورتوں کے
دامن عصمت کو محفوظ کرنے اور اپنے مقدس رواجوں کے قائم رکھنے
کے لئے۔ اس قسم کی بدعتیں ایجاد کرنے کی ضرورت پڑی جس سے
کہ ان کا اصلی دھرم کرم ایسا دب گیا کہ اس کے نشانات بھی منہدم
ہو گئے ہوتے اگر انگریزی راج کے طفیل پھر اس پر روشنی کی شعاع

نہ پڑتی اور ان کے اوپر سے گرد کوڑا اٹھا دینے کا موقعہ نہ ملتا۔

ہر ایک تعلیم یافتہ ہندو جانتا ہے کہ پرانوں کی تعداد اٹھارہ ہے۔ اور ان کے علاوہ ایک کثیر تعداد پستکوں کی اوپ پرانوں کے نام سے مشہور ہے اور یہ کتابیں اس قسم کے قصہ کہانیوں اور گپاشتک سے پُر ہیں کہ کوئی ذی ہوش معقول طور سے یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ جو روایات اُن میں مندرج ہیں وہ بجنسہ صحیح ہیں۔ عموماً ان کا بڑا حصہ تو خلاف عقل ونقل وخلاف قانون قدرت (نیچر) اور خلاف فہم اور خلاف قیاس تذکرات سے پُر ہے۔

انگریزی محققوں اور آزاد منش ہندوستانی فاضلوں نے بالاتفاق یہ فتوے دیا ہے کہ موجودہ پران وہ پران نہیں ہیں جن کا ذکر اپنشدوں وغیرہ مقدس کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ اور ان محققوں نے ان پرانوں کی تصنیفات کا زمانہ بھی قایم کیا ہے۔ اور اُن کے اخذ کردہ نتایج سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ پرانوں میں سے کوئی پران بھی بکرم سمت کے آغاز سے پہلے کا نہیں ہے۔ بلکہ سمت بکرمی کے بہت عرصہ بعد کے ہیں۔ بعض پرانوں کی تصنیفات کا زمانہ تو چودھویں یا پندرھویں صدی عیسوی تک قایم کیا گیا ہے۔ اُس کے علاوہ خود پرانوں کے مندرجہ ذیل حوالجات سے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم پران گم ہوگئے ہیں۔ اور موجودہ پران زمانہ حال میں بنائے گئے ہیں۔

(۱) متسں پران میں برھم ویورت پران کا ذکر کرتے ہوے حسب ذیل لکھا ہے

نمبر ۱

ترجمہ۔ وہ پران جس کو سورنی نے نارد کے سامنے بیان کیا اور جس میں کرشن

کی مہاتم رتھنتر کلپ کے حالات اور برھم براہاچرتر درج ہیں اٹھارہ ہزار شلوک میں ہے اور اس کا نام برھم دیوورت پران ہے"۔

اب اگر ہم اُس پران کو دیکھیں جو آج کل برھم دیوورت پران کے نام سے پرسدھ (مشہور) ہے تو ہم کو معلوم ہوگا کہ اس میں نہ برھم براہاچرتر کے نشانات ہیں اور نہ رتھنتر کلپ کے حالات ہیں اور نہ اُس میں اس امر کا ذکر ہے کہ اُس پران کو سورنی نے نارد کے سامنے ورنن کیا تھا۔

(۲) وشنو پران کے تیسری کھنڈ ادھیائے ۶ کے شلوک ۱۶ سے ۱۹ تک حسب ذیل ہے۔

نمبر ۲

وید ویاس نے جو پرانوں کے ودیا میں پورن تھا ایک پران سنہتا بنائی تھی جس میں آکھیان اپ آکھیان گاتھا اور کلپ سدھی تھی اُس نے پھر وہ پران اپنے مشہور ششش (شاگرد) لومہرسن کو دے دیا۔ سنا لومہرسن کے ششش ہوئے سومتی۔ اگنی برچس۔ متر الیو۔ سن سپانیہ۔ اکرت درن۔ سورنی۔ ان میں سے کشیپ۔ سورنی اور سن سپانیہ نے ایک ایک پران سنہتا لکھی جو سب کا مول وہی سنہتا تھی جس کا نام لومہرسیکا تھا۔ اور جس کو لومہرسن نے بنایا تھا۔

(۳) اگنی پران میں بھی یہی لکھا ہے۔

نمبر ۳

ترجمہ۔ لومہرسنا۔ سُتا (مورخ) نے ویاس سے پُران حاصل کیا اور پھر سومتی۔ اگنی۔ برہ۔ متراگیو۔ سن سپانیہ۔ کرت۔ ورت۔ اور ہورنی اُس کے شاگرد ہوئے اور سن سپانیہ اور دوسروں نے پُران سنہتاؤں کو رچا۔

(۴) اس کی تصدیق اور تائید بھاگوت پران کے دسویں اسکندہ تیسرے ادھیا کے شلوکوں سے ہوتی ہے۔

نمبر ۴

ترجمہ۔ اروني۔ کیشپ۔ سورنی۔ اکرت ورن۔ سن سپانیہ۔ اور ہرت یہ چھ پورانک تھے (پرانوں کے جاننے والے) انہوں نے میرے پتا سے پران سیکھے جو خود ویاس کے شاگرد تھے اور اصل پران سنہتا کو مطالعہ کر کے انہوں نے ایک ایک پُران رچا۔

(۵) بھاگوت کے بارھویں اسکندہ ساتویں ادھیا کے پانچویں اشلوک پر ٹیکا کرتے ہوئے پنڈت سریدھر حسب ذیل لکھتے ہیں۔

نمبر ۵

ترجمہ۔ اول اول ویاس نے چھ سنہتا لکھیں اور میرے باپ لومہرسن کو سکھلایا اُن سے اروني اور دیگروں نے ایک سنہتا پڑھی اور ان کا شش (شاگرد) میں ہوں۔"

مندرجہ بالا حوالجات سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہوتی ہے کہ موجودہ پرانوں کے مصنفوں کے خیال سے وید ویاس جی کی بنائی ہوئی پران سنہتا در حقیقت ایک تھی۔ پھر اُس سے چھ سنہتا ہوئیں۔ وہ چھ سنہتا کونسی تھیں اور اب وہ کیا ہوئیں اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ مسٹر رومیش چندر دت پروفیسر مکس مولر اور دیگر یورپین محققین بھی اس امر پر اتفاق رائے رکھتے ہیں۔ کہ پراچین پرانوں کا کچھ پتہ نہیں چلتا اور وہ گم ہو گئے ہیں ہم کو ایسا پرتیت ہوتا ہے کہ ویاس جی کی بنائی ہوئی پران سنہتا (اگر واقعی کوئی ایسی پستک ویاس جی نے رچی تھی) تو وہ بدھوں کے زمانہ میں نشٹ ہو گئی اور پھر پرانک زمانہ میں زبانی یا تحریری روایات کے بنا پر یہ موجودہ پران بنائے گئے اور رد و بدل تصنیف سے آجتک ان میں برابر کمی بیشی ہوتی چلی آئی۔ اور وقتاً فوقتاً بہت سے پنڈت صاحبان اپنی زباندانی اور واقفیت کے حاشئے چڑھانے کے لئے نئے نئے اشلوک ان میں ایزاد کرتے رہے۔ پنڈتوں کی ہر ایک نسل نے اپنا فرض سمجھا کہ پرانوں پر کچھ نہ کچھ دماغ لڑا دیں اور جہالت اور غلامی کے زمانہ کی کمزوریوں کو شامل کر کے اُن کو ایک عجیب و غریب کھچڑی بنا دیں۔ حتے کہ موجودہ پورانک لٹریچر ایک قسم کا ایسا انبار روایات ہو گیا جس میں سے اصلیت کو بناوٹی سے اور واقعات کو استعارات سے۔ سچ کو مبالغہ سے علیحدہ کرنا اور چھانٹنا نہ صرف مشکل ہی ہے بلکہ قریباً ناممکن ہے۔ ممکن ہے کہ اس انبار میں اصلی واقعات اور عمدہ خیالات کے موتی اور علمیت کے لعل بھی دبے ہوئے ہوں۔ لیکن فی الحال تو اُن کی حالت ایسی قابل رحم اور افسوسناک ہے کہ اُن میں

سے کوئی سلسلہ واقعات وخیالات کا نکالنا ایک امر محال اور محنت بے ثمر معلوم ہوتی ہے۔ پراچین آرین تہذیب کا طالب علم جس نے اونپشدوں کے لاثانی علم الہیات کے ذخیروں کو دیکھ کر اور درشنوں کی بے نظیر فلاسفی کو پڑھ کر پراچین آرین تہذیب کی عظمت کا خیال باندھا ہے وہ جب پورانک لٹریچر تک پہنچتا ہے تو بے اختیار اس کے جگر سے آہ سرد نکلتی ہے۔ اور اگر اُس کو آریوں کے نام سے کوئی سمبندھ بھی ہے۔ اور اگر اُس کی ناڑیوں میں انہیں آریوں کا خون بہتا ہے۔ جنہوں نے راماین اور مہابھارت کے کارنامے کئے تھے تو بے اختیار اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھارا بہ نکلتی ہے اور وہ پکار اُٹھتا ہے کہ ہائے کہاں سے کہاں گر پڑے۔ ویدک رشیوں کی سنتان جنہوں نے اونپشدوں کے پریم مئے اور صداقت سے بھرپور راگ کہے تھے جنہوں نے شاستروں کی زبردست فلاسفی کو رچا تھا اُن کی ہی سنتان پھر پرانوں اور تنتروں کی مصنف بنی!!!

شاید آپ سوال کرینگے کہ سری کرشن جی کے جیون چرتر کے ساتھ اس بحث کو کیا تعلق ہے جو ہم نے پرانک لٹریچر کی بابت کی ہے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ بدقسمتی سے سری کرشن کی زندگی کے حالات جو کچھ لوگوں کو معلوم ہیں یا ہو سکتے ہیں وہ اس پرانک لٹریچر میں ہی ملتے ہیں پرانوں نے قومی زندگی کو کمزور بنانے اور اخلاقی اور روحانی معراج سے گرانے میں جو کام کیا وہ سب سے زیادہ اسی مہاں پوتر آتما کی ذات وصفات سے سمبندھ رکھتا ہے جن کی زندگی کے مختصر سے واقعات لکھنے کے لئے ہم نے قلم اٹھایا

ہے۔ سری کرشن پر پرانوں نے کیا کیا ستم نہیں ڈھلے۔ حتی کہ دنیا کے
بزرگ سے بزرگ پوتر آتما کو اپنے خوش اعتقادیوں کے
تیروں سے ایسا گھایل کیا کہ اُس کی صورت ہی بدل گئی جس سے اپنے
بھی اُس کے پہچاننے میں قاصر ہو گئے۔ انہیں پرانوں کی مہربانی اور دیا
سے آریہ سنتان کا بہت بڑا حصہ سری کرشن سے ایسا بدظن ہو گیا کہ اُن
کو کامی (شہوت پرست) اور ناپاک کہنے اور سمجھنے لگا۔ اور اسی پرانک تعلیم کی
بدولت ہی بہت سی آریہ سنتان تعلیم پا کر مسلمانوں اور عیسائیوں کے جال
میں جا پھنسی۔ کئی دفعہ اچھے اچھے تعلیم یافتہ پرشوں کی زبان سے سُنا ہے
کہ اس دھرم بھومی کی ساری مصیبتوں اور تکلیفات اور تنزل کا باعث
سری کرشن جی مہاراج ہی ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اپنی ناپاک تعلیم سے
مہابھارت کا یُدھ کرا کر دیش کو غارت کرا دیا۔ ہمارا کلیجہ منہ کو آتا ہے
جبکہ ہم کسی آریہ سنتان کے منہ سے ایسی گستاخی اور بے ادبی کے کلمات
سنتے ہیں اور اس شخص کی نسبت جو ہندوؤں کے جملہ فرقوں اور جماعتوں
کا ممدوح اور پوجنیہ ہے لیکن ان بیچارے نئی روشنی والوں کا کیا قصور
ہے۔ پرانک گپوں نے ان کو اس قدر حیرانی میں ڈال دیا کہ وہ اپنے قومی لٹریچر
سے سچ اور جھوٹھ کو علیحدہ کرنا ناممکن سمجھتے ہیں۔ ہماری اس نکتہ چینی کا
یہ مطلب نہیں ہے کہ پرانوں میں بالکل سچ کچھ بھی نہیں۔ ہمارا یہ خیال ہے
کہ ہماری قوم کی پراچین تاریخ شاید کچھ پرانوں سے مل سکے لیکن تاہم مبالغہ
استعارہ۔ ملاوٹ۔ یار لوگوں کی کارسازی۔ اور ہر نسل کے پنڈتوں کی
طبع آزمائی کو اس لٹریچر میں اس قدر دخل ہے کہ اس میں سے واقعات کو نکالنا

اگر ناممکن اور محال نہیں تو نہایت ہی مشکل تو ضرور ہے *

پرانوں میں سری کرشن کے جیون چرتر کے کچھ نہ کچھ حالات تو ملتے ہیں۔ مگر وہ پران جن میں سری کرشن کی زندگی کے واقعات کو کسی تسلسل سے بیان کیا گیا ہے حسب ذیل ہیں۔ برہم ویورت۔ بھاگوت وشنو پران۔ برہم پران۔ علاوہ ان کے ایک اور کتاب ہری ونش میں بھی سری کرشن جی کے حالات پائے جاتے ہیں اور مہابھارت میں بھی اکثر موقعوں پر کرشن جی کا ذکر آتا ہے۔ عام طور پر محقق لوگوں کی یہ رائے ہے کہ ان ساری کتابوں میں وشنو پران اور مہابھارت سب سے پرانے معلوم ہوتے ہیں۔ گو اُن دونوں گرنتھوں کی بابت بھی یہ کہنا ناممکن ہے کہ اُن کا کون حصہ پرانا اور کون نیا ہے *

پروفیسر ولسن مترجم وشنو پران کی یہ رائے ہے کہ پران مذکور کی اندرونی شہادت بتلاتی ہے کہ اس میں دسویں صدی عیسوی تک کے حالات پائے جاتے ہیں لیکن تاہم بھاگوت اور دیگر پرانوں کی نسبت جن کے نام ہم نے اوپر درج کئے وشنو پران کو زیادہ قدیم اور پراچین مانا جاتا ہے۔ بھاگوت کی نسبت تو یہی تنازعہ چلا آتا ہے کہ کونسی بھاگوت اٹھارہ پرانوں میں شمار کرنے کے قابل ہے۔ سریدیہ بھاگوت یا دیوی بھاگوت وشنو اپنے بھاگوت کو اصلی پران بتلاتے ہیں اور شاکتک اپنی کتاب کو۔ یورپین فضلا کی رائے ہے کہ سریدیہ بھاگوت تیرھویں صدی عیسوی میں لکھی گئی بہرحال محقق لوگوں کی نگاہوں میں بھاگوت کی نسبت وشنو پران زیادہ

قدیم پُستک ہے اور بھاگوت کے شاعرانہ مبالغوں کے مقابلہ میں وشنو
پران کے مندرجہ واقعات زیادہ اعتبار کے قابل ہیں - کم سے کم اوروں کی
نسبت اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ تحقیقات واقعات کی بنیاد اُن
پر رکھی جائے - ہری ونش - برھم دیورت پر اُن اور
براھم پران بھی یقیناً وشنو پران سے بعد کے
لکھے ہوئے مانے جاتے ہیں - پروفیسر ولسن کی رائے
میں برھم دیورت پران گوکلئے گوسائیوں کی تصنیف
ہے اور پندرھویں صدی عیسوی سے پیچھے کا لکھا ہوا
ہے - اب رہی مہابھارت سو اُس کی نسبت
بھی یاد رکھنا چاہئے کہ موجودہ مہابھارت اصلی مہابھارت
نہیں ہے یا یوں کہو کہ کوئی یہ نہیں بتلا سکتا کہ موجودہ مہابھارت میں
سے کتنے اشلوک اصلی ہیں اور کتنے نقلی یعنے بعد میں ملائے ہوئے ہیں
جیسے کہ پُرانوں کی نسبت یہ خیال عام ہے کہ وہ وید ویاس جی کے بنائے
ہوئے ہیں ویسے ہی مہابھارت کی نسبت بھی یہی خیال عالمگیر ہے
لیکن جیسے ہم نے اوپر ظاہر کر دیا ہے کہ کم از کم موجودہ پران ویاس
کی تصنیفات سے نہیں ویسے ہی ہمارے پاس اس رائے کے قایم
کرنے کے لئے کافی وجوہات ہیں کہ ساری موجودہ مہابھارت بھی ویاس
جی کی تصنیف سے نہیں - خود مہابھارت کے آدی پرب سے معلوم
ہوتا ہے کہ ویاس جی نے اصل مہابھارت کو رچکر ویشم پاین کو سنایا
جس نے لومہرسن کو اُس کی تعلیم دی اور جس سے اُسکے بیٹے اگرسرو نے

لکھی۔ موجودہ مہابھارت کے پہلے دو شلوکوں میں مصنف جو اپنا نام ظاہر
نہیں کرتا یہ بتاتا ہے کہ وہ اُس مہابھارت کو قلمبند کرتا ہے جو اوگرسروے
کورو پتی سونک کے بارہ سالہ یگ میں رشیوں کے مجمع کے سامنے سنائی
تھی چنانچہ آدی پرب ادھیاوں کے آٹھویں شلوک سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ خود اوگرسرو کے بھی آٹھ ہزار شلوک ہی یاد تھے اور اُس وقت بھی یہ تنازعہ
تھا کہ اصل مہابھارت کون سے شلوک سے شروع ہوتی ہے۔

آدی پرب کا مندرجہ ذیل شلوک ظاہر کرتا ہے کہ بیاس جی نے اصل میں
صرف چوبیس ہزار شلوک بنائے تھے اور پھر ڈیڑھ سو شلوکوں میں اُن
چوبیس ہزار کا خلاصہ بھی کر دیا تھا۔ (ترجمہ) "ویاس نے اصل میں (جملہ معترضات
کو چھوڑ کر) صرف چوبیس ہزار شلوک میں مہابھارت بنائی ودوان اسی کو
اصل مہابھارت کہتے ہیں۔ پھر اُس نے ڈیڑھ سو شلوک میں خلاصہ بنایا"
حالانکہ موجودہ مہابھارت میں ایک لاکھ سات ہزار تین سو نوے شلوک ہیں
اور ۲۶۱ شلوک میں تو صرف سوچی پتر یعنے فہرست مضامین ہی آتی ہے
جس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ موجودہ مہابھارت میں کس قدر ایزادی
ہوئی ہے اور اسی واسطے اُس کی تاریخی وقعت کتنی کم ہو گئی ہے بعض قلمی
نسخوں میں تو ابتدائی فصل بالکل ہی ندارد ہے جس سے پروفیسر میکس مُلر مسٹر
روبیش چندر دت کی نظم مہابھارت کے دیباچہ میں یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ
ساری فصل بعد کی ایزاد کردہ ہے غرض اس میں کلام نہیں کہ موجودہ مہابھارت
میں بے اندازہ ملاوٹ ہے۔ تاہم سری کرشن کی بابت جو کچھ ہم جاننا چاہتے
ہیں وہ ہم کو انہیں دونوں گرنتھوں سے معلوم ہو سکتا ہے (۱) وشنو پران

(۲) مہابھارت پس ہمارے ہم قوم بھائیوں پر واجب ہے کہ کرشن جی کے حالات معلوم کرنے کے لئے ان دونوں پستکوں کو غور سے پڑھیں اور اس مطالعہ میں عقل سلیم سے کام لیں اور نہایت احتیاط اور غور و فکر سے پڑتال کریں کہ مبالغہ کتنا ہے اور اصلیت کس قدر ہے

(۸) اصلیت اور ملاوٹ کی تمیز کس طرح سے ہو سکتی ہے

ہم سب اس امر کو تو مانتے ہی ہیں کہ بودھ دھرم نے کرشن جی کے بعد جنم لیا ہندو کرشن کو تریتا کا اوتار مانتے ہیں۔ اور مہابھارت کی لڑائی سے کلجگ کا آغاز بتاتے ہیں یوروپین محققین بھی کرشن جی کا زمانہ حضرت مسیح سے ہزار برس پہلے کا قایم کرتے ہیں۔ پس چونکہ یہ امر بہ تحقیق معلوم ہے کہ مہاتما بدھ کی پیدائش حضرت مسیح سے پانچسو برس پہلے ہوئے اسلئے بہر حال تحقیق سے کہا جا سکتا ہے کہ وشنوں پران و مہابھارت میں جہاں جہاں بودھ دھرم کی تعلیم کے نشانات ہیں وہاں یہ قیاس کرنا عین معقول ہوگا کہ وہ حصے مہابھارت کے بودھ زمانہ کے بعد کے بنے ہیں اور اس لئے اعتبار کے قابل نہیں اسی طرح سنسکرت لٹریچر کا مطالعہ ہم کو صاف یہ بتاتا ہے کہ بودھ دھرم سے پہلے اس دیش میں مورتی پوجا کا نشان نہ تھا اور نہ ہی مورتیوں کے مندر بنانے کا دستور تھا (دیکھیو مس ننینگ کی تاریخ ہندوستان و مسٹر رومیش چندر دت کی تاریخ قدیم)

پس یہ نتیجہ نکالنا بھی بعید از معقولیت نہیں کہ مہابھارت و وشنو پران کے جن حصول میں مورتی پوجا و مندروں کا ذکر ہے وہ بعد کے ملائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح سے ہم خوب جانتے ہیں کہ بدھ دھرم سے پہلے کے لٹریچر میں ایشور کے اوتار دھارن کرنے کا ذکر نہیں ہے اور نہ اس وقت

تک ہندؤں کی تثلیث ۔ وشنو وشو و برھما کی پوجا کا پرچار تھا بلکہ اس وقت
تک ذات پات کے بندھن بھی ایسے کڑے نہ تھے جیسے کہ بعد میں ہوگئی۔ پس
اِن سب امور کا لحاظ کر کے ہم وشنو پران و مہابھارت میں سے بہت کچھ
سچ نکال سکتے نہیں۔ ذات پات کی تمیز کے متعلق تو شاید اتنا ہی بتا دینا
کافی ہوگا کہ خود ویاس جی مہاراج جو مہابھارت کے اصل مصنف مانے جاتے
ہیں پیدائش سے شودر تھے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ کم از کم اس
زمانہ میں جب کہ ویاس جی نے مہابھارت لکھی ذات کی تمیز جنم سے نہ تھی اور اگر
اس کو تسلیم کر لیا جاوے (اور اس کے تسلیم کرنے میں کچھ تامل نہ ہونا چاہئے)
تو یہ امر بہت ہی صاف ہو جاتا ہے کہ کرشن جی کا جنم اُس زمانہ میں ہوا جبکہ
عام طور پر دیش میں ویدک دھرم اپنے اصل پوتر تا میں رائج تھا۔ ذات پات
کی تمیز جنم سے نہ تھی۔ منشوں کو پرماتما کا درجہ نہ دیا جاتا تھا اوتاروں کا خیال
ہنوز جاری نہ ہوا تھا۔ مورتی پوجا کا نام و نشان نہ تھا اور ہندؤں کی
تثلیث بھی ابھی قایم نہیں ہوئی تھی۔ ویدک کرم کانڈ کا [illegible] چلت
تھا بدھ دھرم کا وجود نہ تھا گو فلسفہ کے زور سے لوگوں کے اعتقادات کمزور
ہونے شروع ہو گئے تھے اور کمزوری داوشواس کے آثار شروع ہو گئے
تھے۔ پس اِن خیالات کو مد نظر رکھ کر اور شاعرانہ مبالغہ اور استعارات
کا لحاظ کر کے اگر ہم مہابھارت اور وشنو پران سے کچھ واقعات تلاش
کرنا چاہیں تو کامیابی ناممکن نہیں گو غلطیوں کا احتمال ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہئے
کہ جو کچھ واقعات ہم کو مل سکتے ہیں وہ پوری جستجو اور تلاش سے اخذ
کئے جا سکتے ہیں کیونکہ اصل تاریخوں کا دستیاب ہونا ناممکن ہے پس

اس کے سوا کچھ چارہ نہیں کہ ان مشکلات میں جو کچھ ہم نکال سکتے ہیں نکال لیں اور اُس سے فایدہ اُٹھاویں۔ ہماری قوم کی تاریخ تو ان روایات سے ہی مل سکتی ہے ٭

اس بات میں مذکورہ بالا تمہیدی ریمارکس کے بعد ہم یہ بحث کریں گے کہ آیا کرشن جی کی زندگی کا زمانہ قایم کرنا بھی ممکنات سے ہے یا نہیں ٭

(۹) کرشن یا مہابھارت کا زمانہ

مہابھارت کا زمانہ تعین کرنا نہایت مشکل کام ہے کیونکہ کوئی سلسلہ وار تاریخ نہیں ملتی جس سے یہ زمانہ کما حقہ صحت کے ساتھ قایم کیا جا سکے تاہم تاحال جو کچھ تحقیقات اس بارہ میں ہوئی ہے اور جس قدر مختلف رائیں اس بارہ میں قایم کی گئی ہیں اُن کو ہم اس جگہ پر ناظرین کی واقفیت کے لئے درج کرتے ہیں ٭

(الف) عام طور پر ہندؤں میں روایت مشہور ہے کہ مہابھارت کا جنگ کلجگ کے شروع میں ہوا اور کرشن کا جنم تریتا میں۔ کلجگ کو شروع ہوئے قریباً ۵۰۰۰ برس مانے جاتے ہیں محققین علم ہندسہ نے بھی اپنی تحقیقات سے کلجگ کا زمانہ ۴۹۹۶ برس سے ثابت کیا ہے جو اس روایت سے مطابقت کھاتا ہے ٭

(ب) کشمیر کی تاریخ راج ترنگنی کا مصنف لکھتا ہے کہ کل جگ کے ۶۵۳ سال میں گونندہ کشمیر میں حکمران تھا اور یدھشٹر کوروجنگل میں اور گونندہ نے قریب ۳۵ سال حکومت کی جس سے یدھشٹر کا زمانہ قریب ۲۴۰۰ سال قبل از مسیح قایم ہوتا ہے یعنے آج سے ۴۳۰۰ سال پہلے ٭

(ج) اوشنیہ پران سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہاراج یدھشٹر کا پوتا پریکشت راجہ نند سے ایک ہزار پندرہ سال پہلے ہوا۔ پہلا نند چندر گپت سے سو سال قبل ہوا چندر گپت نے مسیح سے ۱۵۰۲ سال پہلے حکومت پائی جس سے پریکشت کا زمانہ ۲۴۳۰ سال قبل مسیح قایم ہوتا ہے ؞

(د) ایک اور جگہ وشنو پران پریکشت کا زمانہ ۱۲۰۰ سال کل یگی قایم کرتا ہے جس سے پریکشت کا زمانہ قریباً ۱۹۰۰ سال قبل از مسیح نکلتا ہے ؞

(س) مہابھارت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں جنگ مہابھارت ہوا تھا اُس زمانہ میں سب سے چھوٹا دن اور سب سے بڑی رات ماہ ماگھ میں ہوا کرتی تھی کیونکہ بھیشم پتامہ سورج کے خط استوا کے شمال میں چلے جانے کے بعد فوت ہوئے لیکن اب ۲۱ دسمبر کو سب سے بڑی رات اور سب سے چھوٹا دن ہوتا ہے۔ علم ہیئت کے جاننے والے یہ حساب لگاتے ہیں کہ اس تبدیلی کو واقع ہوئے کم از کم [illegible] سال ہوئے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جنگ مہابھارت کو ہوئے ۲۲۶۴۳ سال سے کم نہیں ہو سکتے۔ زیادہ خواہ کتنا ہو ؞

(ش) علم ہیئت کی مدد سے جو زمانہ قایم کیا جاتا ہے اُس پر مسٹر بال گنگا دھر تلک نے اپنی کتاب موسومہ (اورین) میں بہت بحث کی ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ علم ہندسہ کے رو سے بھی وہ زمانہ جبکہ ماہ ماگھ میں سورج اوترائین میں داخل ہوتا تھا بہت زیادہ قدیم ثابت ہوتا ہے اسکے علاوہ پراچین سنسکرت لٹریچر میں بھی ۱۱ موقعوں پر مہابھارت کے ہیروز کا تذکرہ آتا ہے جس سے یورپین محقق یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اصل جنگ مہابھارت

ان تمام کتب کی تصنیف سے بہت پہلے وقوع میں آئی ۔

(۱۰) پراچین سنسکرت لٹریچر میں کرشن و دیگر ہیروز مہابھارت کا تذکرہ

پانینی منی کی بنائی ہوئی اشٹا دھیائی کے سوتروں میں یُدھشٹر اور کُنتی واسدیو اور ارجن کے نام آتے ہیں ۔ مثلاً آٹھویں ادھیائے کے تیسرے پاد کے ۹۵ سوتر میں لفظ یُدھشٹر واقعہ ہوا ہے ۔ اسی طرح چوتھے ادھیائے کے پہلے پاد کے ۱۷۶ سوتر میں کُنتی کا لفظ آتا ہے ۔ اور علاوہ ہذا اسی ادھیائے کے تیسرے پاد کے ۹۸ سوتر میں واسدیو اور ارجن کے نام آتے ہیں ۔

پروفیسر گولڈ سٹکر کی یہ رائے ہے کہ پانینی برہمن گرنتھوں اور اپنشدوں وغیرہ سے پراچین اور زیادہ قدیم ہے ۔ چنانچہ سوامی دیانند کی بھی یہی رائے ہے ۔ برہمن گرنتھوں میں سے اِشتری براہمن اور شت پتھ براہمن میں پریکشت اور جنمیجے کا ذکر آتا ہے جنمیجے پانڈوں کے پڑپوتے کا نام تھا جس کے دربار میں اول مہابھارت سنائی گئی ۔ اس کے علاوہ تیتری آرنک میں کرشن جی کا نام آتا ہے ۔ چھاندوگ اپنشد میں دیوکی پتر کرشن کا ذکر ہے ۔ آشولائین گرہیہ سوتروں میں جنگ مہابھارت کا ذکر آتا ہے (دیکھو پروفیسر مکس مولر کا انٹرڈکشن مندرجہ مہابھارت مصنفہ رومیش چندر دت) اسی طرح مہارشی پاتنجلی کے مہابھاشیہ میں کئی جگہ اس امر کا حوالہ دیا ہے کہ کرشن واسدیو نے اپنے ماموں کنس کو مارا وغیرہ وغیرہ

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بیاس چھ درشن کاروں میں سب سے آخری

درشن کا رہے - دیاس کو ویدانت درشن کا مصنف مانا جاتا ہے اب
ان تمام حوالجات کی موجودگی میں یہ یقین کرنا سخت مشکل ہے کہ جنگ۔
مہابھارت کب وقوع میں آیا اور نظم مہابھارت کب تصنیف ہوئی
اور کون سے بیاس نے اسکو بنایا یا تصنیف کیا ؛

بہر حال یہ نتیجہ نکلا کہ جنگ مہابھارت کو ہوئے بہت مدت مدید گذر
گئی اور اصل قصہ مہابھارت کا جنگ سے تھوڑی دیر بعد لکھا گیا مگر بعد
زمانہ میں اُس میں تبدیلیاں ہوتی رہیں حتےٰ کہ آج یہ سب کچھ تاریکی میں ہے
اور ہمارے واسطے مہابھارت کی لڑائی اور تصنیف کتاب کا صحیح زمانہ قایم
کرنا ناممکن ہے ؛

اگر حقیقت میں جنگ مہابھارت اونپشدوں اور سوتروں کے زمانہ
سے پہلے ہوا اور اصل گرنتھ بھی اُس سے پہلے بنایا گیا تو اُس میں کچھ کلام
نہیں ہو سکتا کہ موجودہ مہابھارت میں جتنے خیالات اُس زمانہ کے دھرم
سے متناقص ہیں وہ سب بعد کی ملاوٹ ہیں اور اصل مصنف کے
نہیں ہیں ؛

(۱۱) کیا یہ قصہ فرضی ہے

بعض محققین نے یہ رائے قایم کی ہے کہ مہابھارت کا قصہ فرضی ہے
اور استعارات کے طور پر بیان کیا گیا ہے اور بعضوں نے لڑائی کو تو
واقعی مانا ہے مگر ہیروز کو فرضی قرار دیا ہے - ہمارے رائے میں یہ
دونوں خیالات غلط ہیں جس کی وجوہات حسب ذیل ہیں ؛

(۱) کرشن اور راجن کے شجرہ نسب کا پورا پورا پتہ چلتا ہے اُس شجرہ نسب میں ایسے راجگان اور مہاراجگان کا ذکر آتا ہے جنہوں نے تاریخی زمانہ میں راج کیا ہے ÷

(۲) سارے سنسکرت لٹریچر کا وزن شہادت جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اس خیال کی تردید کرتا ہے ÷

(۳) قصے اور قصے کے متعلقین کے نام زبان زدِ خلایق ہیں اور اُن حصص ملک میں بھی اچھی طرح سے معلوم ہیں جہاں کہ صدیوں سے پڑھنے لکھنے کا نشان نہیں پایا جاتا اور متعلقین قصہ کے نام سے اکثر مقامات نامزد ہیں فرضی ہونے کی صورت میں ایسی عالمگیر روایات کی موجودگی ناممکن تھی ÷

(۴) جو ٹوٹے پھوٹے تاریخی نشانات سنسکرت لٹریچر میں پائے جاتے ہیں اُن سے بھی قصہ کے مہان واقعات کی تصدیق ہوتی ہے ÷

(۵) اگر قصہ کو اصلی مان لیا جاوے تو متعلقین قصہ کے نام فرضی ماننے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی اور ایک اور سوال لاحل پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ نام فرضی ہیں تو قصہ کے اصل ہیروز کے نام کیا تھے ÷

(۶) کرشن کا بطور اوتار پرستش کیا جانا اس امر پر استدلال کرتا ہے کہ کرشن کسی فرضی شخص کا نام نہیں تھا ÷

(۷) ہمارے مخالفین محض خیالی طور پر اس بات کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے اس خیال کی تائید میں کوئی بھی واقعہ موجود نہیں ہے بعض مصنف صرف اس بات کا سہارا لیتے ہیں کہ پراچین آریہ ورت میں دستور نہ تھا کہ ایک عورت کے کئی خاوند ہوں پس دروپدی کا پانچ پانڈوں سے

شادی کرنا محض ایک استعارہ ہے اور اصل واقعہ نہیں ہے مگر مہابھارت
کے پڑھنے والوں کو معلوم ہے کہ مصنف نے اس واقعہ کو بطور مستثنیات
کے بیان کیا ہے اور غیر معمولی نامناسب کارروائی کے لئے خاص وجوہات
دی ہیں۔ بہرحال اس قدر زبردست شہادتوں کی موجودگی میں بعض صاحبان
کا یہ خیال ہمارے لئے قابل سند نہیں ہو سکتا۔ اور ہم ہرگز باور نہیں
کر سکتے کہ کرشن اور ارجن وغیرہ نام فرضی اشخاص کے نام ہیں*

(۱۲) کیا کرشن جی پرماتما کے اوتار تھے

مندرجہ ذیل صفحات میں جو واقعات کرشن مہاراج کی زندگی کے ہم نے
اکٹھے کئے ہیں اُن کے پڑھنے کے بعد ناظرین بہتر طریق پر یہ رائے
قایم کر سکیں گے کہ آیا یہ دعوے کہاں تک وقعت اور معنے رکھتا ہے
کہ کرشن مہاراج نے پرمیشر کے اوتار (یا مسیح خود خدا) ہونے کا دعوے
کیا۔ ہمارا یہ خیال ہے کہ نہ کرشن چندر مہاراج نے یہ دعوے کیا اور نہ
اُن کے زمانہ میں کسی شخص نے اُن کو یہ پدوی دی یہ سب واقعات
نئی گھڑنت ہیں اور بدھ زمانہ کے بعد کے ہیں*

تمام ویدک لٹریچر اوتاروں کے مسئلہ کے برخلاف ہے وید پکار پکار
کر کہتا ہے کہ پرمیشر کبھی دیہہ دھارن نہیں کرتے اور یورپین محقق بھی اس
بارہ میں ہمارے ساتھ متفق ہیں کہ اوتاروں کا خیال بدھ ازم سے بعد
جاری ہوا اور بدھ کے زمانہ سے پہلے ہندوستان میں بت پرستی اور اوتاروں کا
کوئی معتقد نہ تھا۔ بہرحال کتاب کے خاتمہ پر ہم زیادہ وضاحت سے اس

مضمون پر بحث کرینگے کہ کرشن مہاراج کی زندگی کے واقعات کہانتک
ہمارے اس خیال کی تائید کرتے ہیں اور ناظرین بھی اس جیون چرتر کو
پڑھکر بہتر اور صائب تر رائے قایم کر سکینگے ۔ ناظرین مندرجہ ذیل صفحات
میں ہم آپ کے سامنے ایک مہان پرش کی زندگی کے وہ واقعات پیش
کرتے ہیں جن کو ہم معتبر خیال کرتے ہیں ۔ کرشن جی مہاراج گو اوتار نہ تھے اور
انسان ہی تھے مگر انسانوں کی فہرست میں اُس اعلےٰ درجہ کے انسان تھے
جنکو سنسکرت فاضلوں نے واجبی طور پر "مریادا پرشوتم" کا خطاب دیا ہے وہ
اپنے زمانہ کے اُستاد تھے ۔ یودھا بیر اور صاحب علم و صاحب کمال تھے انکی
زندگی ہمارے لئے بیشمار بیش بہا ہدایات سے پُر ہے اور ہم اُنکے گراں
مایہ تعلیم سے بہت کچھ فایدہ اُٹھا سکتے ہیں بشرطیکہ ہم اپنے آپ کو اُن کا
خاکپا سمجھ کر اُن کی بیش قیمت نصیحتوں سے فایدہ اُٹھانے کے خواہشمند
ہوں میری رائے میں تو آجکل اس امر کی بہت ضرورت ہے کہ ہندو تعلیم
یافتہ جماعت کرشن جی کی سوانح عمری پر خاص توجہ دے اور ان کے تعلیم
تلقین کو نہایت غور و فکر کی نگاہوں سے دیکھے کیونکہ یورپ کا ناستک فلسفہ
بہت سے ہندو نوجوانوں کی طبعیت کو ڈانوا ڈول کر کے اُنکو ہندو دھرم
کی اصل سپرٹ سے علیحدہ کر رہا ہے اور جوق در جوق ہندو نوجوان اپنے
اتما سے بالکل بے پرواہ سر کے بل یورپین تھیوری آف لایف کے پیچھے بھاگے
جا رہے ہیں ۔ اُن کی نظروں میں سوائے عیش و آرام و لطیف کھانوں
عمدہ پوشاکوں فیشنیبل سواریوں کے مزے اُڑانے کے زندگی کا اور کوئی منشا
و مطلب ہی دکھائی نہیں دیتا ۔ وہ لوگ روحانیت سے محض نا آشنا ہیں

اور مذہب کے نام سے اُنہیں نفرت ہے۔ وہ مذہب کو انسانوں کی تمام
تکلیفوں کا سبب سمجھتے ہیں۔ اور اسی میں ہندوستان کی بہتری اور بہبودی خیال
کرتے ہیں کہ عجیب الخلقت فتنہ پرداز نفاق انگیز مفسد خیال کو بیخ و بن سے
اکھاڑ دیا جاوے۔ اور محض شخصی آزادی کی بنیاد پر ایک "کومن ویلتھ" کھڑا
کیا جاوے جس میں کوئی کسی سے نہ پوچھے کہ تیرا مذہب کیا ہے اور تو
کچھ مذہب رکھتا ہے یا نہیں؟ اُن کی رائے میں تمام مذہبی کتابیں سمندر
میں غرق کر دینی چاہیئیں اور تمام مذہبی سوسائٹیاں جلاوطن کر دینے کے
لایق ہیں۔ ورنہ ہندوستان کا اُدھار ناممکن ہے انکی رائے میں ہندوستان
کا پولیٹیکل اُدھار اسی پہ ہے کہ کسی دوسرے کی زندگی پر سوال کرنے کا مجاز
نہ ہو ہر ایک شخص کو پوری آزادی ہو جو چاہے کھاوے پیوے۔ اور جو
چاہے سو کرے صرف حکومت میں اُن کو حصہ مل جاوے اور بڑے بڑے
عہدے اُن کو ملنے لگیں۔ گورنمنٹ کے مشوروں میں ان کو دخل ہو ٹیکس
لگانے اور موقوف کرنے میں اُنکی پوچھ ہو وغیرہ وغیرہ اور وہ ہر قسم کی مذہبی اور سوشل
پابندی سے آزاد ہو جاویں۔ ایک بڑی کثیر تعداد ہندو تعلیم یافتہ نوجوانوں
کی اس خیال کی پیرو ہے مگر دوسری طرف جس جماعت کو روحانی ترقی
کا خیال ہے۔ جنکو مذہب یا مذہبی فلسفہ سے نفرت نہیں وہ ویراگ ویدانت
یوگ اور سنیاس کے شکار ہوتے جاتے ہیں ان کی نگاہوں میں دنیا
محض ایک حباب ہے اور دنیاوی عیش و آرام۔ دولت و مال سب قابل
نفرت اُن کو دنیاوی ترقی کی پرواہ ہی نہیں اور وہ اپنے زعم میں یکدم
برہم یا پرم یوگی بننے کے ابھلاشی ہی نظر آتے ہیں۔ اُن کی نگاہوں میں وہ لوگ

پاگل ہیں جو مادی ترقی کی طرف قوم کا میلان بدلنا چاہتے ہیں۔ انکی نگاہ میں ایسے لوگ صرف پاگل ہی نہیں بلکہ مجرم اور قابلِ نفرین ہیں؀

آجکل کی ہندو تعلیم یافتہ جماعت عموماً ان دو گروہوں میں منقسم ہے جن میں بعد المشرقین کا فاصلہ ہے؀

مگر ایک درمیانی گروہ کسی قدر اور ہے جس کو یہ دونوں اوّل الذکر جماعتیں کسی قدر نفرت اور کسی قدر حقارت سے دیکھتی ہیں۔ یہ گروہ چاہتا ہے کہ ہندو اپنے قدیم شاستروکت دھرم پر قایم رہیں اور اُس دھرم کی تعلیم کے انوسار دنیاوی ترقی بھی کریں۔ اور قومی بہبودی کے راستے پر چلیں۔ یہ گروہ جہاں ایک طرف قوم کو نویں ویدانت اور بے محل ویراگ کے اثر سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے وہاں دوسری طرف یورپ کے مادی ناستک فلاسفے سے بھی بچانا چاہتا ہے۔ مگر انسان میں یہ کمزوری ہے کہ وہ (انتہا) کی طرف زیادہ میلان رکھتا ہے جس کو سنسکرت میں اتی دوش کہتے ہیں ہماری قوم میں یہ کمزوری زوروں پر ہے اور اس لئے آجکل کی روشنی کے زمانہ میں ہمارے نوجوان اسی قسم کا میلان رکھتے ہیں اپنے خیالات اور اپنی عادات میں متوسط (درجہ) پر رہنا اُن کے لئے ازبس مشکل ہے ایسے اشخاص کے لئے سری کرشن کی سوانح عمری اور ان کی فلاسفی اور ان کی تعلیم نہایت مفید ہے۔ مگر افسوس ہے تو یہ ہے کہ گیتا اور مہابھارت کا مطالعہ کرتے ہوئے لوگ سری کرشن کی تعلیم کے سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں اور اُس سے ویراگ۔ اور یوگ اور ویدانت شند کر کے دنیا وما فیہا پر لات مار بال بچوں کو چھوڑ بال بکھیر بھگویں بستر پہن پرہی دا بچا

چاریہ (سنسکرت میں سنیاسیوں کی انتہا سے اعلےٰ پدوی ہے جو صرف اعلیٰ
درجہ کے یوگی اور فاضل سنیاسیوں کے حصہ میں آتی ہے) بننے کی دُھن میں
لگ جاتے ہیں۔ ہائے افسوس وہ یہ نہیں سمجھتے کہ جس کرشن نے ارجن کو لڑنے
کے لئے آمادہ کیا جس نے جنگ مہابھارت کے خاتمہ پر یدھشٹر کو اس کی اپنے
منشاء کے خلاف راج کرنے پر مجبور کیا۔ اور جس نے خود شادی کی اور بال بچے
پیدا ہوئے اور کثیر حصہ اپنی زندگی کا دنیا کے کاروبار میں صرف کیا جس نے
اپنے دشمنوں سے بدلہ لیا جس نے دُشٹوں اور ظالموں کو پامال کیا۔ اور
غریبوں اور مظلوموں کو مدد دی جو خود دنیا میں رہتے ہوئے دنیاوی دھرم
کو پالن کرتا ہوا اعلےٰ درجہ کی روحانیت کو پہنچا ہو اس کی تعلیم سے ہم
کیسے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ ہمارے لئے یہی اچھا اور کلیان کاری طریق
ہے کہ ہم اپنے بال بچوں اور والدین کو چھوڑ کر جنگل میں چلے جاویں یا اپنا
دنیاوی دھرم پالن کئے بغیر یوگ سادھن میں لگ جاویں۔ شروع سے آخر تک
کرشن کی زندگی کا لب لباب یہ ہے کہ انسان کو نہایت وفاداری اور ثابت
قدمی اور نیک چلنی اور دیانتداری سے اپنے فرائض متعلقہ کو خواہ وہ دنیاوی
ہوں یا دینی انجام دینا چاہئے اسی سے (نش کام) حالت اس کو نصیب ہو گی
اسی سے سچا گیان اس کو ملیگا اور اسی سے اس کو پرم موکش حاصل ہو گی کرشن
نے میدان جنگ میں ارجن کے لئے جائز نہیں بلکہ فرض واجبی ٹھہرایا اور ثابت
کیا ہے کہ وہ اپنی کشتری دھرم کے پالنے میں اور اپنے راج فرائض کی
انجام دہی اور اپنے کنبہ کی رکھشا میں اپنے ہاتھ سے لاکھوں خلق خدا کا خون
بہاوے اور اپنے ہی خاندانی بزرگوں عزیز و اقارب کے سر کاٹے اس نے خود اپنے ہاتھ سے

بہت سی لڑائیوں میں ہتھیار چلائے اور خون کئے - ایسے شخص کی تعلیم کب اس امر کو جائز رکھ سکتی ہے کہ بیسویں صدی بکرم کی پتت[1] ہندو جو اپنی ضد سے نہ پورن براہمن ہیں اور نہ پورن کشتری اور نہ دیش اپنے بال بچوں اور سنبندھیوں کو سخت افلاس اور مصیبت میں چھوڑ کر اور قومی فرائض پر لات مار کر بلا برہم چریہ پالن کئے بنا گرہست و آشرم کو نبھائے - اور بنا پنہاں لوگ وید و شاستر کو پڑھے - بنا اپنے ورن و آشرم کے فرائض کو انجام دینے کے یوگ سادھن میں مصروف ہوں اور خود برہم بننے کے زعم میں جنگلوں کا راستہ لیں ٭

کرشن کے دھرم کے انوسار ہر ایک منش کا فرض ہے کہ جبتک وہ براہمن پد وی کا مستحق نہ ہو جاوے تبتک وہ اپنے دشمنوں کیساتھ لڑائی کرے اور اگر دھرم - کرم - انصاف - سچائی - مظلوموں کی حق رسی - اور خلق خدا کی حفاظت کیلئے اپنے اور اپنوں کی جان و مال کے بچاؤ کے لئے بیوپاری ظالموں ستمگروں - غاصبوں - بدنیتی سے دوسروں کے حق کو غصب کرنے والوں کے سر کچلنے کی ضرورت پڑے تو اپنی جان پر کھیلکر بھی اس سے درگزر نہ کرے - ان فرائض کے انجام دہی میں جھجک دیا اور بے موقعہ و محل کے ویراگ کو پاس تک نہ پھٹکنے دے اگر ہر ایک زبردست و مظلوم اپنے ظالم اور حق دبانے والے کے مقابلہ میں دیا کا یا رحم کا استعمال کرے اور ویراگ کو کام میں لاوے تو دنیا سے انصاف اور حق رسی بالکل ہی اُٹھ جاوے ایسے موقعہ پر دیا اور ویراگ تو محض بزدلی اور کایرین کا کام ہیں اور اگر لوگ یہ کہیں کہ جب کچھ نہ بن پڑا تو ویراگ کا سہارا لے لیا تو یہ کہنا کچھ بیجا نہیں - بعض لوگ عیسائی مذہب کو اس لئے بھی لایق تعریف خیال کرتے ہیں کہ اُس میں ...... یہ تعلیم دیگئی

[1] اگرے ہوئے -

ہے کہ اگر کوئی تیری گال پر طپانچہ مارے تو تو دوسری اُس کے آگے کر دے لیکین
ان سے پوچھے کہ اس تعلیم پر کبھی عملدرآمد بھی ہوا ہے اور خود عیسائی قومیں
کہاں تک اسپر عمل کرتی ہیں۔ نیچر اسکے خلاف تعلیم دیتا ہے۔ یہ باتیں محض کہنے
ہی کی ہیں کوئی سامرتھ والا انسان کبھی اس کایرتا (بزدلی) کو عمل میں نہیں لا
سکتا۔ جو لوگ کرشن کی تعلیم پر بیجا نکتہ چینی کر کے اس کو مہابھارت کی لڑائی کا
اور اس سے جو خون اور نقصان ہوئے اُن کا ذمہ وار ٹھہراتے ہیں وہ ذرا سوچیں
تو سہی کہ اُن کے فلاسفہ کے کیا معنے ہیں۔ اگر اُن کے گھر میں کوئی چور یا ڈاکو یا
بدمعاش یا زانی شخص آ گھسے تو کیا وہ اس موقعہ پر یہ بدیا کا استعمال کرینگے!
کوئی ذی ہوش اور سامرتھ والا دیاوان اُس چور یا ڈاکو کو اپنا مال لیجانیکی
اجازت دیگا یا اپنی جان و مال و عصمت کی حفاظت کیلئے اسکے اُس فعل ناجایز
سے بچنے یا اُس ظلم کو نقصان پہنچانے میں (اگر ایسی ضرورت پڑے) تامل کریگا؟
پس کیا دھرم کا یہی تقاضا تھا کہ ارجن میدان جنگ سے بھاگ جاتا اور ان تمام امیدوں پر پانی
پھیر دیتا جنکے سہارے یدھشٹر اور دیگر مہارتھیان نے اپنی فوجیں میدان جنگ میں جمع کی تھیں
کیا اسوقت کرشن کا یہی فرض تھا کہ ارجن کو بھاگتا ہوا دیکھ کر خود بھی اُسکے ساتھ بھاگ جاتا
بجائے اسکے کہ ارجن کو لڑنے پر آمادہ کرتا ہم حیران ہیں کہ جو لوگ کرشن پر اس قسم کی بیجا نکتہ چینی
کرتے ہیں وہ کسطرح سے دھرم کے مددگار اور دھارمک خیالات کے پرچارک کہلا سکتے ہیں
انکا دھرم غالباً محض لکچروں اور اپدیش اور کتھا کے لئے ہے انسان کی زندگی کیلئے
نہیں۔ انکو اس سے سروکار نہیں کہ انکا دھرم انسانی بناوٹ انسانی ضروریات اور دیگر انسانی
حالات میں قابل عملدرآمد بھی ہے یا نہیں اُن کو محض اس امر کی غرض ہوتی ہے کہ انکی
آواز اور انکا دھرم سننے والوں کے کانوں کو میٹھا لگے۔ اور لوگ ان کے خیال کی تعریف کریں ہمارا تو

اپنا وشواس ہے کہ دنیا کے اس جھوٹے خیال اور ویراگ کے بےموقعہ برتاؤ نے ہی ہندوؤں کا
ناش کر دیا اور ہندو بزرگی کو خاک میں ملا دیا نہ ان کو دنیا کا چھوڑا نہ دین کا - اور اگر ہندو
اب بھی ان خیالات کے نتیجہ سے نکلنا نہیں چاہتے جبکہ زمانہ حال کی تعلیم و تربیت یورپین
تہذیب اور ترقی کی تاریخ اور گیتا بھی انکو یہی سکھلاتی ہے کہ وہ ان جھوٹے نا قابل عمل اور
خیالات کو چھوڑ دیں تو ہندوؤں کی ترقی کا خیال محض افسانہ ہے - ان خیالات کے معتقد
نہ دینی ترقی کر سکتے ہیں نہ دنیوی کیونکہ عالم ارواح میں بھی اسیکی پرواہ ہے جو عالم اجسام
سے مقررہ اور نیچرل قواعد کے امتحانات پاس کر چکا ہوا روحانی ترقی کے زینہ پر چڑھے عالم
ارواح میں اُن لوگوں کو گھسنا نصیب نہیں ہو سکتا جو عالم اجسام کے امتحانات اور قواعد پر
لات مارتے ہوئے اپنی خودی یا خود رائی کے زعم میں بے قاعدہ اس دربار عالی میں جانے کی
کوشش کرتے ہیں جہاں صرف اُن لوگوں کو دخل ہے جنہوں نے دنیا کی کڑی محنتوں کو برداشت
کر کے سخت سے سخت امتحانات کو پاس کیا ہے اور باقاعدہ سادھنوں سے اپنی آتما اور من
کو اس قابل بنایا ہے کہ وہ صفائی اور نیک نیتی اور پوترتا سے بلا کسی ذاتی خواہش اور غرض
کے نشکام حالت میں اس نور حقیقی کے پاؤں چومنے کے لائق ہوں جسکی روشنی سے سورج
اور چندرماں چمکتے ہیں اور جسکی ضیا سے دنیا منور ہے اور جسکے حکم میں سب کچھ آسمان اور زیر و بالا ہے
مندرجہ ذیل صفحات میں ہم اس قسم کے ایک مقدس مہاں پرش کے حالات شائع کرتے
ہیں جسنے انسانی جسم میں سخت سے سخت کڑی سے کڑی محنتوں کو برداشت کیا اور اپنی
زندگی میں دھرم کا پالن کرتے ہوئے دھرم انوسار اپنے دشمنوں اور دھرم اور انصاف
کے دشمنوں کو پامال کیا رہا یہ کہ آیا کرشن نے ادویت کی تعلیم دی یا دویت کی یعنی کرشن کی تعلیم
کے مطابق آتما اور پرماتما ایک ہی ہیں یا علیحدہ علیحدہ یہ ایسا سوال ہے جسپر ہم اس کتاب کے
دوسرے حصہ یعنی گیتا کے ترجمہ اور ٹیکا کے انٹروڈکشن میں بحث کرینگے - لاجپت رائے ۔ نومبر سنہ ۱۹۰۰ع

اوم

سری کرشن کی سوانح عمری

فصل اوّل

کرشن کی جنم بھومی (جائے پیدائش)

"گوبندا کے بنوں میں جہاں کہیں کرشن جی گوپیوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے
اب اُن کی بنسری کی گونج سنائی نہیں دیتی گو جمنا کی دھار آج دن پاک
گائے کے خون سے آلودہ ہوتی رہتی ہے*
تاہم یاتری کے لئے تو وہ بھومی اب بھی پاک ہے اور اس کے خیال میں
مقدس جارڈن[1] کے سمان ہے جس کے کنارے بیٹھ کر وہ جلاوطن کئے گئے بنی اسرائیل
کی طرح اپنے بیت المقدس متھرا کی قدیم بزرگیوں کو یاد کر کے آنسو بہاے
(کرنیل ٹاڈ صاحب)

زمانہ کی تبدیلی سے۔ انگریزی تعلیم سے۔ نئے نئے جذبات کے پیدا ہو جانے
سے ہندو تعلیم یافتہ جماعت کے اعتقادات و خیالات میں کتنا ہی بھید کیوں
نہ ہو مگر کونسا ہندو ہے جس کو گنگا اور جمنا یہ دو نام پیارے معلوم نہ ہوتے ہوں
اور جس کے دل میں ان دونوں الفاظ کے منہ پر آتے یا کان میں پڑتے ہی کسی

[1] بیت المقدس کے متصل ایک دریا کا نام ہے۔

قسم کا بھی کوئی جذبہ پیدا نہ ہوتا ہو۔

پیاری جمنا! کیا تو وہی جمنا ہے جس کے ریت میں ہمارے مہاں پرش۔ بیر یودھا اپنے بچپن کے زمانے میں بازی کرتے رہے۔ جس کے کنارے پر بڑے ہو کر انہوں نے تیراندازی سیکھی اور جس کی نیل گون دھارا میں غوطے مارتے ہوئے وہ گھنٹوں گذار دیتے تھے۔

جمنا! کیا سچ مچ تو وہی ندی ہے۔ جس کے پانی نے اناتھ پانڈوؤں کے جلے بھنے ہوئے دلوں کو شانتی دی تھی اور جس کے کنارے انہوں نے نہایت شوق سے۔ محنت سے اور کثیر صرف سے وہ اندر پرست آباد کیا تھا جو کسی زمانے میں رشک جنّت تھا۔ جس کے عالیشان محل آسمان سے باتیں کرتے تھے۔ اور سجاوٹ و پاکیزگی میں باغ ارم کا نمونہ تھے +

جمنا! کیا حقیقت میں تو وہی دریا ہے جس کے لق و دق جنگلوں کو پانڈوؤں نے وحشی انسان و خونخوار درندوں سے پاک کر کے کنارے کنارے عالی شان۔ خوب صورت۔ اور بارونق شہر آباد کئے تھے اور جہاں کسی زمانہ میں آریوں کا راج تھا۔ جہاں آرین عظمت۔ اور آرین بزرگی کا جھنڈا اتنی بلندی سے لہراتا تھا۔ کہ سینکڑوں کوسوں سے دشمن کا دل اس کو دیکھ کر دہل جاتا تھا اور دوست کا حوصلہ بڑھ جاتا تھا۔

جمنا! کیا تو وہی دھارا ہے جس کے پانی میں کرشن مہاراج کلول کیا کرتے تھے۔ اور جس کے کنارے اُن کی بنسری کی آواز پر اس طرح گونج پڑتے تھے کہ مانو خاکی زمین میں بھی روح پڑ گئی۔

جمنا کیا تو وہی ندی ہے جہاں دیوکی جی کرشن جیسے مہابلی۔ مہا یودھا

یہاں گیانی جہاں پُرش کو پیٹ میں لئے اشنان کرنے آتی تھیں اور جس کے
کنارے بیٹھ کر وہ ہر روز پرماتما سے اپنے بچہ کی جان بخشی کے لئے دست
بہ دعا ہوتی تھیں۔
جمنا! ہمیں تجھ سے یہ سوال پوچھنے کی اس واسطے ضرورت ہوئی کہ زمانہ
نے تیری صورت بدل دی صدمات سہتے سہتے تیرا سینہ چاک ہوگیا چہرے
کی رونق جاتی رہی۔ آنکھوں اور بھووں کے بال تک اُڑ گئے۔ آج تیرے
کناروں پر نہ وہ شہر ہیں نہ وہ آبادیاں ہیں۔ نہ وہ جاہ و جلال ہے نہ وہ شان
و شوکت۔ نہ وہ قلعے ہیں۔ اور نہ وہ جھنڈے۔ نہ وہ بیر ہیں نہ بودھا۔ نہ وہ دیو
ہیں اور نہ وہ دیویاں۔
ترکوں۔ تاتاریوں۔ مغلوں نے نیز پٹھانوں۔ وغیرہ نے تیری چھاتی
پر وہ مونگ دلے کہ مارے زخموں کے چھاتی چھلنی سی ہوگئی تیرے کناروں
کی آبادیاں اپنی موجودہ بربادی میں تیری پرانی حشمت کو یاد کر کے آٹھ آٹھ
آنسو بہاتی ہیں۔ نہیں۔ دور دور سے اب بھی یاتری تیرے کنارے
بیٹھ تیری پورانی شان کو یاد کر کے رونے کے لئے برابر چلے
آتے ہیں۔ تیرے کنارے اب بھی ایک شہر آباد ہے جو ہم کو ساری
پرانی بڑائی یاد دلاتا ہے۔ اور جس کے کھنڈرات اُس کے جدید عالیشان
مندروں کے ساتھ مل کر شان کبریائی کا ایک عجیب تماشا دکھاتے ہیں؛
ناظرین آپ سمجھ ہی گئے ہونگے کہ ہماری مراد متھرا سے ہے جو مہاراج
کرشن کی جنم بھومی ہونے کے کارن ہندوؤں کا ایک مہان تیرتھ ہے اور
جس کی تعریف میں ہندو شاعروں نے بڑی بڑی بھاری کتابیں تصنیف

کر ڈالیں۔

روایت یہ ہے کہ مہاراج رام چندر کے زمانہ میں اُس مقام پر جہاں متھرا آباد ہے ایک بڑا گھنا بن تھا جو ایک جنگلی راجہ مدھو کے تسلّط میں تھا۔ اور جس کے نام پر اس علاقہ کو مدھوبن کہتے تھے۔

مدھو کے مرنے کے بعد اُس کے پسر لون نے مہاراج رام چندر کو لڑائی کے لئے چیلنج دیا جس پر سترگن لڑنے کے لئے بھیجا گیا۔ لڑائی میں لون ہار گیا اور مہاراج سترگن کی جے ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے اس مقام پر شہر متھرا آباد کیا۔ اس آبادی کا نام متھرا کیوں رکھا گیا؟ یہ ایسا سوال ہے جس کا جواب دینا مشکل ہے۔ ممکن ہے کہ مدھو پوری سے بگڑتا بگڑتا متھرا بن گیا ہو یا ممکن ہے کہ سنسکرت شبد "متھ" اس کا مخرج ہو۔ متھ کے معنے رڑکنے یعنی مکھن نکالنے کے ہیں۔ دودھ۔ دہی و مکھن کی کثرت سے اس کا نام متھرا ہو گیا۔ چنانچہ ژند اوستھا میں بھی "متھرا" شبد چراگاہ کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ علاوہ ازیں گوکل۔ برج۔ ورندابن یہ سب نام بھی یہی ظاہر کرتے ہیں کہ پراچین زمانہ میں یہ علاقہ بڑا بھاری بن تھا۔ جو اپنی چراگاہوں اور ڈنگروں کے لئے مشہور تھا اور جہاں دودھ دہی اور مکھن کی نہایت کثرت تھی۔

تاریخی زمانہ میں اوّل اوّل متھرا کا ذکر مہاتما بدھ کی سوانح عمری میں آتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی یہ شہر شمالی ہند کے نامی شہروں میں سے گنا جاتا تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس زمانے میں بھی اس

ا۔ بھاگوت سکندہ دس ادھیائے ۲۵ میں گوکل و گوپ کا مخرج گو بہ معنے گائے کے بتایا ہے۔

کو کوئی مذہبی بزرگی حاصل تھی یا نہیں مگر مہاتما بُدھ کے طریقِ وعظ سے معلوم ہوتا تھا کہ غالباً یہ شہر اُس وقت بھی بڑا مرکز ہو گا کیونکہ مہاتما جی نے عموماً ایسے ہی بڑے بڑے مقامات پر وعظ کیا جہاں لوگوں کی آمد و رفت بکثرت تھی اور جہاں اُن کو اپنے خیالات کی اشاعت میں سہولت تھی۔ چنانچہ ان کی امیدیں پوری ہوئیں۔ اور متھرا کئی صدیوں تک بودھ تعلیم کا مرکز رہا۔

اس کے بعد متھرا کا ذکر یونانیوں کی فتوحات کے تعلق میں آتا ہے اور اس میں کچھ شبہ معلوم نہیں ہوتا کہ یونانیوں نے اس کو فتح کیا اور کچھ مدت تک متھرا خاندان باختریہ کے ماتحت رہا۔

اس کے بعد چینی سیاح فاہیان کے سفرنامے میں اس کا ذکر آتا ہے فاہیان عیسوی سن کے ۴۰۰ سال بعد ہند میں آیا۔ فاہیان اپنے سفرنامے میں سلطنت متھرا کا ذکر کرتا ہے جس کے دارالخلافے کا بھی یہی نام تھا۔ فاہیان کے سفرنامے کے بموجب متھرا میں اُس وقت بدھ دھرم کا زور تھا اور تمام چھوٹے بڑے اسی مذہب کے پیرو اور معتقد تھے شہر میں اُس وقت ۲۰ وہار تھے جن میں ۳۰۰۰ بودھ بھکشو رہتے تھے اور سات ستوپا یعنی مینار تھے۔ فاہیان سے دو سو سال بعد ایک اور چینی سیاح ہوان ٹسانگ ہندوستان میں زیارت کے لئے آیا وہ بھی متھرا کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ شہر متھرا کا گھیر اس وقت ۴ کوس کا تھا۔ اور اگرچہ وہاریعنی بودھ لوگوں کے مذہبی مندروں کی تعداد ۲۰ ہی تھی مگر اُن میں بھکشو یعنی بودھ فقیروں یا عابدوں کی تعداد گھٹ کر ۲۰۰۰

رہ گئی تھی۔ اور علاوہ ازیں برہمنوں نے بھی ۵ مندر بنائے تھے۔ ستوپا یعنی یادگاری منار تو اس کے وقت میں بہت تھے۔

ہوآن صاحب کے وقت میں بودھ دھرم اور برہمنی دھرم میں برتری کے لئے بڑی سخت کش مکش ہو رہی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مہاراج شنکر آچاریہ اور کمارل بھٹ کی کوششوں سے بودھ دھرم مغلوب ہوا اور براہمنی دھرم عام طور پر پھر سارے ہند میں پھیل گیا چنانچہ جس وقت محمود غزنوی کے حملے ہوئے اسوقت سارے شمالی ہندوستان میں براہمنی دھرم کا زور تھا اور متھرا ہندوؤں کا مہان تیرتھ بن چکا تھا۔ محمود غزنوی نے متھرا کو ۱۰۱۷ء میں لوٹا۔ اور مندرونکو مسمار کیا چنانچہ شہر کے سب سے بڑے اور عالیشان مندر کی نسبت محمود نے اپنے نائب کو حسب ذیل چٹھی لکھی وہ اگر کوئی شخص ایسا مکان بنانا چاہے تو بغیر ایک کروڑ دینار کے نہیں بنا سکتا۔ اور نہایت اعلےٰ درجہ کے لائق اور تجربہ کار کاریگر بھی اس کو ۲۰۰ سال سے کم میں طیار نہیں کر سکتے۔ چنانچہ محمود فخر یہ لکھتا ہے۔ کہ میرے حکم سے تمام مندروں کو جلا کر زمین سے ملا دیا گیا۔ ۲۰ روز تک شہر میں لوٹ رہی اور محمود کو ۳ کروڑ کی مالیت کا سونا چاندی وجواہرات وغیرہ ہاتھ آئے۔ تاریخ یمینی کا مصنف لکھتا ہے۔ کہ "اس مندر کی توصیف نہ لکھنے سے ہو سکتی ہے نہ تصویر کھینچنے سے" چنانچہ اس کے بعد سلطنت اسلامیہ کے عہد میں متھرا کو پھر پوری رونق نصیب نہیں ہوئی کیونکہ ہمیشہ یہ خطرہ رہا کہ مبادا مسلمان حکام کو پھر اس کے لوٹنے کا خیال پیدا ہو جاوے۔ تاہم خود مسلمانی تاریخیں اس امر کی گواہ ہیں کہ مسلمانوں کے عہد حکومت میں بارہا متھرا ان کے مذہبی تعصب کا شکار ہوا تاریخ

داؤدی کا مصنف راوی ہے کہ سلطان سکندر لودھی نے متھرا کے
تمام مندروں کو اجاڑ دیا اور مندروں سے سرائیں اور اسلامی مدرسوں کا
کام لیا۔ بتوں کو قصائیوں کے حوالہ کیا کہ وہ اُن کے وزن بناکر اپنا گوشت
تولا کریں۔" اور متھرا کے ہندوؤں کو سر اور ڈاڑھی منڈانے یا اور کسی طریق
سے پنڈ ترپن کرنے کی سخت ممانعت کی۔

سکندر کے بعد جہانگیر کے عہد تک پھر متھرا نے دم لیا۔ لیکن تاریخ آخر
اورنگ زیب کا نشانہ بنی ۱۶۶۹ء میں اورنگ زیب متھرا پر چڑھا اور
کیشب دیو کے عالی شان مندر کو گرا کر واپس آیا۔ اسی موقعہ پر اس نے
متھرا کا نام اسلام آباد یا اسلام پور رکھا۔ اس مندر پر ۳۳ لاکھ کی لاگت آئی
تھی۔ اس مندر کی مورتیاں نواب قدسیہ بیگم کی مسجد واقع آگرہ کی سیڑھیوں
میں دبائی گئیں تاکہ ہر ایک آنے جانے والے کے پیروں کے تلے آویں۔ اور
مندر کی بنیادوں پر ایک عالیشان مسجد طیار کی گئی جو اس وقت تک
موجود ہے۔ اس مندر کا نچلا چبوترہ پیمائش میں ۲۸۶ × ۲۶۸ فیٹ تھا
آخر اسلامی ظلم و ستم کا زمانہ ختم ہوا۔ اور اورنگ زیب کے مرتے ہی ہندوؤں کے
اقبال نے پھر زور مارا۔ متھرا کے علاقے پر جاٹوں نے تسلط کر لیا اور انگریزی
عملداری کے آغاز تک لڑتے بھڑتے کم و بیش علاقہ اُنکے پاس رہا۔ متھرا
کی تمام موجودہ عمارتیں اُس زمانہ کے دوران میں بنی ہیں۔ اور ایسی
عالیشان۔ اور خوبصورت ہیں کہ کیا عمارت کے لحاظ سے۔ اور کیا
کاریگری اور صنعت کے خیال سے قابل دید ہیں اور ہندوستان کی
عجائبات میں شمار کرنے کے لایق ہمارے احاطہ سے باہر ہے۔ کہ ہم

اُن کل عمارتوں کا تذکرہ اس جگہ کریں کیونکہ ایسا کرنے سے کتاب کی ضخامت بڑھ جانے کا اندیشہ ہے۔ تو بھی ہم پر لازم ہے کہ ہم اُن مقامات کا مختصر ذکر کریں جن کو روایت نے کرشن جی کی زندگی کے واقعات سے وابستہ کر دیا ہے ؛

(۱) کیشب دیو کے جدید مندر کے متصل ایک تالاب ہے۔ جس کو پوترا کُنڈ کہا جاتا ہے۔ یعنی جس میں کرشن مہاراج کے پوتڑے دھوئے جاتے تھے ؛

(۲) اسی تالاب کے کنارے پر ایک کوٹھڑی ہے جو "کارا گرہ" کے نام سے مشہور ہے یعنی جہاں پر واسدیو اور دیوکی جی قید کئے گئے تھے۔ یہی مکان ہے جہاں پورانک روایت کے مطابق کرشن مہاراج نے جنم لیا۔

(۳) دریا کے تمام گھاٹوں میں سے مشہور وسرانت گھاٹ ہے جو شہر کے محاذی کنارہ دریا کے وسط میں واقع ہے اور جس کی نسبت یہ روایت ہے کہ کنس کو مارنے کے بعد کرشن اور بلرام نے اس مقام پر آن کر آرام کیا تھا۔ اس گھاٹ کی عمارات نہایت عالیشان اور قابل دید ہیں۔

(۴) "جوگ گھاٹ" اُس مقام کا نام ہے جہاں پر کنس نے نند اور یسودھا کی معصوم لڑکی "جوگ نندرا کو" جو دیوکی جی کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی دیوکی کی سنتان سمجھ کر زمین پر دے مارا اور جہاں سے وہ دیوی کی شکل اختیار کر ہوا میں اڑ گئی ؛

(۵) "کبجا کوا" وہ مقام ہے جہاں کرشن مہاراج نے برندابن سے واپسی کے وقت ایک کبڑی کی کمر کرامات سے سیدھی کر دی تھی ؛

(۶) علےٰ ہٰذا "ارن بھومی" وہ مقام ہے جہاں کرشن و بلرام نے کنس کے پہلوانوں

سے یدھ کر کے اُن کو شکست دی ۔

(۷) جمنا پار دو چھوٹے سے قصبات ہیں جن میں سے ایک کا نام اب تک گوکل ہے اور دوسرے کا مہابن ہے۔ قصہ یہ ہے کہ نند گوپ جس کو کرشن واسطے پرورش کے سپرد کئے گئے۔ اُس وقت موضع گوکل میں رہتا تھا۔ اب جو مکانات متعلقہ سری کرشن گوکل میں دکھائے جاتے ہیں وہ عموماً مہابن میں ہیں۔ جو موجودہ گوکل سے کچھ فاصلے پر واقع ہے چنانچہ اس گھاٹ کو جہاں جنم کی راتری کو کرشن نند کے سپرد کئے گئے "ادتریشیر گھاٹ" کہا جاتا ہے اور دیگر وہ تمام مقامات دکھائے جاتے ہیں۔ جہاں کرشن کی زندگی کے اُس زمانہ کے بڑے بڑے واقعات وقوع میں آئے جو انہوں نے گوکل میں گذاری گوکل اور مہابن دونوں مقدس مقامات ہیں۔ جن میں سے گوکل دریا کے کنارے پر ہے اور اس میں بڑے بڑے عالی شان مندر ہیں۔ ان میں سے مہابن کے متصل تو شاہ جہان کے وقت تک بہت بڑا جنگل تھا کیونکہ شاہ جہان وہاں شکار کھیلنے آتا تھا۔

گوکل آج کل ایک خاصہ قصبہ ہے جس کو اپنی موجودہ حیثیت بلبھ آچاری سمپردائے کی جنم بھومی ہونے کے سبب حاصل ہوئی اس سمپردائے کی آڑ میں ایسا اتیاچار (بدچلنی) ہوتا ہے کہ قلم اس کو بیان کرتے ہوئے لجا کرتی ہے

(۸) متھرا سے چھ میل اوپر تین طرف سے پیاری جمنا کے پانی سے گھیرا ہوا بشکل جزیرہ نما قصبہ برندابن واقع ہے۔ جہاں روایت کے مطابق کرشن مہاراج نے بچپن کے کئی سال گذارے۔ سنسکرت میں "برندا" تلسی کے درخت

کہتے ہیں اور اغلب یہ ہے کہ اس جنگل میں "تلسی" کے درختوں کی کثرت سے اس کا نام برندابن ہو گیا۔ خیر اصل وجہ تسمیہ کچھ ہی ہو۔ لیکن اب تو برندابن ایسا ہی غیر فانی نام ہے جیسے کہ کرشن۔ جب تک کہ کرشن کا نام زندہ ہے تب تک اس مقام کا نام بھی نہ صرف زندہ ہے بلکہ ہندو ماتر کے لئے قابل تعظیم ہے تین طرف جمنا کا پانی اور اس کے کنارے عالی شان خوب صورت مندروں کی قطار یہ ایسا نظارہ ہے جس کو دیکھ ہر ایک انسان قدرت اور انسانی صنعت کے میل سے اپنی طبیعت کو محظوظ کرتا ہے اور گھنٹوں محض اسی نظارہ سے اپنی آنکھوں کو سیر کرتا ہے۔

بندرابن میں ۱۸۷۱ء میں ۳۲ گھاٹ اور قریب ایک ہزار کے مندر تھا۔ بندرابن وشنو سمپردا ے کا زبردست گڈھ ہے اور رادھا بلبھیوں کی جنم بھومی ہے۔

(۹) اس فصل کو ختم کرنے سے پہلے ہم چند اور الفاظ کی تشریح کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

"برج منڈل" متھرا کے گرد و نواح میں ۴۲ میل کی لمبائی اور اوسطاً ۳۰ میل کی چوڑائی میں جو علاقہ ہے اس کو "برج منڈل" کہا جاتا ہے۔ کرشن کے تمام معتقد اس سارے علاقہ کی یاترا کرتے ہیں۔ اس یاترا کو "بن یاترا" کہتے ہیں۔ برج کے اصلی معنے ڈنگروں کے ریوڑ کے ہیں۔ جیسے گوکل کے معنے گؤوں کے ریوڑ کے ہیں "بن یاترا" ماہ بھادوں کرشن جی کے جنم کے تعلق میں ہوتی ہے۔ یاتری متھرا سے شروع کر کے تمام برج منڈل میں گھومتے ہوئے۔ مندروں۔ بنوں۔ گھاٹوں کی یاترا کرتے ہوئے

گوکل - مہابن - بندرابن - و دیگر استھانوں سے ہوتے ہوئے پھر متھرا میں واپس
آتے ہیں - کتاب کے اگلے حصص میں موقعہ بہ موقعہ ہم بتلائیں گے کہ یہ بن یاترا
اور راس لیلا زمانہ حال کی بدعتیں ہیں جن کو خود غرض پوجاریوں و ناپاک سدھوں
نے اپنی کمائی اور نفسانیت کے لئے ایجاد کیا ہے - ہائے
افسوس! کرشن مہاراج کی جنم بھومی میں انہیں کے نام پر انہیں کے
معتقدین کی طرف سے اس قسم کا اتیاچار دیکھ کر کون سا محب قوم ہے
جس کا سینہ مونہ کو نہیں آتا - اور جس کے دل سے سرد آہ نہیں نکلتی ظالم
زمانہ! تو نے اور سب ستم تو ڈھائے تھے - آزادی چھینی دولت
چھینی - مال لوٹا - ہیرے جواہرات لوٹے دنیا کی زبردست سے
زبردست و دولت مند سے دولت مند قوم کو بھکھاری بنا دیا - دین
سے بے دین کر دئے - علم و ہنر - منطق و فلسفہ - ریاضی و ہیئت - صنعت
و حرفت سب کچھ لے لئے مگر ہمارے مہاپرشوں کی پوتر زندگیوں
کو تو کلنک نہ لگائے ہوتے - ہائے افسوس تو نے اُن کو بھی بیحال
کر دیا جن کے نام سے ہم اب تک زندہ ہیں اور جن کا بزرگ نام
لینے سے ہمیں پھر بزرگی کی آشا تھی ۞

فصل دویم

کرشن جی کا خاندان

کرشن مہاراج ماتا کی طرف سے چندر بنسی نسل سے یادو کشتریوں کے دہوترے تھے اور پتا کی طرف سے سورج ونسی کشتریوں کی دختر کی اولاد میں سے تھے چنانچہ مندرجہ ذیل کرسی ناموں سے اُن کا تعلق کشتریوں کے ان دونوں مشہور خاندانوں سے ظاہر ہوگا۔

اکیشواکو کی سنتان میں بہت سی نسلوں بعد ایک راجہ ہریسیہ ہوئے ہیں جنہوں نے اجودھیا سے نکالے جانے کے بعد گوبردھن کی بنیاد ڈالی اُس زمانہ میں مدھوبن نامی علاقہ کا راجہ مدھو تھا جس نے اپنی دختر مدھومتی کو ہریسیو (ہرجشیا) کے ساتھ بیاہ دیا جن کی سنتان کا کرسی نامہ حسب ذیل ہے۔

کرسی نامہ

(ہرجشیا) ہریسو۔ اور مدھومتی

|

مادھو

|

بھیم

|

اندھک

|

ریوتی

|

وشواگربھ

|

وسو یا سوہ

واسدیو — کنتی (زوجہ پانڈو) — (شرتسروا)

(ماتا یدھشٹر و ارجن و بھیم) — (ماتا ششوپال راجہ چیدی)

دیوکی سے — روہنی سے

کرشن — بلرام

ماتا کی طرف سے کرشن مہاراج کا کرسی نامہ حسب ذیل بتایا جاتا ہے۔

اُدوسی

|

ہیوس

|

نہوش

|

ییاتی

|

یدو

|

ودربھ

|

اندھک

|

اہوک

اگرسین (راجہ متھرا)
کنس
(جس کی شادی مہاراج جراسندھ
راجہ مگدھ کی دختر سے ہوئی)

خاوند
واسدیو

دیوک
|
دیوکی دختر
|
کرشن
رُکمنی زوجہ
|
پردیومن
|
انی رودہ
(بجر دماتھرا)

کرشن جی کی پیدائش کے وقت جادوں کی گدی پر اُگرسین کا پسر کنس حکمران تھا جو اپنے باپ کو گدی سے اتار کر تخت پر بیٹھا تھا۔ کنس جراسندھ کا داماد تھا جو مگدھ کا راجہ تھا اور جو اس وقت آریہ ورت کے حکمران خاندانوں میں بہت زبردست اور زور والا تھا۔ چنانچہ خسر کی طاقت اور اسی کی مدد کے بھروسے پر کنس نے یہ ناخلفانہ حرکت کی کہ اپنے بزرگوار پتا کو جیتے جی تخت سے اتار کر خود راجہ بن گیا۔ گو اورنگ زیب کی طرح اُس نے باپ کو قید خانہ کی روٹیاں نہیں کھلائیں۔

کنس منجملہ اُن ناخلف ظالم سفاک حاکموں کے تھا۔ جن سے اپنے پرائے سب تنگ تھے اور جس سے رہائی کے لئے تمام خلق خدا ہمیشہ دست بدعا تھی۔ اُس کی نالائقی اور ننگ خاندان ہونے کا پہلا ثبوت تو یہی تھا کہ اُس نے اپنے پوجنی پتا کی ایسی بے حرمتی کی۔ اور ایسے عالی[1] خاندان کو اپنے سیاہ اعمال سے کلنکت کیا سچ ہے ضرور نہیں کہ ہمیشہ ہنس کے نطفہ سے

ع۱ قابل عزت۔

ہنس ہی پیدا ہو۔ ایسے ہی کپوت خاندانوں کی تمام شرافت و عزت و حرمت کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ اور بڑوں کی کمائی ہوئی نیک نامی و ثروت کو تھوڑے ہی عرصہ میں ملیا میٹ کر دیتے ہیں۔ کنس نے اپنی بد اعمالیوں سے کشتری کو بٹہ لگایا اور راجپوتی کے پاکیزہ دامن عصمت کو گندہ کر دیا۔ بڈھا باپ ناخلف بیٹے کی کمینہ اور جابرانہ حرکات کو دیکھ کر دل ہی دل میں جلتا تھا۔ محبت پدری اور شرافت خاندانی اس امر کی اجازت نہ دیتی تھی کہ اپنے لخت جگر کے برخلاف فساد کا جھنڈا بلند کرتا اور اس کو اپنی بدکرداریوں کی سزا دینے کی تدبیر کرتا۔ بھائی بند۔ امیر۔ اہلکار۔ رعایا بھی گو سب کے سب اس کے ہاتھ سے تنگ تھے۔ مگر پاس خاندان اس کے تمام ظلم و ستم کو برداشت کرتے تھے اور اس قدر جرأت نہ رکھتے تھے کہ زبردست درخت کی اس بوسیدہ ٹہنی کو توڑ کر پاؤں میں کچل دیں تاکہ اصل درخت اس کے بد اثروں سے محفوظ رہے۔ یہ کب ممکن تھا کہ ایسے ظالم بے داد کی زیادتیاں اور سینہ زوریاں بڑھتی چلی جاویں اور پرماتما کی طرف سے اس کے ظلم کا کوئی انسداد نہ ہو۔

زندہ انسانوں کی کمزوریوں و بزدلیوں و کم حوصلگیوں سے فایدہ اٹھا کر وہ کب تک خلق خدا کو تنگ کر سکتا تھا آخر خلقت کا پالن و پرورش کرنے والا بھی کب تک دیکھ سکتا تھا کہ کسی بے حد زمانے تک بندگان پر اس قدر سختیاں ہوں اور باپ کا راج بہت عرصے تک متھرا میں قایم رہے چنانچہ رہائی کا وقت نزدیک آگیا اور پرماتما نے مکت آکاؤں میں سے ایک کو پھر جنم دیا تاکہ اس کے ذریعہ پھر دنیا پر دھرم اور نیاو (انصاف) کا راج

قایم ہو اور عام انسانوں کو اس کی پاک ذات سے روشنی ملے۔

آخر پاپ زبردست جراسندہ کے داماد پتا ور دھی (اپنے باپ سے منحرف) کنس کے دل میں بولنے لگا اور اس کے بھیتر سے یہ آواز آئی کہ تیری بدمعاشیوں اور بدکرداریوں کا خاتمہ نزدیک آگیا۔ اُٹھ! اب بھی موقعہ ہے کہ راہ راست پر آجاوے اور دھرم اور پاپ کا ساتھ چھوڑ کر باپ دادا کی قایم کی ہوئی شرافت پر جو دھبہ لگایا ہے اُس کو دھو ڈالے مگر افسوس پاپ سے مغلوب ہوا انسان خوف زدہ ہو کر بھی اور زیادہ گھور پاپ کی طرف رجوع لاتا ہے اور اپنے نامۂ اعمال کو ایسا سیاہ کر لیتا ہے کہ اُس پر ذرا سا بھی نشان سفیدی کا باقی نہیں رہتا۔

تیسری فصل

سری کشن کی پیدائش

وشنو پوران میں کرشن مہاراج کی پیدائش کی بابت یہ روایت ہے کہ جب دیوکی جی کا بواہ واسدیو جی سے ہو چکا اور دولہن کو دولہا کے پہنچانے کے لئے رتھ پر سوار کرایا گیا تو کنس خود ہی اُس رتھ کا رتھبان بنا۔ چلتے چلتے اکاش سے (عالم غیب سے) یہ آواز آئی کہ "ہے مورکھ! تو کس خیال

ہیں مجو ہے جب لڑکی کو تو اس وقت رتھ میں بٹھلا کے دولہا کے گھر لے
چلا ہے اُس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے ہاتھ سے تو
مارا جاویگا"، یہ آواز غیب سے آئی یا کسی یوگی پرش نے پیشین گوئی کی یا
کسی بد اندیش نے کنس کو پٹی پڑھائی۔ غرض کچھ ہی کیوں نہ ہو اس میں
کلام نہیں کہ شادی ہو چکنے کے بعد کنس کو یہ سوجھی کہ اگر مجھے اپنے راج
پاٹ میں کچھ خطرہ ہو سکتا ہے تو اسی لڑکی کی اولاد سے ہوگا کیونکہ اسکے
دادا کی اولاد میں سے اور کوئی اس کے حق میں تنازعہ کرنے والا نہ تھا۔
اس خیال کے پیدا ہوتے ہی اُس کی پاپی آتما سخت بے چین ہوئی
مانو کہ پہاڑ گر پڑا۔ سوائے اس کے اور کچھ نہ سوجھ پڑی کہ معصوم لڑکی
پر ہاتھ صاف کیا جاوے تاکہ اُس کی طرف سے پوری بے فکری ہو۔
سچ ہے پاپی اگرچہ اپنے آپ کو بہت بلوان اور پتھر کے مثل سمجھتا ہے مگر
حقیقت میں بہت کمزور دل رکھتا ہے پاپ سے کھوکھلا ہوا من! ایسا
بوسیدہ اور ضعیف الاعتقاد اور اشانت رہتا ہے کہ خوف اور خطرہ کا
سایہ بھی اُس کو درہم برہم کر دیتا ہے۔ اُس کے تمام پاپ اور اس کی
تمام زیادتیاں مجسم صورت اختیار کر کے اس کے سامنے آ کھڑی ہوتی
ہیں اور طرح طرح سے اُس کو ڈراتی ہیں۔ وہ تمام آتمائیں جن کو اُس نے
ستایا ہے اُس کی آنکھوں کے سامنے آجاتی ہیں اور مختلف بھیانک و خوفناک
شکلیں اختیار کر کے اُس کو ڈراتی ہیں سوتے جاگتے اُس کو ہر وقت ان سے
خوف رہتا ہے۔ کیا سچ نہیں ہے کہ چور سایہ سے بھی ڈرتا ہے؟ پاپی آدمی
بھی چور کی طرح سایہ سے ڈرتا ہے۔ ذرا سے اندیشہ سے اس کا دل کانپنے

اُٹھتا ہے اور اس کے لئے تمام آرام وچین حرام ہو جاتا ہے ۔

چنانچہ راوی لکھتا ہے کہ جس وقت کنس نے یہ آواز سنی (یا یوں کہو کہ جس وقت اُس کو یہ خیال پیدا ہوا) اُسی وقت اُس کو یقین ہو گیا کہ یہ آواز میری موت کا پیش خیمہ ہے۔ اور اُس نے موت سے بچنے کی خواہش میں یہ ارادہ ٹھان لیا کہ جس طرح سے دیوکی جی کا خاتمہ کیا جاوے قصہ[1] تو یوں چلتا ہے کہ اس نے فوراً رتھ کو تھام لیا اور تلوار کھینچ دیوکی جی کی طرف بڑھا۔ قریب تھا کہ اُس کے ایک وار سے ہی معصوم کنیا (لڑکی) کا سر تن سے جدا ہو جاوے مگر واسدیو جی نے نہایت منت اور خوشامد سے ہاتھ جوڑ کر اُس کو بہن کے مارنے کے پاپ سے بچایا۔

کنس غصہ و پاپ سے اندھا ہو کر استری پر وار کرنے کے لئے اُٹھا تھا مگر جب چاروں طرف سے ہاہا کار مچ گیا اور لعنت ملامت کے آوازے پڑنے لگے تو بہت شرمندہ ہوا اور واسدیو سے یہ وعدہ لے کر کہ وہ دیوکی کی ساری ہی سنتان کو یکے بعد دیگرے اُس کے حوالے کر دینگے اپنے ارادہ سے باز آیا اور دیوکی اور واسدیو کو اپنے گھر جانیکی اجازت دی

[1] اس تمام روایت کے بیان کرنے میں پورانوں میں کچھ اختلاف ہے۔ بعض پوران تو یہ لکھتے ہیں کہ غیب سے آواز آئی کہ اس لڑکی کی سنتان سے تیری موت واقع ہوگی۔ بعض لکھتے ہیں کہ یہ آواز آئی کہ آٹھویں سنتان سے تیرا ناش ہوگا۔ بعض دیگر اسی پیشین گوئی کو نارد جی کے سر منڈھتے ہیں۔ پورانوں میں جہاں کہیں لڑائی جھگڑے یا فساد کا کام کروانا منظور ہوتا ہے۔ وہاں نارد جی کی سہائتا ڈھونڈی جاتی ہے۔ تمام ہندو بولی چال میں اکثر

جملہ روایتوں میں یہانتک تو اتفاق ہے کہ اس وعدہ کی پالنا (ایفاء) میں واسدیو جی نے اپنے چھ پتر کنس کے حوالے کئے اور کنس نے اُن کو مروا ڈالا۔ مگر جب ساتویں دفعہ حمل ٹھہرا تو پدری محبت کے سامنے راجپوتی پرن گیا گھل گئی کسی قانون میں روا نہیں ہے کہ جبر و داب ناجایز سے کرائی گئی پرن گیا (عہد) کا توڑنے والا کسی طرح سے قابل الزام سمجھا جاوے اور پھر مزید برآں یہ کہ دُشٹ کنس نے دیو کی پتروں کے خون پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ واسدیو کے باقی تمام لڑکوں کو بھی جو دوسری استریوں سے تھے مروا ڈالا ۔

کس کی قلم میں طاقت ہے کہ ایسے پتا کے جگر کا نقشہ کھینچ سکے جسکے سامنے اتنے معصوم لخت جگروں کا سر کاٹا جاوے۔ کون باپ ہے جو ایسی صورت میں اپنی پیاری اولاد کو بچانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ بچوں کی قدرتی موتیں ماں باپ کی زندگی کو تلخ کر دیتی ہیں سکتے

فساد ڈلوانے والے چغلی کرنے والے آدمیوں کو "نارد" کہکر پکارا جاتا ہے۔ نہ معلوم نارد جی کو یہ سارٹیفکٹ کس کارن ملا کیونکہ نارد ایک مشہور و معروف شاسترہ بنانے والے رشی کا نام ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس قصہ میں بھی نارد جی اُنہیں معنوں میں داخل کئے گئے ہیں جنکا ذکر ہم نے اوپر کیا۔ مصنف کی اصلی مراد شاید یہ ہو کہ بدبہت صلاح کاروں نے راجہ کو ایسی پٹی پڑھائی جس سے خاندان میں کسی ایسے شخص کے پیدا ہونے کا امکان بھی نہ رہے جو کنس کے ساتھ تخت و تاج کی وراثت کا دعوے دار ہو یا اُس کی بد ذاتیوں کا مقابلہ و مخالفت کرے ۔

ماں باپ ہیں جو کسی ایک بچہ کی بے وقت موت کے رنج میں گھل گھل کر جان دیتے ہیں اور عمر بھر رنج کے صدمے سے سر نہیں اُٹھاتے اور یہاں تو ایک نہیں دو نہیں بلکہ بیچارے کے سارے پسر بن بلا موت مارے گئے تھے۔ اور ایک ظالم کی حرص و خود غرضی کے نشانہ بنے تھے۔ واسدیو جی اس مصیبت سے مہاں دُکھی تھے۔ جہاں اُن کی آنکھوں میں دھواں دھار تھا کثرت دکھ سے مغلوب ہو کر انہوں نے اپنے تمام سمبندھیوں اور دوست رشتہ داروں سے یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ جس طرح سے ہو سکے اب آئندہ بچوں کو اس بے ایمان کے ہاتھ سے بچایا جاوے کیونکہ اس طرح سے تو نسل کے ہی ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اس ساتویں حمل کی حفاظت کے متعلق پورانوں کی روایت تو یہ ہے کہ خود دیوتاؤں نے دیوکی جی کے پیٹ سے بچہ نکال کر روہنی جی کے پیٹ میں ڈال دیا (روہنی واسدیو جی کی دوسری استری کا نام ہے) اور دیوکی جی کی نسبت یہ مشہور کیا گیا کہ اس کا حمل گر گیا۔ اس پیچیدہ طریقۂ بیان سے دو نتیجے نکل سکتے ہیں:

اوّل یہ کہ دیوکی جی کا حمل نہایت پوشیدہ رکھا گیا اور روہنی جی کا حمل مشہور کیا گیا۔ روہنی کو ضلع گوکل میں نند کے گھر رکھا گیا اور جب بچہ دیوکی جی کے اوتپن ہوا تو اس کو فوراً ہی روہنی جی کی گود میں منتقل کر کے اور دیوکی جی کے حمل کا اسقاط مشہور کیا گیا۔ یا دوسرا یہ کہ حقیقت میں بلرام جی روہنی ہی کے پتر تھے۔ اور دیوکی جی کا ساتواں حمل کسی سبب سے یا خوف اور فکر سے اسقاط ہو گیا۔ بہرحال نتیجہ یہ ہے کہ وہ ساتواں بچہ جس کی اس

طور پر پوشیدگی سے حفاظت کی گئی بلرام تھا +

دیو کی جی کو آٹھویں بار پھر حمل ٹھیرا۔ دیو کی اور واسدیو جی پر نگرانی تو آگے ہی بہت کی جاتی تھی مگر اس دفعہ بہت سختی کا حکم ہوا۔ نہایت محفوظ مقامات میں بند کر کے ان پر پہرہ چوکی قایم کیا گیا۔ تا کہ وہ کسی طرح سے بھی اپنے بالک کو نہ بچا سکیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کنس کی طرف سے جیسی پوری کوشش اِس آٹھویں بالک کو قتل کرنے کے لئے کی گئی ویسی ہی دوسری طرف سے پوری کوشش اُس کو بچانے کے لئے عمل میں آئی +

اودھر کنس نے پورے طور پر پہرہ چوکی کا انتظام کر کے یہ احتیاط کی کہ بچہ کسی طرح بچنے نہ پاوے۔ ادھر واسدیو اور ان کے متروں نے بچہ کے بچانے کے لئے پوری پوری تدبیر کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مہا وشنٹ کنس کی تمام کوششیں بیکار گئیں اور واسدیو جی اور ان کے دوست اپنے ارادوں میں کامیاب ہوے۔ انتظام یہ کیا گیا کہ جس راتری کو کرشن پیدا ہوئے اسی رات اُن کو شاہی محلوں سے نکال کر گوکل پہونچا دیا گیا اور وہاں سے نند کی خوردسال لڑکی کو لا کر دیو کی جی کے ساتھ لٹا دیا گیا ![ا]

ا؎ بالکوں کی اس تبدیلی کے متعلق بھاگوت پوران میں ایک کتھا آتی ہے جو ہمارے دل لگتی ہے اور اِس لئے ہم اُسکو یہاں پر درج کرتے ہیں کتھا اس طرح پر ہے کہ جن دنوں دیو کی جی حمل سے تھیں وہ ایک روز جمنا پر اشنان کر رہی تھیں کہ وہاں پر اُنکو نند کی استری یشودا

غرض بھادوں کے کرشن (یعنی اندھیرے) پکش کی آٹھویں تاریخ کو کرشن مہاراج متھرا کے شاہی زندان خانہ میں پیدا ہوئے۔ رات سخت اندھیری تھی۔ بادل کی گرجن سے پاپیوں کے ہردوں میں کولاہل تھا۔ بجلی کی کڑک سے بے ایمانوں کے کلیجے کانپتے تھے۔ آندھی اپنے زور شور میں یہ دعوے رکھتی تھی کہ شیطانی دل و دماغ کی بنائی ہوئی تمام بے بنیاد عمارتوں کو ابھی ابھی اکھاڑ کر خاک سے ملا دوں گی۔ شریر النفس لوگوں نے اپنی پاپ آلودہ زندگی کو مزے سے گذارنے کے لئے بھلے مانسوں کے خون کی شراب پی کر بدمست ہونے کے لئے جو سبز سبز باغ بنائے ہیں اور ہرے ہرے گملے لگائے ہیں ان سب کو پل کی پل میں اکھاڑ پھینک دوں گی۔ بارش اپنے زوروں میں یہ کہہ رہی تھی کہ گو محنت سے قلبہ رانی کرنے والے کسانوں کے لئے میں ابر رحمت ہوں۔ لیکن بدمعاش

سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ آپس میں جب دیو کی جی کے دکھ کی چرچا چلی۔ تو یشودہا نے دیو کی جی کو بچن دیا کہ میں تیرے مالک کی رکشا کروں گی اور اپنا بالک تبادلہ میں تجھے دے دونگی۔ ناظرین اس قصہ میں کوئی امر ایسا نہیں ہے جو قرین قیاس یا قابل یقین نہ ہو۔ ہندوستان کی تاریخ سے کئی ایسی مثالیں ملسکتی ہیں جہانکہ راج کنواروں کی اسطرح رکشا کیگئی۔ اور دوسری عورتوں نے راج کنواروں کی خاطر اپنے پتروں کو بھینٹ کر دیا۔ رانا اودے سنگھ والی چتوڑ اسی طرح بچائے گئے۔ دایہ نے شہزادے کو پھل کے ٹوکرے میں لگا کر قلعہ سے باہر کر دیا اور اسکی جگہ پالنے پر اپنا لڑکا لٹا دیا۔ جب اودے سنگھ کے دشمن اسکو تلاش کرتے ہوئے آئے تو اس نے روتے روتے پالنے کیطرف اشارہ کر دیا چنانچہ دشمنوں نے اسی لڑکے کو اودے سنگھ سمجھ کر ایک ہی کٹار سے اس معصوم طفل کا سر قلم کر دیا۔

چہرہ ڈاکو۔ رہزنوں کو غرقاب کرنا بھی میرا دھرم ہے۔ جمناجی بھی طغیانی پر تھیں جس رات کو کرشن نے جنم لیا وہ رات ہی ایک عجیب خوفناک شب تھی جب کہ قریباً سب کے سب عنصر عالم غضب میں تھے +

بچہ کے پیدا ہوتے ہی واسدیوجی اُس کو کپڑے میں لپیٹ نہایت احتیاط سے محل سے باہر نکلے۔ روایت تو یہ ہے کہ تمام پہرہ داروں کو اُس رات کو یوگ نندرا" نے ایسا گھیر لیا کہ کسی کو اس امر کی سُدھ بُدھ نہ رہی کہ کون محل سے نکلتا ہے اور کون محل میں جاتا ہے۔ بہرحال اس میں کچھ کلام نہیں ہو سکتا کہ یا تو حقیقت میں پہرہ داروں کی غفلت سے واسدیو کو باہر جانے کا موقع ملا۔ یا وہ جان بوجھ کہ واسدیوجی کی مدد میں مچلے ہو گئے غرض یہ کہ واسدیوجی کرشن کو چھپا کر قلعے سے باہر نکل آئے۔ یہ سماں آدھی رات کا تھا۔ باہر نکلتے ہی شیش ناگ[1] نے اپنے پھن سے کرشن پر چھتری کر دی۔ جس سے کرشن بارش سے محفوظ ہو گئے۔ جب جمنا میں داخل ہوئے تو طوفان[2] فوراً بند ہو گیا۔ مطلع صاف ہو گیا۔ ستارے چمکنے لگے۔ ندی نالوں کے پانی ٹھہر گئے۔ تالابوں و جھیلوں میں زنگارنگ

---

[1] ناگ ایک جنگلی قوم کا بھی نام تھا۔ جو متھرا کے گرد و نواح میں رہتی تھی۔ چنانچہ آگے بھی کئی موقعوں پر اس کا ذکر آوے گا۔ تاریخ میں بھی اس قوم کا ذکر آتا ہے ممکن ہے کہ اس قوم کا کوئی سردار واسدیوجی کا مددگار ہو گیا ہوگا +

[2] ناظرین اب آپ سمجھ لیں کہ ایں چہ معنے دارد۔ چونکہ مضمون رنگین ہے اس لئے ہم نے آپکی ذکاوت کے بھروسے پورانوں کی رنگین خیالی کو نقل کر دیا ہے تاکہ آپ بھی اس سے حظ اُٹھا سکیں۔ یہ کرشن مہاراج کا پہلا معجزہ ہے +

کے پھول مہکنے لگے - جنگلی درختوں پر بھی پھول نکل آئے پرند چہچہانے لگے۔ کوئلیں سریلی آواز سے گانے لگیں۔ دیوتے پھول برسانے لگے - اپسرائیں ناچنے لگیں۔ غرض کل آسمانی مخلوق میں شادیانے بجنے لگے اور خوشیاں ہونے لگیں۔ جمنا یا تو اپنے زوروں پر تھی یا مہاراج کا پیر چھوتے ہی اتنی اتر گئی واسدیوجی اس میں سے پیدل ہی پار ہو گئے۔ دوسرے کنارے پر نند جی کھڑے تھے انہوں نے کرشن کو لے لیا اور اپنی لڑکی واسدیوجی کو سونپ دی ۔

خلاصہ کلام یہ کہ راتوں رات کرشن کو گوکل پہنچا دیا گیا انکی جگہ یسودھا کی لڑکی دیوکی کے ساتھ لاکر لٹا دی گئی۔ صبح کو کنس کو خبر ملی کہ رات کو دیوکی سے بالک پیدا ہوا ہے۔ فوراً زچہ خانہ میں آیا اور باوجود اپنی بہن کی گریہ زاری اور بر لاپ کے اس لڑکی کو جو اس کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی اٹھا کر زمین پر دے مارا!!!

ظالم کنس - ا پاپ نے تیری آنکھ پر پٹی باندھ دی ۔ ساری آریہ مریادا کو تو نے خاک میں ملا دیا - معصوم کنیا کے خون سے تو نے اپنے گناہوں کے پیالہ کو جو آگے ہی بھرا ہوا تھا لبالب کر لیا! افسوس! تو بھول گیا کہ موت سے کوئی جسم نہیں بچ سکتا اور اس چند روزہ راج کی خاطر ایسا گھور پاپ کرنے سے آتما بھی گھور سادھو گتی کو پراپت ہوتی ہے

پاپ سے زیادہ اندھا کرنے والی کوئی شکتی جگت میں نہیں - ایک پاپ کو چھپانے کے لئے منش کو بے شمار اور پاپ کرنے پڑتے ہیں ۔۔۔

بوان ہے کہ جو لوگ پاپ پر غالب نہیں آسکتے اُن کو ہر وقت اندیشہ بنتا ہے رسیاں سانپ بن کر اُن کو ڈسنے کو دوڑتی ہیں سارا سنسار اُن کو دشمن نظر آتا ہے۔ جتنے کہ جتنا کوئی شخص نیک اور معصوم ہو اُتنا ہی وہ یعنے پاپی اس سے زیادہ ڈرتے ہیں معصوم بالکوں کو بھی اپنا دشمن سمجھ کر اُن کے خون سے ہاتھ رنگتے ہیں۔ جس سے اُن کے گناہوں کی گٹھڑی اتنی بھاری ہو جاتی ہے۔ کہ خود اُسی کے بوجھ میں دب کر نہایت عذابوں کی موت مرتے ہیں۔

پورانک راوی اس کے بعد یوں رقمطراز ہے۔ کہ جس وقت لڑکی کو اُٹھا کر پھینک دیا وہ فوراً دیوی کی شکل دھارن کر ہوا میں اڑ گئی اور کنس دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔ پورانوں کے خیال میں یہ معجزہ ہے ۵۱

اس کے بعد یا تو کنس کو ہوش آئی کہ میں نے لڑکی کو ناحق مارا پیشینگوئی تو لڑکے کی نسبت تھی یا اُس کو کچھ شبہ ہوا کہ اُس کے ساتھ دھوکا کیا گیا۔ غرض خواہ کچھ ہی ہو اُس نے جادو بنس کے تمام بالکوں کے قتل کا حکم دیا۔ تلاش کر کے شاہی نسل ۵۲ کے بالک مروا دئے گئے۔ بہت سے بھائی بند دیس چھوڑ گئے۔ غرض کچھ مدت تک سخت کشت و خون جاری رہا۔

۵۱ حضرت عیسےٰ کی پیدائش کے متعلق بھی یہ روایت ہے کہ ہیرودیسی حاکم وقت نے اسی طرح اور اسی خوف سے بچّوں کے خون عام سے اپنے ہاتھ رنگے۔

۵۲ شاہنامہ میں بھی ایک ایسی ہی روایت فریدوں کی پیدائش کے متعلق ہے۔

چوتھی فصل

بال اوستھا (یعنی زمانہ طفولیت) کا پہلا حصہ موضع گوکل میں

ہم نے پچھلی فصل میں سری کرشن کو نند کی استری یشودھا کے پلنگ پر پہنچا دیا تھا۔ ناظرین ضرور اس امر کے جاننے کا شوق رکھتے ہونگے کہ یہ نند کون تھا جہاں تک ہم کو پورانوں سے پتہ چلتا ہے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ نند ظاہرا ایک خانہ بدوش قوم کا سردار تھا جسکو پورانوں میں گوپ کے نام سے بیان کیا گیا ہے اب بھی ہندوستان میں اس قسم کی قومیں ہیں۔ جو کسی جگہ ٹک کر آباد نہیں ہوتیں بلکہ جو اپنے چھکڑے اور جانور لئے۔ آج اس گانوں میں ہیں تو دو چار مہینے بعد دوسرے گاؤں میں چلی جاتی ہیں ان میں سے بعض قومیں ڈنگر رکھتی ہیں۔ اور دودھ اور مکھن وغیرہ فروخت کرتی ہیں۔ اور بعض دیگر کام کرتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کرشن جی کی پیدائش کے وقت ایک ایسی ہی جماعت اس جنگل میں جو جمنا بار واقع تھا اتری ہوئی تھی وہاں وہ لوگ اپنے ڈنگر وغیرہ چراتے تھے اور دودھ مکھن بیچتے تھے چنانچہ زیادہ اغلب بھی یہی ہے کہ سری کرشن کی پیدائش کو پوشیدہ رکھنے کے لئے اس قسم کی جماعت سے مدد لی گئی ہو۔ کیونکہ وہاں پر سری کرشن کے چھپائے جانے کا شبہ بہت غیر اغلب تھا۔ کوئی وجہ نہیں تھی کہ کنس یہ شبہ کرتا کہ اس آوارہ گرد

خانہ بدوش چرواہوں کی جماعت میں ایک شہزادہ پرورش پارہا ہے جسکی جوانی کے خوف سے اُس نے بے شمار معصوم بچوں کو قتل کروا ڈالا ہے۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ واسدیوجی کے دوسرے پسر بلرام بھی موضع گوکل میں پہنچا دیئے گئے تھے اور وہ بھی پرورش کے لئے گوپیوں ہی کے سپرد تھے۔ اسلئے جس سے بلرام اور کرشن کو اکٹھے ہی پرورش پانے کا موقع ملا۔

کرشن کے بچپن کی نسبت بہت سی روایات مشہور ہیں۔ کرشن کو پرمیشر کا اوتار ماننے والوں بھگتوں نے ظاہراً معمولی واقعات کو اس قسم کی رنگت آمیزی سے بیان کیا ہے کہ معقول آدمی کے لئے اُن کو ممکنات سے سمجھنا دشوار ہے۔ مگر یہی تو اُن بھگت لوگوں کی غرض تھی۔

ممکنات پر تو لفظ معجزہ کا اطلاق ہی نہیں ہو سکتا۔ اسی واسطے ہر ایک مہاں پرش کے نام کے ساتھ بہت سی ایسی حرکات وابستہ ہیں جن کو معجزات کا نام دیا جاتا ہے۔ ہر ایک مہاں پرش کے مداحوں، پیروؤں اور بھگتوں نے اپنا عین فرض سمجھا ہے۔ کہ اُس کی طفولیت کے چھوٹے چھوٹے واقعات کو بھی ایسا لباس پہنا دیں جس سے اُن کی صورت معجزات کی ہو جاوے۔ تاہم عقل سلیم سے کام لینے والا انسان۔ اُن معجزات سے کچھ نہ کچھ سچ نکال سکتا ہے۔ کرشن مہاراج کے زمانہ طفولیت اور قیام گوکل کے متعلق جو روایات ہیں اُن کو ہم مختصراً ذیل میں درج کرتے ہیں +

اول کرشن کو گوکل پہنچے ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ ایک راچھسی پوتنا نامی رات کے وقت نند کے گھر گھس آئی اور کرشن کو اُٹھا کر اپنی چھاتی سے

سلہ اب بھی بہت لوگ اپنے بچوں کو پہاڑی والیوں کے سپرد کر آتے ہیں۔ اور جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو اُن کو واپس لے آتے ہیں +

دودھ پلانے لگی۔ اُسکے دودھ میں گویا ایسا زہر تھا کہ اگر اور کوئی بچہ پیتا تو مر جاتا۔ مگر کرشن نے اس زور سے اس کی چھاتیوں کو منہ میں لیکر کھینچا کہ وہ چلا اٹھی حتیٰ کہ اُسکی للکاریوں سے بہت سے مرد و زن اکٹھے ہو گئے۔

اصلیت اس روایت کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ کرشن جی "پوتنا" نامی بیماری میں مبتلا ہو گئے چکتسا یعنی طبابت کے مشہور آریہ گرنتھ "سشرت" میں "پوتنا" ایک خوفناک بیماری کا نام بتلایا گیا ہے۔ جس کی تکلیف سے عموماً خورد سال بچے مر جاتے ہیں سلہ

سلہ مختلف پرانوں کی روایتوں کو مقابلہ کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ خاص اس واقعہ کی نسبت اُن کے باہم کیسا سخت اختلاف ہے۔

(الف) مثلاً وشنو پران میں تو یہ روایت ہے کہ "پوتنا" نے رات کو سوتے ہوئے کرشن جی کو اٹھا کر چھاتی سے دودھ پلانا شروع کیا۔ شور و غل ہونے پر یشودھا جاگی اور اُس نے بچے کو گلے لگایا اس کی الائیں بلائیں لیں وغیرہ وغیرہ

(ب) بھاگوت کی کتھا یہ ہے کہ ایک روز جب یشودھا مندر میں براجمان تھیں تو "پوتنا" ایک سندر الاپ خوبصورت شکل اختیار کر اُس کے پاس جا بیٹھی اور آہستہ آہستہ یشودھا کو اپنی باتوں میں ایسا موہت اور محو کیا کہ چپکے چپکے کرشن کو اُسکی گود سے لے اپنی گود میں ڈال لیا۔ اور چھاتیوں سے دودھ پلانے لگی

(ج) ہری ونش میں پوتنا نامی ایک پرند بیان کیا گیا ہے۔

بہر حال زمانہ حال کے نقش و نگار اسی سے معلوم ہوتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد یشودھا کو بچے کی حفاظت کیلئے ٹونے کرانے پڑے اور منتر جنتر و تعویذ وغیرہ کی ضرورت پڑی جو اُن کے گلے میں لٹکائے۔ ایک طرف تو یہ دعویٰ کہ مہاراج ایشور تھے اور دوسری طرف ٹونے و منتر جنتر کی ضرورت غرض یہ اس قسم کی اختلافات بیانیہ ہی ان معجزات کی اصلیت کو ظاہر کر دیتی ہیں۔

دوسرا واقعہ اسی زمانہ کا یہ ہے کہ ایک روز یشودھا جی کرشن کو اپنے چھکڑے کے
نیچے لٹا کر کپڑے دھونے چلی گئیں۔ کرشن سو رہے تھے۔ جب جاگ آئی اور ماں نہ
ملی تو بھوک سے دیا کل ہو چلانے لگے اور اس زور سے لاتیں مارنے لگے ؎
کہ وہ چھکڑا جس پر گھڑے وغیرہ رکھے ہوئے تھے الٹ پڑا اور سب برتن ٹوٹ گئے
مگر کرشن کو کچھ ایذا نہ پہنچی۔ اور وہ پھر سو گیا۔ جب یشودھا آئی تو اس کو بچہ سوتا ہوا
ملا۔ وہ اس ماجرے کو دیکھ کر حیران رہی۔ چنانچہ پھر اس نے اور نند نے ملکر ان
ٹوٹے ہوئے گھڑوں دہی شیروں و چھکڑے کی پوجا کی۔ اور ان پر دہی و چاول
پھول چڑھائے۔ ناظرین! کیا آپ نے کبھی نہیں سنا کہ کسی مکان کی چھت گر گئی
اور اس میں جو بالک سو رہے تھے وہ صحیح و سالم سوتے ہوئے گئے ہم نے
بہت سے واقعے اس قسم کے سن رکھے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں یتیم خانہ فیروز
پور کے ہسپتال کی چھت گر گئی۔ چارپائیاں وغیرہ جو اس کے اندر تھیں سب ٹوٹ
گئیں مگر یتیم بالک جو حالت بیماری میں وہاں پڑے ہوئے تھے صحیح و سالم نکل
آئے۔ ان کو ذرا سی ضرب نہیں لگی۔ باقی رہی یہ بات کہ کرشن جی کی لات کی ضرب
سے چھکڑا الٹ پڑا۔ اس کا ثبوت ہی کیا ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی ایسا ناممکن
الوقوع امر نہیں کہ اس کو معجزہ پر محمول کیا جائے۔ ممکن ہے کہ چھکڑا کسی ایسی
طرح کھڑا ہو۔ کہ اس پر ذرا سی ٹھوکر لگنے سے وہ گر پڑا ہو یا کسی جانور نے گرا
دیا ہو یا اور کسی طرح سے گر پڑا ہو۔ غرض یہ واقعہ ایسا معلوم نہیں ہوتا جسے ضرور
معجزہ ہی کہا جائے۔

؎ اس واقعہ کی یادگار میں مہابن میں ایک کوٹھری ہے جہاں کرشن جی کی مورتی بنا کر اس پر ایک زبردست
پرند کا سایہ ڈالا ہوا ہے۔ اسی طرح سے پتانہ کی کارستانی اور چھکڑے کے الٹنے کا مقام بھی بتایا جاتا ہے۔

تیسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک اُڑنے والا راکھشش (غالباً کوئی جانور رہو گا) ترناورت نامی اُن کو لے اُڑا۔ مگر بالک میں اس قدر بوجھ تھا کہ وہ جھٹ زمین پر آگرا بچہ تو بچ گیا وہ خود وہیں مرگیا۔ کیا ہم روز نہیں دیکھتے۔ کہ پرماتما کیسی عجیب و غریب طرح سے معصوموں کی رکشا کرتے ہیں۔ کئی دفعہ بالک چھت سے گر پڑتے ہیں اور ان کو کچھ ایذا نہیں پہنچتی۔ غرض یہ جملہ واقعات ایسے ہیں کہ جن میں سے اگر شاعرانہ خیالات کا تصرف منہا کر دیا جاوے۔ تو پھر اُن میں ناممکنات کی بو نہیں رہتی اور نہ ان کو معجزات بیان کرنے کی ضرورت رہتی ہے۔ خیر غرض یہ ہے کہ کرشن مہاراج اسی طرح گوکل میں پرورش پاتے رہے۔

ایک برس پورا ہونے پر واسدیو و دیوکی جی نے اپنے پروہت گرگ کو بھیجا جس نے خفیہ ان کا نام کرن سنسکار کر دیا۔ چنانچہ روہنی کے بالک کا نام بلرام رکھا گیا۔ اور دیوکی کے پتر کا کرشن۔

یہ دونوں بالک جوں جوں بڑھتے جاتے تھے اُن کی شوخی اپنے زوروں پر آتی جاتی تھی خصوصاً کرشن تو مانو کہ شوخی مجسم تھا۔ رینگتے رینگتے ڈنگروں میں جا گھستا تھا اور چھوٹے چھوٹے بچھڑوں سے کھیلتا رہتا تھا۔ دودھ دہی کے برتنوں کو اولٹ دیتا تھا (غالباً دودھ دہی کی چاٹ میں ایسا کرتا ہو گا) جب ذرا ٹانگوں پیروں میں زور آیا تو شوخی نے اور بھی رنگ پکڑا۔ گھر سے نکل جانا۔ دوسروں کے گھروں میں جا کر کھلّی وغیرہ کرنی۔ ڈنگروں کی دم کھینچنا۔ وغیرہ وغیرہ غرض اس چھوٹی سی عمر میں کرشن جی میں وہ تمام عادات و صفات پائی جاتی تھیں۔ جو ایک ہوشیار چلتے پرزے شوخ چنچل۔ لڑکے میں ہونی چاہئیں۔ اور جن کے لئے ماں باپ اور استاد تنگ آکر لڑکوں کو شریر کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ اُن کو ایسے لڑکوں کی تربیت

کا ڈھنگ نہیں آتا۔ تمام روائتیں اس بارہ میں ہم زبان ہیں کہ کرشن اپنی بال اوستھا
میں نہایت شوخ اور چنچل تھا۔ اپنی حرکتوں میں نہایت تیز اور پھرتیلا تھا۔
خوف تو کبھی اُس کے پاس نہیں پھٹکتا تھا۔ کھیل میں بھی طاق تھا۔ پوران تو
اس کی کھیل پر یہاں تک نازاں ہیں کہ فخریہ بیان کرتے ہیں کہ وہ پڑوسیوں کا دودھ
پی جاتا تھا دہی کھا جاتا تھا اور کوئی آنکلتا تو سامنے کھڑا ہو کر ٹمیس ٹمیس کرنے
لگ جاتا۔

غرض بالک کرشن کیا دنگہ میں کیا ہنسی مخول میں کیا دلیری اور پھرتی میں اپنے
ہم عمر بالکوں میں یکتا تھا گوپ بالکوں کی صحبت و جماعت میں بیٹھا ہوا یا پھرتا ہوا
بھی عجب آن بان رکھتا تھا۔ اور اپنے ساتھیوں میں سرداری و برتری کے
رنگ و ڈھنگ دکھاتا تھا۔

نڈر ایسا تھا کہ کیسی مارکھنڈ گائے ہو یا بدمزاج سانڈہ ہو وہ ڈرتا نہ تھا۔
بھیڑیوں یا درندوں سے بے خوف جنگلوں میں پھرتا رہتا تھا یشودھا بیچاری
تمام دن ڈھونڈتی پھرتی تھی مگر وہ بجلی کی طرح ادھر ادھر ہو جاتا۔ کبھی جمنا میں گھس جاتا
یشودھا تمام دن فکر میں رہتی اور جب سو جاتا تو سمجھتی کہ آج کا دن خیریت سے گذرا
مگر باوجود اس تمام شوخی کے وہ سب کو پیارا پیارا لگتا تھا۔ کیونکہ اول تو ایسا
خوبصورت کہ سب مرد و عورت اور چھوٹے بڑے اُس پر دلدادہ تھے۔ دویم
اُس کی شوخی ایسی موہنی تھی کہ وہ آن کی آن میں سخت سے سخت غصہ کو تحلیل
کر کے ہنسا دیتا تھا۔ سویم اپنے عمر کے بالکوں میں نہایت ہر دلعزیز تھا۔ یہاں
تک کہ سب اُس کو سکہ مانتے تھے۔ اُس سے جدا ہونا پسند نہ کرتے تھے۔ وہ تمام
دن انکو کھلاتا اور ہنساتا رہتا۔ ناچتا ایسا تھا کہ دیکھنے والے سب ہنستے ہنستے

باد لے ہو جاتے آواز ایسی دلفریب رکھتا تھا کہ چھوٹی سی عمر میں ہی گڈریوں کے گیت گا کر خلقت کو اکٹھا کر لیتا تھا۔ جب ذرا بڑا ہوا تو بنسری بجانے میں کمال کرنے لگا۔ غرض اُسکی میٹھی اور سریلی آواز۔ اُسکی خوش گلوئی اور اُس کی شوخی سب نے مل ملا کر اُن جنگلی لوگوں کو ایسا موہت کیا کہ سب لوگ اس سے نہایت پیار کرتے تھے۔ کیوں نہ آخر تو شہزادہ تھا چہرہ بشرہ سے بھی سرداری ٹپکتی تھی۔ راج پتر نے گڈریوں۔ چرواہوں۔ کسانوں۔ زمینداروں کی زیر حفاظت گائے بیل و دیگر ڈنگروں کی صحبت میں بھی اس قسم کے گن پرگٹ کئے جس سے ہر ایک چھوٹا بڑا اُس کی طرف کھنچنے لگا۔

اتفاقات زمانہ۔ نے اُس کو شاہی محلوں کی جگہ خانہ بدوشوں کی پھوس کی جھونپڑیاں رہائش کے لئے دیں۔ ہوا سے بات کرنے والے گھوڑوں و سنہری روپہری سواریوں کی جگہ دہقانی چھکڑے سواری کے لئے دئیے۔ جنگی تیر و کمان و کٹار و تلوار کے بجائے گائے بیل ہانکنے کو معمولی ڈنڈا دیا۔ اطلس و کمخواب کی قیمتی۔ پوشاکوں کے بجائے قدرت کی برہنگی اور ننگ ڈھکنے کو ایک لنگوٹی عطا کی۔ شستر ودیا سے یدھ (لڑائی) کے طریقے سیکھنے کے بجائے جنگلی جانوروں سے مقابلہ کرنا سکھلایا۔ اور علم موسیقی کے کامل اُستادوں سے تعلیم پانے کی جگہ دہقانی بنسری پر قناعت کرنے پر مجبور کیا۔

مگر یہ سب چیزیں اُسے ایسی سجیں اور اُس نے اپنی تبدیل شدہ حالات سے ایسا فایدہ اُٹھایا کہ اُن سب سختیوں نے اُس کی ذاتی شرافت اور اُس کی خاندانی بزرگی اور اس کی آتما کے علو کو اور بھی جلا دیدی۔

اُن خانہ بدوش کی جماعت میں شاید چند کو ہی یہ معلوم تھا کہ اس ننگ ملنگ

آزادی پر جان دادہ۔ خوف و خطر سے بے پروا دلیر۔ دل چلے۔ نڈر۔ باحوصلہ خوبصورت۔ شوخ۔ خوش گلو۔ خوش آواز لڑکے کے بھیس میں ایک شاہزادہ پرورش پا رہا ہے۔ جو بڑا ہو کر اپنے ماتا پتا کے دشمنوں کا سر کچلیگا اور اپنے خون کے پیاسوں کا لہو پیوے گا۔ جو اُن خون کے قطروں کو دھو ڈالیگا جو اُس کے تمام خاندان کے نام نیک پر ناپاک ہاتھوں سے پڑ گئے تھے۔ جو اپنے دیش اور ماترِی بھومی (سرزمین) کو ظالم حاکموں کے پنجہ سے چھڑا کر خلق خدا کے لئے مسیحا ثابت ہو گا اور جو پھر ویدیا اور شاستر کی تعلیم پا کر اعلیٰ سے اعلیٰ دھرم کا اُپدیش کرے گا اور آخر اپنے پیچھے اس درجہ کا کیرکٹر چھوڑ جاوے گا کہ لاکھوں برس تک کروڑہا خلق خدا اُس کو پرمیشر کا درجہ دے کر اسکی پرستش کرے گی۔

بیچاری یشودھا کرشن کی شوخیوں سے ایسی تنگ آگئی کہ اُس نے ایک روز کرشن کی کمر میں رسی ڈال کر اس رسی کو لکڑی کے اُدکھل[1] سے باندھ دیا تاکہ وہ کچھ عرصہ اس طرح بندھا ہوا رہ کر پھر زیادہ شوخی سے باز آوے۔ مگر وہیں یشودھا نے پشت پھیری کہ کرشن نے رسی کو توڑنے کے لئے ایسا زور لگایا کہ اُدکھل کو بھی ساتھ کھینچ کر لے چلا۔ اُن کے مکان کے صحن میں دو درخت ارجن کے تھے اُدکھل اُن درختوں میں پھنس گیا۔ روایت یہ ہے کہ جب کرشن نے پھر زور لگایا تو دو درخت بنیادوں سے اکھڑ کر گر پڑے۔ اور اتنا شور و غل ہوا کہ سارا گاؤں اکٹھا ہو گیا۔ کرشن لوگوں کو دیکھ کر ہنسنے لگا۔

---

[1] یہ قصہ وشنو پوران میں نہیں ہے۔ مسٹر پال جنہوں نے انگریزی میں کرشن کی لائف لکھی ہے۔ لکھتے ہیں کہ ارجن ایک چھوٹے سے پیڑ کا نام ہے جسکو بنگالی اور انگریزی میں کروچی کہتے ہیں (دیکھو فٹ نوٹ صفحہ ۴۲ جلد اول)

ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس قصّہ میں کہانتک سچ ہے۔ پہلا حصہ تو غیر ممکن نہیں ہے لیکن ایک چھوٹے سے بچّے کے اس زور سے دو زبردست درختوں کا اُکھڑ جانا ممکن معلوم نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے کہ وہ درخت محض چھوٹے سے دو بوٹے ہوں جن کو معجزہ بنانے والوں نے مبالغہ کرتے کرتے ایسے زبردست درختوں کی شکل عطا کردی کہ اُن کے بوجھ سے نصف گاؤں دب گیا۔

معجزات کے ماننے والوں کے لئے خواہ وہ پورانک ہوں یا عیسائی یا محمّدی۔ ان تمام قصوں کو لفظ بہ لفظ سچ مان لینے میں کچھ تامل نہیں ہونا چاہئے۔ البتہ وہ صاحبان جو معجزات کے امکان سے منکر ہیں خود اپنے لئے نتیجہ نکال لیں۔

پانچویں فصل

گوکل سے برندابن (بندرابن) میں انتقال مکان

اسی طرح گوکل میں رہتے رہتے جب کچھ عرصہ گذر چکا تو گوپیوں نے اپنی قومی عادات اور شاید اپنی ضروریات کے خیال سے نقل مکان کی سوچی اور گوکل سے کچھ فاصلہ پر جنگل میں ایک اور مقام رہائش کا منتخب کیا جس کا نام برندابن (یا بندرابن) رکھا گیا۔[۱]

[۱] خانہ بدوش قومیں اگر مستقل طور پر ایک جگہ آباد ہو جاویں تو وہ پھر خانہ بدوش نہ رہیں اور مثل دیگر ذاتوں کے شہروں و دیہات کی آبادیوں میں مل جاویں۔ اور نہ اس قدر ڈنگر

گوپوں نے مٹی اینٹ چونے کے مکانات تو گوکل میں بنائے ہی نہ تھے
جو اُن کو اس گاؤں کو چھوڑنے میں تکلیف ہوتی یا قلق ہوتا ارادہ کرتے
ہی ایک ہی روز میں ساری آبادی اپنے تنبو خیمہ اُٹھا چھکڑوں میں بیل جوت
ڈنگروں کو آگے ہانک اپنا تمام اسباب خانہ داری ان چھکڑوں پر رکھ بندرابن
کیطرف چل دیتے اور وہاں جاکر گوکل کی طرح ایک حلقہ باندھکر بستی بنالی ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ بندرابن کو عمدہ سبزہ زاروں۔ قدرتی نظاروں۔ پہاڑی کی نزدیکی
وفراوانی گھاس اور لکڑی کے خیال سے منتخب کیا گیا۔ چنانچہ اس نقل مکان
نے کرشن کی رنگینی طبع پر اور بھی رنگ چڑھا دیا۔ جتنے کہ سارا بندرابن اُسکی
میٹھی بین کی آواز پر گونجنے لگا۔ گرد ونواح کے جنگلوں میں کوئی جگہ ایسی
نہ رہی۔ جو کرشن اور اُس کے ساتھیوں کے قدموں اور اُن کی جولانی طبع سے
محفوظ رہی ہو۔ جہاں سبزہ زار دیکھتے ڈنگر ہانک کر وہاں پہنچاتے۔ ڈنگر ہری
ہری گھاس سے پیٹ بھرتے اور آنند سے کھلی ہوا میں پھرتے اور یہ لڑکے
کسی سایہ کی جگہ میں اکٹھے ہو کر گانے بجانے کا آنند لیتے۔ شام کو غروب آفتاب

(بقیہ نوٹ صفحہ ۸۴) رکھ سکیں جتنے کہ اُس حالت میں وہ بلا کسی خرچ کے رکھ سکتی ہیں۔ یہ قومیں بھی
ہیں خوش رہتی ہیں کہ کسی جگہ مستقل سکونت نہ رکھیں حسب خواہش وقتاً فوقتاً نقل مکان کرتی
رہیں جب کسی ایک جگہ سے اُنکا جی اُکتا جاتا ہے۔ یا وہاں پر اُن کے ڈنگروں کیلئے کافی سبزی
نہیں رہتی۔ تو وہ فوراً اپنا ڈیرہ اُٹھا کسی دوسری جگہ خیمہ ڈال دیتی ہیں۔ ہری ونش میں اس
نقل مکان کی یہ وجہ لکھی ہے کہ گوکل میں بھیڑیوں کی آمد و رفت اس کثرت سے ہو گئی تھی کہ
گوپ لوگوں نے اپنے جان ومال کے بچاؤ کے لئے اُس جگہ کو چھوڑ دینا ضروری سمجھا۔

کے وقت جب گھر کو آتے ڈنگروں کو آگے ہانک کرشن کو آگے لگا لاتے بنسری
کی آواز پر کھیلتے کودتے گاؤں میں آگھستے۔ یہاں تک کہ روٹی وغیرہ سے
فراغت پانے کے بعد سارا گاؤں ۔ کیا بوڑھا کیا بچہ کیا بالک اور کیا بالکہ
کیا مرد و کیا زن سب ایک جگہ اکٹھے ہو جاتے اور کرشن کی بنسری سنتے ۔ جوان
لڑکے اور لڑکیاں تو کرشن کی بنسری پر ایسے لٹو تھے ۔ کہ جب وہ بنسری بجاتا
تو یہ ایک حلقہ بنا کر اس کے گرد ناچتے اور چکر لگاتے اور باقی سب
لوگ تماشہ دیکھتے ۱؎

جنگل میں جب کبھی کوئی وحشی جانور مل جاتا تو سب کے سب ملکر اس
کا پیچھا کرتے اور یا تو اس کو مار ڈالتے یا بھگا دیتے ۔ چنانچہ بندرابن کے
جنگلوں میں اس قسم کے کئی واقعات کا بیان پرانوں میں آتا ہے ۔ جو کرشن
کے نام سے منسوب کئے جاتے ہیں ۔ ہم یہاں پر صرف چند کا ذکر کرتے ہیں
جو وشنوں پوران میں بیان کئے گئے ہیں :۔

(۱) ایک روز کا ذکر ہے کہ کرشن اور بلرام معہ اپنے ساتھیوں کے
ڈنگر چراتے تھے ۔ کسی لڑکے نے یہ ذکر کیا کہ اس بن میں ایک جگہ پر کھجوروں
کے درختوں کا جھنڈ ہے جہاں پر بڑی بڑی اور میٹھی کھجوریں لگی ہوئی ہیں
مگر اس جھنڈ میں ایک خونخوار جانور ہے جو نزدیک نہیں جانے دیتا۔
کرشن اور بلرام یہ سنتے ہی فوراً جانے کے لئے آمادہ ہو گئے ۔ اور لگے اینٹ
پتھر اور ڈھیلے چلانے ۔ چنانچہ انکے شور و غل و پتھر ڈھیلے وغیرہ کی آواز سے حضرت

۱؎ تھوڑے روز ہوئے یتیم خانہ فیروزپور میں ایک پانچ چھ برس کا اندھا بالک آیا جو نہایت عمدہ بنسری بجاتا تھا ۔ اور گاتا تھا ۔

جانور بھی چونکے دیورانوں میں اُس کا نام دھنک لکھا ہے اور شکل اُسکی گدھے کی بیان کی ہے) جب جانور صاحب سامنے آئے تو تمام لڑکوں نے اُس پر پتھر ڈھیلے برسانے شروع کئے ستے کہ اُن کی ضربات سے وہ مرگیا۔ پوران اِس کارنامے کا تاج بلرام جی کے سر پر رکھتے ہیں۔ کیونکہ اِس لڑائی میں بلرام نے سب سے زیادہ حصّہ لیا۔ اور اُنھیں کی چوٹوں سے دھنک زخمی ہوکر گر پڑا۔

(۲) ایسی ایک دوسری لڑائی ارشٹھ نامی سانڈ سے۔

(۳) اور ایک تیسری لڑائی کیشین نامی گھوڑے سے ہوئی جنمیں فتحیابی کا سہرا کرشن جی کو پہنایا گیا۔ چنانچہ اسی زمرہ کا چوتھا وقوعہ "کلیا ناگ" سے ہوا۔ روایت یہ ہے کہ جمنا کے ایک حصّہ میں جہاں ایک جھیل سی بن گئی تھی ایک ناگ موسومہ کلیا رہتا تھا جس کے ڈر سے کوئی شخص اُس حصّۂ جمنا میں گھستا نہ تھا۔ کرشن ایک روز اُس حصّہ میں جا گھسا اور کلیا نے اُس کو آن گھیرا۔ کرشن اُس کا مقابلہ کرنے لگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کلیا زخمی ہوکر بھاگ نکلا[۱]۔

---

[۱] اِس روایت کی دو تعبیریں ہو سکتی ہیں۔
(الف) یہ کہ حقیقت میں جمنا میں ایک خوفناک سانپ کلیا رہتا تھا اور کرشن نے تنہا یا بامداد دیگر ساتھیوں کے اُسکو وہاں سے بھگا دیا۔
(ب) یا یہ کہ کلیا قوم ناگ کا ایک سردار تھا جو بندرابن سے کچھ فاصلے پر رہتا تھا اور گوپیوں کو نقصان پہنچاتا تھا۔ کرشن نے اس کو ایسا تنگ کیا کہ وہ لوگ اُس حصّہ بن کو چھوڑ کر چلے گئے۔

پورانوں میں ان واقعات کو بطور معجزات بیان کیا ہے اور اِن تمام جانوروں کو دیت یا راچھس" بتلایا ہے۔ مگر ہم کو اِن میں کوئی امر ایسا غیر معمولی دکھائی نہیں دیتا جو ہم کو ان واقعات کے معجزات ماننے کی طرف مائل کرے۔ دیہات میں ڈھنگر چرانے والے لڑکوں کو ہر روز اِس قسم کے واقعات پیش آتے ہیں لڑکوں کی فوج کے ہاتھ سے بعض جنگلی جانوروں کا مارا جانا کوئی ایسا ناممکن الوقوع (اسنبھو) امر نہیں جس پر زیادہ تعجب کرنیکی ضرورت ہو۔

دیہاتی بالکوں کی جماعت میں گڈریوں اور گوالوں کے بچوں میں کرشن اور بلرام کا پدوی پالینا کون سی بڑی بات تھی۔ ایک عالی نسل کے دو راج کنور جن کو قدرت نے حکومت اور اقتدار اور فوج کشی کے لئے بنایا تھا اتفاق زمانہ سے گنواروں کے بالکوں کی جماعت میں ڈال دیئے گئے۔ خون سے جو اعلےٰ صفات ان کے حصّہ میں آئی تھیں اُن پر صحبت اور سنگت کا صیقل چڑھ گیا۔ خاندانی خوبصورتی۔ خوش وضعی۔ اور بہادری پر جنگلی آدمیوں کی صحبت سے حوصلہ اور بھی بڑھ گیا۔ پس کیا تعجب کہ اس چھوٹی سی بستی میں کرشن اور بلرام کا ڈنکا بجنے لگا۔ سارا جنگل اُن کی خوش آوازی اور بہادری سے گونج اُٹھا۔ سارے بن میں اُن کی دلیری سے ہل چل پڑ گئی گڈریوں اور گوالوں کے لڑکوں پر کرشن اور بلرام حکومت کرنے لگے بالک شہزادے جنگلی بالکوں کی فوج کے سینا پتی بن گئے۔ بالکین کیحالت

مسٹر بال نے یہی تعبیر کی ہے کیونکہ پورانوں میں جو ورنن کلیا کا دیا گیا ہے اس میں اس کو انسان کی شکل وصورت والا بیان کیا گیا ہے اور اسکی استریوں کے کانوں کی بالیاں و دیگر زیورات و کپڑوں کا بھی بیان ہے۔

ہیں، فرضی فوج کشیاں۔ جنگلی جانوروں ودیتوں سے لڑائیاں اور خون ریزیاں جوانی کے کارناموں کا پیش خیمہ تھیں۔ بالک کی من موہنی آواز اور اُس پر بین کا باجا اُس تسخیر کر لینے والی جوانی کی لین ڈوریاں تھیں جن سے کرشن نے خلق خدا کے دلوں پر اپنا رسوخ جمایا۔ اور اپنی میٹھی سُریلی آواز میں وہ راگ الاپا کہ جس سے سورگ (بہشت) کے دروازے کھل گئے اور نجات (موکش) کے راستے آسان ہو گئے۔ جس بالک نے اوٹھتی ہوئی عمر میں انسان کے خون کے پیاسے جنگلی جانوروں کو مار کر خلق خدا کا بھلا کیا اُس نے عالم شباب میں موذی انسانوں کا سر کچلا اور اپنی پیری میں بھی یہی سبق دیا کہ موذی خواہ جانور ہو یا انسان اِس لایق ہے کہ اُس کا سر کچل دیا جاوے تاکہ خلق خدا اُس کے زہردار نیش سے محفوظ رہے [1]

[1] (فٹ نوٹ) اِس زمانہ کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے بھاگوت پوران میں پانچ اور ایسے دیو بیان کئے ہیں (۱) ونس نامی بچھڑے سے (۲) واک نامی کنڈیرے سے (۳) رگھ نامی سانپ سے (۴) شنکھ چوڑا نامی یکش سے (۵) اور یوم نامی اسُر سے۔ مگر چونکہ وشنو پوران اور ہری ونش میں اِن روایتوں کا ذکر تک نہیں ہے اسلئے ہم حیران ہیں کہ بھاگوت کے مصنف کے بیانات کس بنیاد پر مبنی ہیں۔ ہم نے اُن کو غیر معتبر سمجھ کر چھوڑ دیا ہے سارے پورانوں میں بال اوستھا کی تمام روایات کی ترتیب بھی ایک نہیں ہے آگے پیچھے کا بہت فرق ہے۔ اسواسطے ہم ٹھیک طور پر اُن کا تقدم اور تاخر قایم نہیں کر سکتے۔ صرف بڑے بڑے واقعات کا بیان کر دینا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ ہم نے عموماً وشنو پوران کے سلسلہ بیان کی پیروی کی ہے۔

چھٹی فصل

راس لیلا

ہندوؤں میں کرشن کے نام سے ایک انسٹی ٹیوشن مشہور رہے
جسکو "راس لیلا" کہا جاتا ہے۔ اس راس لیلا کے متعلق عجیب قسم کی غلط
فہمیاں لوگوں میں پھیلی ہوئی ہیں یہاں تک کہ اِس انسٹی ٹیوشن کی بنیاد
پر کرشن کے نیک نام پر بے شمار قسم کے بہتان باندھے جاتے ہیں اور اُنپر
بداخلاقی عیاشی اور بدچلنی کا الزام لگایا جاتا ہے۔ لاکھوں ہندو مرد استریاں
تو محض اس راس لیلا کے تعلق میں کرشن کو جانتی ہیں اُن کو نہ کرشن کی اعلیٰ
تعلیم سے واقفیت ہے۔ نہ اُن کو یہ معلوم ہے کہ کرشن نے اپنے عالم جوانی
یا پیری میں اس دیش کی تاریخ میں کیا کیا کارنامے کئے۔ وہ تو اُسی
کرشن کو جانتی ہیں اور اُسی کی پرستش کرتی ہیں۔ جو راس لیلا میں گوپیوں
کے ساتھ ناچتا اور گاتا ہے۔

اس انسٹی ٹیوشن میں جہاں تک اصلیت ہے اور جہاں
تک اس کو سری کرشن کی زندگی سے تعلق ہے وہ
ہم پچھلی فصل میں لکھ چکے ہیں۔ اس سے زیادہ اور اس
سے سوائے جو کچھ کہا جاتا ہے۔ کیا جاتا ہے یا سُنا
جاتا ہے وہ بہتان ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ روایت یہ ہے[1] کہ کرشن و بلرام ۱۲ سال سے زیادہ
گوپ لوگوں میں نہیں رہے۔ ۱۲ سال کی عمر میں یا اُس کے قریب یا اُس
سے کچھ بعد وہ متھرا میں واپس چلے آئے اور پھر عمر بھر اُن کو کبھی گوکل و
بندرابن میں جانے کا موقع نہیں ملا۔ گوکل و بندرابن تو درکنار اُن کو
تو متھرا بھی چھوڑنی پڑی۔ پس خیال تو کرنا چاہئے کہ گوپیوں سے لذت
فاسدہ یا عاشقانہ اُنھوں نے کون سی عمر میں قایم کئے۔ چہ جائے کہ وہ
اُس تمام اپنا چار کے منہم کئے جائیں جو اُن کے نام سے راس لیلا
میں یا برہم اوتسب کے موقعہ پر کیا جاتا ہے۔ ہندوؤں کے اخلاقی
تنزل کا اگر کچھ اندازہ لگانا ہو تو برہم اوتسب کو دیکھ لینا چاہئے۔ خدا کی
شان ہے کہ دنیا میں ایک ایسی دھارمک قوم نے جن کے اخلاق کا
معراج کسی زمانے میں آسمان سے باتیں کرتا تھا اپنی جہالت میں اپنے
دھرم کا کیسا خاکہ اُڑانے پر کمر باندھ لی۔ اور دھرم جیسی پاکیزہ چیز کو
ناپاک عیاشی کی آڑ بنا لیا اور پھر اس ساری آڑ کو ایک ایسے مہان
پرش کے سر پر منڈھ دیا جس کی تعلیم میں سر بسر پاکیزگی اور
پوترتا جھلکتی ہی ہے۔

افسوس! ہم نے اپنے مہان پرشوں کو کیسا ذلیل کیا! شاید اسی
پاپ کا نتیجہ ہے کہ ہم اس رسوائی اور ذلت کو پہنچے ہیں اور کوئی ہم پر رحم نہیں کرتا۔
اصل راس لیلا کا نقشہ تو فقط یہ ہے کہ موسم برسات کا ہے۔ چاروں طرف
سبزہ زار ہے۔ ایک لق و دق میدان میں میلوں تک سوائے درخت د

---

[1] سریمد بھاگوت کے سکندھ دس ادھیا ۴۳ سے یہ عرصہ ۱۶ سال کا معلوم ہوتا ہے۔

گھاس وسبزہ کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ پھل پھول کھلے ہوئے ہیں
تمام قدرت جوبن پر ہے۔ آسمان سے جھین جھین پوہار گر رہی ہے جانور
چہچہا رہے ہیں اور مستانہ وار پانی میں کھیل رہے ہیں۔ پتوں پر بارش کے
قطرات نے موتیوں کی سی صورت اختیار کی ہے۔ ہاتھ لگاتے ہیں تو
موتی ٹوٹ جاتا ہے۔ مانو ساری قدرت پر حال طاری ہو رہا ہے۔ عشق
حقیقی کے نشے میں مست ہو کر جب وقت درخت جھولتے ہیں ایسا نظارہ باندھ
دیتے ہیں کہ گویا محبوب کی یاد میں آنسو بہاتے ہیں۔ اُن آنسوؤں سے نہ صرف
اُن کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے بلکہ جس قدر مخلوق اُس کے سایہ میں بیٹھی ہو
اُس پر بھی وہ مثل رحمت کے قطروں کے پڑتے ہیں۔ اور اُن کے اشانت
بیکل۔ گناہ سے بھنے ہوئے۔ حسد سے جلے ہوئے۔ دنیا داری میں پھنسے
ہوئے دل کو ٹھنڈک پہنچاتے ہیں! ایسے سہاونے سمے میں نیچر اپنے جوبن
میں منش کی عاشقانہ ترنگوں کو جنبش دیتی ہے۔ ناپاک لوگ اپنی ناپاکی میں
نمو نیچر کی اس خوبصورتی پر گو دست درازیاں کرتے ہیں۔ مگر خلقت سے چھپکے
صرف چند ہزار دو سنوں میں ہی ایسا کرنے پاتے ہیں۔ مگر عام انسانوں کے
دل اپنی سادگی میں اچھلے پڑتے ہیں۔ اور ہر ایک شخص کا شاعرانہ نیچر جوش
میں آکر گانے بجانے کیطرف کھینچتا ہے۔ گوپوں کی چھوٹی سی آبادی اپنے
قدرتی پھول واڑی میں بیٹھی ہوئی خوش و خورم گانے بجانے میں معروف ہے
بالک کرشن کو بنسری بجانے کا از حد شوق ہے اور اُس نے اس باجے میں کمال
حاصل کیا ہے۔ جب بنسری بجاتا ہے۔ تو خلقت اُس کے گرد جمع ہو جاتی ہے
گوپوں کے لڑکے اور لڑکیاں بکثرت اُس کے گرد جمع ہو کر حلقہ بنا لیتے ہیں اور

ناچنا اور گانا شروع کرتے ہیں۔ کرشن بھی بنسری بجاتا بجاتا ناچتا ہے۔
بس یہی راس لیلا ہے جو برسات بھر اپنے زوروں پر رہتی ہے۔
ناظرین! اصل تو فقط اس قدر تھا۔ جس پر ہمارے پورانک شاعروں نے
اتنا تانا تنا کہ۔ الاماں! الاماں! ان ناسترک مصنفوں نے کرشن کی ایسی
تصویر کھینچی ہے۔ کہ اگر اُس میں سے ہزارواں حصہ بھی سچ ہو تو کسی
ذی ہوش کو بھی یہ کہنے میں تامّل نہیں ہو سکتا کہ کرشن اپنی زندگی کے
اس حصہ میں بڑا عیاش اور شہوت کا غلام تھا۔ آج کل کے پورانک
ودوان بھی اُس وقت کو محسوس کرتے ہیں۔ اور اسی لئے وہ ان جملہ
عشقیہ فضائص میں سے رموز حقیقی نکالنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن
ہماری سمجھ میں یہ کوشش محض بے فایدہ ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ وشنو
پوران میں نہ رادھا کا ذکر ہے نہ گوپیوں کے ساتھ دست درازیوں کی
طرف کوئی اشارہ ہے۔ نہ چیر ہرن کی کوئی کہانی ہے نہ صرف وشنو پوران
میں ہی۔ بلکہ ہری ونش و مہابھارت میں بھی ان باتوں کا کچھ تذکرہ نہیں یہ
جملہ قصے تو برہم دیورت و بھاگوت پوران کے مصنفوں کی ایجادیں ہیں۔
برہم دیورت پوران گوکلی بلب آچاری گوسائیوں کا بنایا ہوا ہے جنھوں
نے اس ولیش میں دہرم کی آڑ میں ناگفتنی و ناشنیدنی اتنا چار پھیلایا ہوا ہے[1]
انھیں کے ایک چیلے نارائن بھٹ نے "برج یاترا" اور "راس لیلا" کی بنیاد ڈالی
جتنی کتابیں رادھا کے عشق اور برج بلاس کی ملتی ہیں وہ عموماً اسی فرقے
کے فقروں اور گوسائیوں کی لکھی ہوتی ہیں

[1] مثلاً ایک قصہ یہ ہے کہ رادھا کی سوی مال وتی کی شادی ایک بڑھیا کے پسر سے ہوئی

پرماتما جانے اِن لوگوں نے کرشن کے جیون کو کیوں اسطرح سے کلنکت کیا مگر بہرحال جب اُس سے پہلے کے گرنتھوں میں اِن امور کا کوئی تذکرہ نہیں ہے تو ہم کو کرشن جیسے مہاپرش کی نسبت اِس قسم کے اتیاچاروں کو یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

دویم اکثر پورانوں کے بموجب کرشن متھرا میں واپسی کے وقت صرف بارہ[1] سال کا تھا۔ پس کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ بارہ سال کے طفلک سے یہ تمام حرکتیں سرزد ہوں۔ اور بارہ سال کے بچے کے پاس جوان عورتیں بھوگ ولاس کی خواہش سے آویں اور عشق میں مست ہو کر اپنی عصمت اور پاکدامنی کو بالکل بھول جائیں۔

سویم مہابھارت میں کئی موقعے ایسے آتے ہیں کہ جہاں کرشن کے دشمنوں نے اُس کو لعن طعن کی ہے۔ اور اُس کی زندگی کے سب دوش گنائے ہیں مثلاً راجسو یگ کے موقعہ پر جب ششوپال خفا ہوا اور وہ کرشن کے

کرشن اَن وتی کو دیکھ کر اُس پر عاشق ہو گیا اور اپنا مطلب نکالنے کیلئے اُس نے اپنی خدائی طاقتوں سے بڑھیا کے پسر کی شکل اختیار کی اور بڑھیا کے گھر میں جا کر بڑھیا کو تو یہ پٹی پڑھائی کہ تو دروازے پر بیٹھ اگر کوئی شخص اندر گھسنا چاہے خواہ وہ تیرے بیٹے کا بھیس بدل آوے اور تجھے اصرار سے یہ کہے میں تیرا بیٹا ہوں تو بھی تو اُس کو دروازہ نہ کھولیو۔ اور خود ساں وتی کے وصال کا خط اُٹھاتا رہا۔!!!

(دیکھئے گرد زمصاحب کی کتاب "متھرا" نامی صفحہ ۱۸۱)

[1] بھاگوت پوران میں ایک جگہ ۱۶ سال لکھا ہوا ہے۔

عیب بتانے لگا۔ تو اُس نے اُس کے بچپن کے بھی سب عیب گنائے مگر شہوت پرستی یا عاشق مزاجی یا بداخلاقی کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ کیا ممکن تھا کہ اگر حقیقت میں کرشن کی لائف ایسی گندہ ہوتی جیسی کہ برہم ویورت پوران میں بیان کی گئی ہے۔ تو کیا ششوپال ان باتوں کے بیان کرنے سے درگذر کرتا۔ وہ تو عین موقعہ اُن کے بیان کرنے کا تھا کیونکہ بھیشم پتامہا نے ساری مجلس میں سے اُس کو سب سے اعلیٰ ترین عزت کے لئے منتخب کیا تھا۔

چہارم ساری سنسکرت لٹریچر میں یدھشٹر۔ اور بھیشم کو اخلاق اور دھرم مجسم بتلایا گیا ہے۔ کرشن اُن کا ہم عصر تھا۔ اگر حقیقت میں کرشن میں یہ عیب ہوتے تو یہ کب ممکن تھا کہ یہ پاکیزہ اور دھرماتما پرش اُسکی ایسی عزت کرتے کہ اُس کو سارے آریہ ورت میں اعلیٰ ترین عزت کے قابل سمجھتے۔

سنسکرت کی اکثر پستکوں میں کرشن کو "جتیندری" لکھا ہے۔ "جتیندری" اُس کو کہتے ہیں جس نے اپنی اندریوں کو جیت لیا یعنے جو اپنے قوائے نفسانی پر پورا غلبہ اور قابو رکھتا ہو۔ اگر کرشن حقیقت میں رادھا یا گوپیوں کا عاشق تھا۔ تو ان پستکوں میں کیوں اُس کو جتیندری لکھا جاتا۔ "راس" کا ذکر یا ناچنے وغیرہ کا معاملہ۔ پراچین کتب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں حلقہ باندھ کر ناچنے کا دستور آریہ ورت میں جاری تھا بلکہ بعض مصنف تو یہ رائے رکھتے ہیں کہ مرد و عورت ملکر ناچتے تھے جیسے کہ آجکل انگریزوں میں دستور ہے۔

اب باقی رہا "چیر ہرن" وغیرہ - یہ قصہ گو بھاگوت میں ہے مگر وشنو پوران
مہابھارت وہری ونش میں نہیں ہے - اور آجکل کے پورانک پنڈت
تو اسکو فقط استعارہ ہی بتلاتے ہیں - قصہ یہ ہے کہ ایک روز گوپیاں
تالاب میں نہا رہی تھیں - کپڑے اُن کے تالاب کے کنارے رکھے تھے
کرشن جو وہاں سے گذرے یا شاید اسی تاک میں چھپے بیٹھے تھے وہ کپڑے
اُٹھاکر ایک درخت پر جا چڑھے - جب گوپیاں اشنان کر کے باہر نکلیں تو کیا
دیکھتی ہیں کہ کپڑے ندارد - ادھر اُدھر جو تلاش کرنے لگیں تو دیکھا کہ کرشن
ایک درخت پر بیٹھے ہیں اور کپڑوں کی گٹھڑی ان کے پاس ہے اُنھوں
نے وہیں سے مانگنی شروع کی اور منت وسماجت کرنے لگیں - مگر کرشن
نے کہا کہ ننگی میرے سامنے آؤ تو دوں گا - چنانچہ وہ سب ننگی اس کے
سامنے آؤ تو دوں گا - چنانچہ وہ سب ننگی اس کے سامنے آئیں
تب اس اُن کے کپڑے واپس گئے - آج کل کے پورانک ٹیکا
کار خصوصاً انگریزی خواں پورانک اس قصہ کی تعبیر اس طرح کرتے
ہیں ان کی رائے میں یہاں پر کرشن سے مراد پرمیشر سے ہے -
جمنا سے مراد پرمیشر کے پریم سے ہے - گوپیوں کے بستروں سے
مراد انسانوں کے دنیاوی پدارتھوں یعنی مال و دولت سے ہے
گویا اس قصہ سے دنیا داروں کو یہ بتایا گیا ہے - کہ پرماتما کے پریم
میں مگھن ہو کر انسان کو چاہئے کہ کسی دنیاوی چیز کا خیال نہ رکھے
اور اُن کو اپنی یاد سے ہٹا دے مگر افسوس کہ انسان پریم کی ندی میں اشنان کر کے
بھی اُنہیں دنیاوی چیزوں کے پیچھے دوڑتا ہے پرماتما اُسکو عبرت دلانے کیلئے اُس کی اصلی چیز دنکو

اُٹھا لینے میں یہاں تک وہ اپنی چیزوں کیلئے پکارتا ہے۔ پرماتما اُسکی
پکار سُن کر اپنے نزدیک بلاتے ہیں اور جب وہ خالی ہاتھ آنے
میں شرم کرتا ہے تو پرماتما اُس کو یہ اپدیش کرتے ہیں کہ میرے
پاس "ننگا" اُگاڑھا خالی ہاتھ آنے میں شرم نہیں میرے پاس
آنے کے لئے اپنے جسم کو کپڑوں سے ڈھکنے کی ضرورت نہیں بلکہ اپنے
آپ کو تمام دنیاوی آلایشوں سے علیحدہ کر کے میرے پاس آؤ تو
میں تمہاری تمام خواہشوں کو پورا کرونگا اور ننگ ڈھکنے کیلئے بستر دونگا۔
یہ استعارہ کیسا ہی خوبصورت ہو مگر ہماری رائے میں اُس کے
ذریعہ بلا ضرورت غلط فہمی کا سخت اندیشہ ہے۔ اگر اِن تمام قصایص کی
بنیاد میں ایسے ہی استعارے اور خیالات ہیں تو ہمیں یہ کہنے میں
ذرا بھی تامل نہیں کہ ان استعارات نے ہندوؤں کو سخت نقصان
پُہنچایا اور اُن کے اخلاق کو اور اُن کی عبادت کو ازحد گرا دیا۔

برائے خدا اب اِن کو الوداع کہو۔ اور سیدھے سادھے طریقہ
سے پرماتما کے حضور میں جا کر بھگتی اور پریم کے پھول چُنو۔ کم از کم کرشن
جیسے مہا پرش کو کلنک نہ کرو۔ اور اگر اور کسی خیال سے نہیں
تو اپنا پوجیہ اور مہاروح سمجھ کر ہی اُسپر رحم کرو ناحق اُس کو اپنی
نازک خیالیوں کا ناوک نہ بناؤ۔ اُن مہاتماؤں سے بچو جو اِس مہا پرش
کے نام پر تمہاری عصمت پر ہاتھ ڈالتے ہیں اور تم کو اور تمہاری
استریوں کو نرک گامی بناتے ہیں۔

ساتویں فصل

کرشن اور بلرام کا متھرا میں واپس آنا اور کنس کا اُن کے ہاتھ سے مارا جانا

آخر کب تک ممکن تھا کہ یادو بنس کے (نسل) دو عالی نژاد شاہزادے گڈریوں کے بھیس میں چھپے رہتے۔ اور کبھی پہچانے نہ جاتے۔ مشک کو کتنا ہی چھپا کر کیوں نہ رکھا جاوے۔ کپڑوں میں تہ در تہ لپیٹ دیا جاوے لیکن آخر اُس کی خوشبو کپڑوں کو چیر کر نکل جاتی ہے۔ کرشن اور بلرام جیسے دونوں جوانوں کا حسب و نسب مدت تک چھپا نہ رہ سکتا تھا۔ اُنکی صورتیں اُن کی حرکتیں، اُنکے کرتب اُن کے عالی نسل ہونیکی شہادت دیتے تھے۔ اُن کی پیشانیاں۔ اُن کی آنکھیں۔ اُن کے چہرے اور اُن کے جسم کا بند بند زبان حال سے پکار رہا تھا کہ یہ دونوں لڑکے پیدائش سے گوپ نہ تھے۔ اور نہ ڈھنگر چرانا اور گھی مکھن۔ دودھ بیچنا اُن کا آبائی پیشہ۔ اُن کا سارا چہرہ بُشرہ بتلاتا تھا کہ اُن کی رگوں میں کسی اونچی نسل کا خون بہ رہا تھا۔ اور اُن کی ہڈیاں کسی اور ہی خمیر کی بنی ہوئی تھیں اُن کی جسمانی طرز وضع اور چال ڈھال سے سر بسر حکومت کی بو آتی تھی۔ قصہ کوتاہ یہ کہ جب کرشن اور بلرام کو اس طرح رہتے رہتے کچھ عرصہ

گذر گیا اور اُن کی دلیری - بہادری ہمت اور حوصلہ کی کہانیاں دور نزدیک
پھیلنے لگیں - تو آہستہ آہستہ لوگوں میں یہ چرچا شروع ہوئی کہ یہ لڑکے گوپ
نہیں ہیں - ہوتے ہوتے کنس کو بھی[1] خبر ملی اور اس کو فوراً یہ شبہ ہوا کہ ہو نہ
ہو یہ دونوں لڑکے واسدیو کے ہیں جو اس سے چھپا کر گوپیوں میں پرورش
کئے گئے تھے کہ اُس کا شبہ یقین کے درجہ تک پہنچ گیا اور اس کو یہ فکر دامنگیر
ہوا کہ جس طرح سے ہو اِن دونوں کو پکڑ کر حوالہ ملک الموت کیا جاوے تا کہ
پھر کسی قسم کا کھٹکا نہ رہے -

دنیا کی تاریخ میں کنس جیسے سینکڑوں ظالموں کا پتہ چلتا ہے جنہوں
نے اپنی بادشاہی کو محفوظ کرنے کے لئے خاندانوں کے خاندان مروا ڈالے
نہ بچے کو چھوڑا نہ بوڑھے[2] کو - جنہوں نے اسی طرح جوان مرد دشمنوں
سے نجات پانے کی غرض سے اُن کو شیروں اور ہاتھیوں سے
لڑا دیا!!!

خلفائے اسلام و راجپوتان ہند کی تاریخوں کے بہت صفحات اس قسم کی

---

[1] وشنو پوران میں روایت یہ ہے کہ نارد مہاراج نے کنس کو اطلاع دی کہ کرشن اور بلرام واسدیو کے پسر ہیں - اور ادھر تو کنس کو یہ بھڑکایا کہ جبتک کرشن اور بلرام زندہ ہیں تیری سلطنت محفوظ نہیں اور نہ تیری زندگی بے خطر - اور ادھر کرشن کو بدلہ لینے پر آمادہ کیا - مگر ہم یہ یقین نہیں کرتے کہ یہ نارد واقعی کوئی منش ہے - بلکہ ہمارا اب بھی یہی خیال ہے کہ یہ نارد وہی فرضی شخص ہے جسکے دوارے اہل پوران لڑائی بھڑائی کرانے کا منشا پورا کرتے ہیں اور جس کی بابت ہم پہلے نوٹ دے چکے ہیں -

[2] حضرت موسیٰ کی اوائل زندگی کی کہانی بھی اسی قسم کی ایک نظیر ہے -

شرمناک حرکتوں سے پرہیز[۱]۔ ناظرین ان صفحات کو کھولو اور نظر عبرت سے پڑھو کہ خداوند کریم کیسا کارساز ہے اور کس طرح دنیا کو ظالموں اور ستمگاروں کے پنجوں سے نجات دینے کے لئے مظلوموں کی حفاظت کرتا ہے اور اُن میں ایسی طاقت اور ہمت بخشتا ہے کہ وہ تمام مصیبتوں اور آفتوں سے مقابلہ کرنے کے لئے ہر بلا سے بچ جاتے ہیں اور اُن کے ظالم وجفا کار باوجود اپنی تمام ثروت وحشمت وجاہ ومرتبہ وطاقت وحکومت وفوج وسپاہ کے انہیں کے ہاتھ سے نیچا دیکھتے ہیں!

کرشن اور بلرام کے حالات سنکر کنس کو یہ دیکھنے لگا کہ انجام آپہنچا لیس اب چند ہی دن کی زندگی باقی ہے۔ گویا اُس کو آواز غیبی نے پھر یہ بتلایا کہ جو پیشین گوئی دیوکی کی شادی کے وقت ہوئی تھی اُس کے پورا ہونے کا وقت آن پہنچا۔ ظالم! گنہگار! کس نیند سو رہا ہے۔ تیرے ہاتھ سے خلق خدا کو چھڑانے والا تیرے سے انتقام لینے والا۔ اپنی قوم کو تیرے وجود سے خالی کرانے والا آن پہنچا۔ باوجود تمام ہوشیاریوں اور احتیاطوں کے تیرا ہاتھ اس تک نہ پہنچ سکا اور گو اُن کو قتل کرنے کی خواہش میں تو نے سینکڑوں معصوم بچوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے اور اپنے دامن اعمال کو مختلف طریقوں سے گناہ آلودہ کیا تاہم جسکو بچانا خدا کو منظور تھا اُس تک تیرا ہاتھ نہ پہنچا۔

[۱] کرنل ٹاڈ نے اس قسم کی کئی مثالیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک ممدوداس راٹھور کی ہے جس کو اورنگ زیب نے زندہ شیر کے پنجرے میں بند کر دیا تھا جنگل کا شیر راجپوتنی کے شیر بچہ کی آنکھوں سے آنکھیں نہ لڑا سکا۔ اور ممدوداس صحیح سالم پنجرے سے نکل آیا۔ اسیطرح سے پرتھی سنگھ راجپوت پر شیر چھوڑا گیا اور وہ بھی تن تنہا بغیر کسی ہتھیار کے شیر پر غالب آیا۔

بجائے بادشاہی محلوں کے ناز ونعم کے اُس نے نیچر کے محلات میں پرورش پاکر نیچر سے دلیری اور ہمت کی وسعت کے سبق سیکھے۔ جنگلی جانوروں اور درندوں کی ہمسائیگی میں قدرت نے اُس کو وہ خونخوار عادات سکھائیں جو موزیوں کے مارنے کے واسطے ضروری تھیں۔ ساری بچپن میں قدرت اُس کو یہ سبق سکھاتی رہی کہ اپنی نسل کے دشمن اپنی جنس کے دشمن موزیوں پر رحم کرنا واجب ہی نہیں بلکہ ادھرم ہے۔ ضرورت نے اُس کو موزیوں کے خلاف نردئی یعنے بے رحم ہونے کی تعلیم دی اور اس تعلیم اور تلقین سے مضبوط ہو کر کرشن اور بلرام نے وہ کام کیا جس سے بچنے کے لئے کنس نے اُن کے سارے بھائی بہنوں کا خون اپنی گردن پر لیا تھا۔ ہائے افسوس پاپ اور اہنکار سے دبے ہوئے کنس کو کبھی بھی یہ خیال نہ گذرا کہ جس کو پرماتما بچانا چاہتے ہیں اُس کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں مار سکتی اور معصوم بچوں کے خون سے محفوظ کیا ہوا تاجدار بھی موت کے پنجے سے نہیں بچ سکتا!

کرشن اور بلرام کے حالات سُنتے ہی کنس اسی ادھیڑ بُن میں مصروف ہوا کہ کسی طرح اُن کو مروا ڈالے چنانچہ اُس نے یہ تدبیر نکالی کہ چودس کے روز جو دنگل طاقت آزمائی۔ کشتی۔ تیر اندازی۔ نیزہ کشی وغیرہ کا ہوا کرتا تھا اُس میں کرشن اور بلرام کو بمعہ سربرآوردہ گوپوں کے مدعو کیا۔ یادو بنس کے ایک معزز سردار اکرور کو اُن کے لینے کے لئے بھیجا۔ وشنو پران کا مصنف رداِی ہے کہ روانگی کے وقت کنس نے اکرور سے اپنا دلی منشاء ظاہر کر دیا تھا لیکن خواہ یہ درست ہو یا نہ ہو اکرور جس وقت ورندرابن پہنچا اور اُس

کی نظر کرشن اور بلرام پر پڑی تو وہ اُن کی خوبصورتی - اور تنومندی کو دیکھ کر حیران رہ گیا - اور اُس نے ازراہ ترس ان دونوں کو اصلی بھید بتا دیا کنس سے لوگ اس درجہ تک بیزار ہو چکے تھے کہ یہ امر غیر اغلب نہیں کہ اکرؔور نے کرشن اور بلرام کے غضب کو مشتعل کرنے کے لئے اُس کو کنس کے سارے ظلم و ستم کی کہانی سُنا کر اور کچھ اپنی جانب سے بھی رنگ چڑھایا ہو مگر تاہم اصل حالات کو معلوم کر کے بھی کرشن اور بلرام کے دل میں خوف پیدا نہیں ہوا اور وہ ہمراہی بہت سے گوپوں کے اکرور کے ساتھ متھرا کو چلے آئے -

وشنو پران کا مصنف رقم طراز ہے کہ سری کرشن بوجہ غروب آفتاب متھرا میں پہنچے اور آتے ہی پہلے کنس کے دھوبی سے [1] اُن کی مڈبھیڑ ہوئی وہ گستاخی اور رعونت سے پیش آیا - یہاں تک کہ تکرار بڑھ جانے پر وہ ان کے ہاتھ سے مارا گیا - اس واقعہ سے - اُن کا ایسا رعب بیٹھ گیا کہ پھر جس کی اُنھوں نے خواہش کی وہ فوراً اُن کو مہیا ہو گئی -

اُدھر کنس نے یہ حکم دیا کہ جس وقت کرشن اور بلرام دنگل (میدان) میں قدم رکھیں اُسی وقت ایک مست ہاتھی اُن کے اوپر چھوڑ دیا جاوے اول وہ ہاتھی ہی اُن کو مار ڈالے گا لیکن قضا کار وہ بچ بھی رہیں تو پھر سلطنت کے دو بڑے پہلوانوں سے اُنکی کشتی کرائی جاوے - چنانچہ ایسا ہی ہوا صبح کو جب کرشن اور بلرام دنگل میں داخل ہوئے تو پہلے ایک نہایت بدمست شاہی ہاتھی اُن کے اوپر چھوڑ اگیا - دونوں بھائیوں نے نہایت

---

[1] روایت ہے کہ جب کرشن بلرام اور دیگر گوپ لڑکے سیر کرتے پھرتے تھے تو اُنھوں نے دربار میں جانے کے لئے دھوبی سے کپڑے مانگے -

ہمّت اور دلیری سے اُس کا مقابلہ کیا اور اُس کو مار کے آگے بڑھے۔ جب
آگے پہونچے تو دو گراں ڈیل۔ دیو شکل پہلوان اُن کے مقابلہ کے لئے سامنے
آئے۔ دنگل کے چاروں طرف کثرت سے خلقت کا ہجوم تھا۔ بادشاہ خود
بدولت ایک شان دار شامیانہ کے نیچے بیٹھے ہوئے سیر دیکھ رہے تھے۔ رانیاں
بھی ایک پنڈال میں سے تماشا دیکھتی تھیں اور باقی تمام فوج و رعایا درجہ
بدرجہ سجے ہوئے بیٹھے تھے۔ ایک طرف واسدیو اور دیوکی جی بھی بیٹھے تھے
اور اپنے لخت جگروں کی جان کی فکر میں غرق تھے۔ اُن کے پاس ورندابن
کے گوپ بھی اپنے شہزادوں کے کرتب دیکھنے کے لئے ڈٹے ہوئے
تھے۔ غرض ایک عجیب سناٹے کا عالم تھا۔ ہاتھی کا مقابلہ دیکھ کر خلقت
نے آفرین کے نعروں سے زمین و آسمان کو گنجا دیا۔ جب یہ نعرے ذرا کم
ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اِن دو نازک بدن شہزادوں سے مقابلہ کرنے کے
لئے دو قوی ہیکل پہلوان منتخب کئے گئے ہیں۔ اِس پہ تو لوگوں کو بہت
غصہ آیا اور چاروں طرف سے تراہماں تراہماں کی آواز بلند ہوئی مگر
ظالم بادشاہ کے سامنے جو اِن خوبصورت نوجوانوں کے خون کا پیاسا
تھا کس کی پیش جا سکتی تھی۔ خیر لڑائی شروع ہوئی۔ ایک ایک
پہلوان ایک ایک شاہزادے سے زور آزمائی کرنے لگا۔ مگر انجام کار
خاندانی شہزادوں نے کرایہ کے ٹٹو نمک حرام پہلوانوں کو گرا مارا۔ بس
پھر کیا۔ کنس کی نظروں میں سارا جہان دھواں دھار ہو گیا۔ اور
نگاہوں سے خون ٹپکنے لگا۔ حیران و ششدر سوچ رہا تھا کہ یہ کیا ہوا کہ
اتنے میں گوپیوں کے لڑکوں نے دنگل میں آن کر کرشن اور بلرام کے ساتھ ملکر

فتح اور خوشی کے جوش میں ناچنا شروع کیا۔ اُن کا ناچنا کیا تھا گویا کنس کے زخمی جگر پر نمک چھڑکنا تھا۔ گوپوں کے لڑکوں کی اس جرات کو دیکھ کر کپڑوں سے باہر ہوگیا اور حکم دیا کہ فوراً سب لڑکوں کو معہ کرشن و بلرام کے میدان سے نکال دیا جاوے۔ اُس نے اسی حکم پر اکتفا نہیں کی بلکہ ساتھ ہی واسدیو کو عذاب سے مارے جانے کا حکم صادر کیا اور نند کو گرفتار کر کے پابزنجیر کرنے کی آگیا دی مگر کرشن و بلرام کی بہادری و شجاعت کو دیکھ کر کس میں اتنا حوصلہ تھا کہ وہ ایسے ظالمانہ احکام کی تعمیل کے لئے آگے بڑھتا۔ لوگ تو آگے ہی کنس سے بیزار تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح اس کے ہاتھ سے چھٹکارا ملے غرض کہ اُس تمام وسیع مجمع میں کسی شخص کی جرات نہ پڑی کہ کنس کے احکامات کو بجا لانے کے لئے آگے بڑھتا کنس تو حیران ہی تھا کہ یہ کیا ہوا میری ساری حکومت خاک میں مل گئی کہ اتنے میں کرشن کود کر اُس شامیانہ میں آپڑا جہاں کہ کنس بیٹھا ہوا تھا۔ آتے ہی اُس نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ بالوں[۱] سے پکڑ کر کنس کو زمین پر دے گرایا۔ پھر تو دونوں میں خوب کشمکش ہونے لگی۔ کچھ دیر تک دونوں لڑتے رہے آخر اقبال مند کرشن کے ہاتھ سے ظالم کنس مارا گیا۔ کنس کے ہاتھ سے رعایا اور قوم ایسی تنگ تھی۔ کہ اتنے انبوہ میں سے کسی نے کنس کو بچانے کی بھی کوشش نہ کی۔ گویا ایک گونہ اس موقع کو غنیمت سمجھا اور دونوں غنیموں کو اپنی دلی آرزو دیئیں

---

[۱] بھاگوت سے معلوم ہوتا ہے کہ کنس اور کرشن کا مقابلہ ہوا اور کنس مقابلہ میں مارا گیا اور نیز یہ بھی کہ کنس کے آٹھ بھائی تھے جو لڑے اور مارے گئے۔

نکالنے کا موقع دیا۔ البتہ کنس کا بھائی سمالی آگے بڑھا اوس کو بلرام نے سنبھال لیا۔ مگر وہ بھی انجام کار بلرام کے ہاتھ سے مارا گیا۔

آٹھویں فصل

اُگرسین کی تخت نشینی اور کرشن کا تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے بنارس کو جانا

جب کنس کی موت کی خبر رانیوں تک پہونچی تو اُنھوں نے گریہ زاری کرنا شروع کیا۔ اودھر اگرسین اور کنس کی والدہ بھی اپنے دونوں نا خلف لخت جگروں کی لاشوں کو دیکھ کر ورلاپ کرنے لگے غرض ایک عجیب سماں بندھ گیا۔ خوف اور رنج سے بھرا ہوا نظارہ ہر چھوٹے بڑے کیلئے عبرت سے بھرا ہوا تھا کنس کے اس انجام کو دیکھ کر لوگ آن کی آن میں اُس کے ظلم و ستم کو تو بھول گئے۔ اور اُسکی خون آلودہ لاش کو دیکھکر رونے لگے۔ نفرت اور انتقام کے خیالات کی جگہ رحم اور افسوس نے اُن کے دلوں پر قابو پایا۔ غرض چاروں طرف سے افسوس ہونے لگا۔ یہانتک کہ کرشن کو بھی اس افسوس اور رنج میں شریک ہونا پڑا کنس کے رشتہ داروں کے رنج و غم میں شریک ہونے کے بعد کرشن اور بلرام واسدیو اور دیوکی کی طرف بڑھے اور اپنے سر اُن کے قدموں پر رکھ دیئے ایک طرف تو

اگر سین اور اُس کی زوجہ کا اپنے پتروں کی موت پر دولاپ دوسری طرف واسدیو اور دیوکی جی کا اپنے بچھڑے ہوئے پتروں سے ملاقات یہ دونوں عجیب سین تھے جو ایک ہی میدان میں لوگوں کے دلوں میں مخالف قسم کے جذبات پیدا کر رہے تھے۔ اس سارے سین میں لوگوں کو پرماتما کے اٹل نیاء (لازوال انصاف) کی ریکھا؎ دکھائی دیتی تھی۔ جو افسوس اور رنج کنس اور سمالی کو خون آلودہ دیکھنے سے پیدا ہوا تھا وہ فوراً اُس خوشی کے نیچے دب گیا جو واسدیو اور دیوکی جی کو اپنے پتروں کی ملاقات سے ہوئی۔ کنس کی وہ کارروائی لوگوں کی نظروں کے سامنے پھر آگئی جو اُس نے واسدیو اور دیوکی کے بچوں کو قتل کرنے کے لئے کی تھی۔ مظلوم ماتا اور پتا کے بشاش چہروں نے لوگوں کے دلوں پر مقناطیسی اثر پیدا کیا یادوبنس کے سب چھوٹے بڑے یکے بعد دیگرے کرشن کے پاؤں پر آپڑے اور سب نے ہم آواز ہو کر اُس سے راج تلک لینے کی درخواست کی۔ مجتمع شدہ رعایا نے بھی خاندانی خویش واقارب کی آواز سے اتفاق رائے کیا اور چاروں طرف سے یہی آواز گونجنے لگی کہ سری کرشن گدی پر بیٹھیں اور راج کریں نوجوان کرشن کے لئے کڑے امتحان کا موقع تھا۔ ایک طرف تو راج۔ دولت۔ ثروت حشمت اُس کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑے ہوئے تھے اور سارے بھائی بند اور ساری رعایا اس امر پر اصرار کرتی تھی کہ کرشن جی راج قبول کریں دوسری طرف کرشن کے دل میں انصاف اور دھرم کی لہر جوش زن تھی اُس کے ہردے سے یہ آواز آئی تھی کہ گدی میرا حق نہیں ہے میں نے کنس کو اسلئے

؎ باریک لڑی۔

نہیں مارا کہ اُس کی گدی کو غضب کروں۔ اگر میں نے اس وقت گدی قبول کی تو خلق خدا کو معقول طور پر یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ راج کے لالچ میں کنس کا خون کیا۔ حالانکہ میرے دل میں کبھی بھی یہ خیال نہیں آیا۔" اس لئے اُس نے غور اً یہ فیصلہ کیا کہ میں گدی قبول نہیں کروں گا۔ گدی اگرسین کا حق ہے جس سے ظالم کنس نے بے ایمانی اور زبردستی سے چھینی تھی۔ اگرسین نے بھی ہر چند کہا کہ میری عین خوشی ہے کہ آپ گدی پر بیٹھیں مگر اُس نے ایک نہ سُنی۔ اور سب لوگوں کے سامنے اگرسین کو اپنے تخت و تاج پر بحال کر دیا۔ جو خاندان کہ کنس کی زیادتیوں کی وجہ سے علاقہ چھوڑ کر چلے گئے تھے اُن سب کو واپس بلایا اور تمام انتظام کو درست کر کے خود بہمراہی بھائی بلرام جی کے ودیا حاصل کرنے کی ٹھانی۔ اور کانشی جانے کا ارادہ کیا۔[۱]

ناظرین ودیا حاصل کرنے کی عمر کا بہت بڑا حصہ سری کرشن اور بلرام نے بندرابن کے جنگلوں میں ڈنگر چراتے اور بنسری بجاتے صرف کیا تھا۔ کیونکہ اُن کی جان کی حفاظت کے لئے اُن کی اصلیت کو چھپانا ضروری تھا۔ لیکن

---

[۱] ہم نہیں کہ سکتے کہ کرشن کے زمانہ میں موجودہ بنارس کو جس کو عام ہندو کانشی کہتے ہیں یہی عروج حاصل تھا جو اُس کو پورانک زمانے میں نصیب رہا۔ گو پراچین لٹریچر میں شہر کانشی کا ذکر آتا ہے۔ مگر ہمارے پاس یہ کہنے کی کوئی وجہ نہیں کہ اُس سے مراد اس شہر بنارس سے تھی۔ پورانوں کی تصنیف کے وقت تو کانشی اپنے عروج پر تھا اور اس لئے ممکن ہے کہ ان پورانوں کے بنانے والے پنڈتوں نے اپنے خیال کے بموجب یہ تحریر کر دیا ہو کہ سری کرشن ضرور ہی ودیا حاصل کرنے کے لئے ہونگے۔ حالانکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت اُنھوں نے کانشی میں تعلیم نہیں پائی۔

جونہی کہ سری کرشن کو اپنے حسب نسب کا پتہ لگا یا اس نے محسوس کیا کہ اُس
کے لئے ودیا حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ بغیر حصول تعلیم وہ اپنے رتبہ کے
فرائض کو انجام دینے کے قابل نہیں ہو سکتا تھا۔ کشتری کل کے دونوں
ہونہار شہزادوں نے فوراً اس کمی کو پورا کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور اُن
تمام پیارے گوپیوں کو رخصت کیا۔ جنہوں نے بچپن میں اُن کی حفاظت کی
تھی اپنے دہرم کے باپ اور اُس کے تمام سنگی ساتھیوں سے بڑے تپاک
سے رخصت لی اور اپنے دہرم کی ماتا جسودہا کو پیار اور محبت کے بھرے
ہوئے سندیسے بھیجے۔ اسی طرح سے تمام ساتھیوں سے رخصت لی جن
کی ہمراہی میں اپنے قید کے دن کاٹے تھے۔ اور جن کی صحبت میں
بہت مزے سے دن بسر کئے تھے۔ یہ ارادہ اُس خاندانی زندگی پر دال
تھا جو اُس وقت کے راج گھرانوں کے حصہ تھی۔ اپنا دہرم معلوم کرتے ہی
اُن تمام تعلقات پر لات ماری جو اس سے پہلے قایم ہو چکے تھے۔ نہ نند اور
جسودہا کا پریم۔ نہ گوپ لڑکوں کی محبت اور نہ کھیل کود نے اُس کے
دل کو کشش کیا۔

کرشن کی تعلیم کی بابت پورانوں سے صرف اسی قدر پتہ چلتا ہے کہ
کرشن کے اُستاد کا نام سندی پانی تھا جس کی رہایش مقام اونتی پور میں
تھی۔ پوران تو فخر یہ بیان کرتے ہیں کہ کرشن نے سندہی پانی سے صرف
۶۴ روز تعلیم پائی اور اس عرصہ میں سارے شستر ودیا میں مہارت پیدا
کر لی۔ مگر مہابھارت میں جگہ جگہ کرشن کی ودیا اور لیاقت کا تذکرہ ہے۔
جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کرشن اپنے زمانے کا پرم ودوان تھا اور وید

شاشتر سے خوب واقفیت رکھتا تھا۔ مہابھارت میں ایک جگہ یہ لکھا ہے
کہ کرشن جی نے دس سال تک تپ کیا۔ جس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ
اگر سین کو متھرا کی گدی پر بٹھا کر سری کرشن برہم چریہ برت دھارن کر دس
سال تک کیول ودیا حاصل کرتے رہے۔

نویں فصل

متھرا پر جراسندہ شہنشاہ مگدھ کی یورشیں

جن دنوں کنس متھرا کی گدی پر براجمان تھا اُن دنوں بھارت ورشش
میں مگدھ کے تخت پر جراسندہ حکمران تھا جس نے تمام راجوں مہاراجوں پر
فتح پاکر شہنشاہ کا لقب حاصل کیا تھا۔ کنس نے اپنی طاقت کو بڑھانے
کے لئے جراسندہ سے تعلق پیدا کرنے کی ٹھانی اور اُس کی دو لڑکیوں سے
بیاہ کیا۔ چنانچہ جب وقت کنس کے قتل کی خبر مگدھ میں پہنچی تو مہاراجہ جراسندہ
آگ بگولا ہو گئے اور انھوں نے جادووں کے نشٹ کرنے کے ارادے
سے فوراً چڑھائی کا حکم دیا۔

اور تھوڑے ہی عرصے میں بے شمار فوج پیادہ سوار ہاتھی لیکر متھرا
پر آن گرجا۔ جراسندہ کی چڑھائی کی خبر سُنکر متھرا والوں نے سری کرشن
اور بلرام کو یاد کیا۔ چونکہ اس چڑھائی کے موجب دراصل سری کرشن
تھے۔ اس لئے اُن پر واجب تھا کہ اس کٹھن وقت میں اپنے خاندان

کو مدد دیں۔ اس لئے وہ اور بلرام دونوں جراسندہ کے حملے شروع ہونے سے پہلے متھرا میں آن پہنچے اور نہایت دلیری اور شجاعت سے اپنی جنم بھومی اور اُس کے راجہ کے ڈیفنس میں لڑتے رہے۔ گو جراسندہ کی فوج کے مقابل میں یادووں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ اور اُس مہا مرتبہ والے راجہ کے سامنے اُن کی سلطنت کی کچھ حقیقت نہ تھی مگر وہ اپنے شہر اور راجہ کے ڈیفنس میں ایسے جان توڑ کر لڑے کہ انھوں نے جراسندہ کی بے شمار جمعیت کے دانت کھٹے کر دئیے یہاں تک کہ جراسندہ کو محاصرہ اُٹھانا پڑا۔ اسی طرح سے پورے اٹھارہ دفعہ جراسندہ متھرا پر حملہ آور ہوا۔ مگر ہر دفعہ ناکامیاب رہا۔ آخری بار بڑی طیاریوں سے آیا اور حملہ باجگذار فرماں روایان کو اپنے ساتھ لایا۔ یہاں تک کہ دوغلی نسل کے یون راجہ "کال یون" کو بھی اپنی مدد کے ہمراہ لایا۔ اس کال یون کے ساتھ بہت سی تعداد ملیچھ اور دیگر وحشی لوگوں کی تھی۔

اس تازہ اور خونخوار حملہ کی خبر پاکر یادوں کو جو جراسندہ کے

۱؎ وشنو پوران میں لکھا ہے۔ کہ جراسندہ کے ساتھ ۲۳ اکشونی فوج تھی۔ ایک ایک اکشونی میں ایک لاکھ ۹ ہزار تین سو پچاس پیادہ تھے ۶۵۶۱۰ سوار تھے۔ اکیس ہزار آٹھ سو ستر اور اسی قدر ہاتھی تھے۔ ہم نہیں کہ سکتے کہ اس بیان میں کہاں تک صداقت ہے اور کہاں تک یہ ہندو سے پرانوں کے رچنے والوں کی شاعرانہ حساب دانی کا نتیجہ ہیں۔

پہلے حملوں سے بہت کمزور ہو چکے تھے بہت سوچ ہوئی۔ آخر مشورہ
کرشن انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس بے پایاں دشمن کے ساتھ لڑائی کرنی خود
کشی میں داخل ہے۔ بارہ متواتر حملوں میں جراسندہ کو پیچھا دکھایا تھا
لیکن جب جراسندہ نے اپنی جمعیت کے علاوہ ملیچھوں کی مدد بھی اپنے
شامل حال کر لی تو یادوں نے سوچا کہ ان لڑائیوں سے جراسندہ
کی طاقت میں اتنا ضعف نہیں آتا جسقدر کہ نقصان اُن کی چھوٹی سی
جماعت کو پہنچتا ہے۔ اس لئے آخر یہ فیصلہ کیا کہ متھرا چھوڑ کر کسی اور جگہ
پناہ لینی چاہئے۔ اور موقعہ کا انتظار کرنا چاہئے۔ چنانچہ جس قدر مال و دولت
لے جا سکے اپنے ساتھ لے چلے اور متھرا سے نکل بھاگے۔ مغرب میں سمندر
کے کنارے علاقہ گجرات میں کشتی تھلی ایک شہر کو اپنی رہایش کے لئے
منتخب کیا۔ یہ شہر دامن کوہ میں واقع تھا۔ وہاں پر کرشن نے ایک جزیرہ
کی جگہ پر شہر دوارکا کی بنیاد ڈالی جو اب تک قایم ہے۔ اور ہندوؤں کا
مشہور تیرتھ ہے۔ اس مقام پر یادون نے ایک مضبوط قلعہ بنایا اور
سلسلہ کوہستان میں دروازے اور بے شمار پہرہ چوکی کے مقامات
بنا کر محفوظ ہو بیٹھے[۱]۔

[۱] جب یدھشٹر مہاراج نے سری کرشن کے سامنے راجسویگ کرنے کی خواہش
ظاہر کی اور اُن سے اس بارہ میں مشورہ مانگا تو سری کرشن نے جواب میں
کہا کہ ہے ارجن! جراسندہ نے ہندوستان کے تمام راجوں مہاراجوں کو جیت
کر مطیع کر لیا ہے۔ کشتریوں کی تمام قوموں نے اُس کے سامنے سر جھکا دیا ہے
بہت سی قومیں اُس کے خوف کے مارے علاقہ چھوڑ کر بھاگ گئیں۔ اُس کی

دسویں فصل

کرشن جی کی شادی

(برار) کے راجہ بھیشمک کی حسین لڑکی کا نام رکمنی تھا۔ کرشن جی اس شاہزادی کے حسن و جمال کی تعریف سنکر اُس کے عاشق ہو گئے۔ اور تماشا یہ کہ عشق دو طرفہ تھا۔ وہ بھی کرشن مہاراج کی صورت و سیرت پر دل دادہ تھی۔ دل میں یہی آرزو رکھتی تھی کہ کسی طرح کرشن مہاراج

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰۱) فوج میں بے شمار زبردست یودھا اور بیرا کٹھے ہو گئے ہیں جب تک تو اُس کو نہ جیتے تو راجسویگ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اسی گفتگو کے اثنا میں انھوں نے اُن تمام لڑائیوں کا حال درشن کیا جو خود انھوں نے اور اُن کے خاندان نے جراسندہ سے لڑی تھیں اور جن سے تنگ آکر آخر کو دوارکا کی جانب بھاگنا پڑا تھا۔ اس گفتگو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت یادو نسل میں خاص شاہزادہ بھائی بھتیجے تھے جو سب کے سب شستر دھاری اور فن سپاہگری میں مشتاق تھے۔ اسی گفتگو میں سری کرشن جی نے ظاہر کیا کہ دوارکا کے گرد کے پہاڑی سلسلہ کوہستان کا گھیرہ تین یوجن کا تھا ہر ایک یوجن میں ۲۱ چھاؤنیاں اور ۱۰۰ دروازے بنائے گئے تھے جہاں پر یادو اسلحہ بند حفاظت کرنے کے لئے رہتے تھے۔ ہر ایک یوجن ۸ کوس کا ہوتا ہے۔

سے بیاہ ہو جاوے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اُس کا پتا بھیشمک پر راجہ جراسندہ کا دباؤ تھا۔ اُس نے مہاراج مذکورہ کے مشورے سے رکمنی کی سگائی راجہ ششپال والی چھیدی سے کردی۔ جو مہاراج جراسندہ کا سپہ سالار تھا۔ یہاں تک کہ شادی کی تاریخ مقرر ہوگئی۔ اور ششپال بہمراہی اپنے مالک مہاراج جراسندہ کے شادی کے واسطے آگیا۔ ادھر کرشن جی کو جب یہ خبر لگی کہ رکمنی کے پتا نے رکمنی کی شادی رچا دی وہ بھی بل بھدر اور دیگر ہمراہیوں کو لیکر راجہ بھیشمک کی راجدھانی منڈیں نامی میں پہنچے۔ اور جب کہ رکمنی مندر سے واپس اپنے گھر جا رہی اس کو لے اڑے [۵۱]

رکمنی کے بھائی رکمن کو جب یہ خبر پہنچی تو وہ آگ بگولا ہو کر تعاقب میں نکلا۔ آخر طرفین کی سٹ بھیڑ ہوئی اور رکمن کو شکست ہوئی قریب تھا کہ وہ مارا جاوے کہ اس کی ہمشیرہ نے اُس کی شفاعت کی۔ اور اس کی جان بخشی کرائی۔ چنانچہ رکمن کو اس طرح نیچے دکھا کر کرشن رکمنی کو دوارکا میں لائے اور راکشس [۵۲] ریتی سے اُس سے شادی کی۔

اس شادی سے پردیومن پیدا ہوا جس کا ذکر اکثر مقامات پر مہابھارت میں آتا ہے۔

---

[۵۱] بعض پورانوں کی کتھا سے معلوم ہوتا ہے کہ رکمنی نے خود سری کرشن کو سندیسا بھیجا اور مندر جانے کے بہانے سے اپنے باپ کے محل سے نکلی۔ اور رضامندی سے کرشن کے ساتھ بھاگ نکلی۔

[۵۲] سمرتی شاستروں میں بیاہ آٹھ قسم کے لکھے ہیں جن میں سے ایک پرکار کے بواہ

گیارھویں فصل

سری کرشن کی دیگر لڑائیاں

دوارکا میں آباد ہونے سے پیچھے سری کرشن کی زندگی د و حصص

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰۳) کو راکشس کہتے ہیں۔ جب کوئی کشتری کسی کو خلاف مرضی اُسکے سپنبدھیوں کے لڑکر یا چوری سے بھگا لے جاتا تھا اور پھر اس سے شادی کرتا تو اُسکو راکشس ریتی کی شادی بولتے تھے۔ مہابھارت میں لکھا ہے کہ بھیشم پتامہا اس طرح سے کانشی کے راجہ کی دو کنیاؤں کو خلاف مرضی اُن کے پتا کے اپنے بھائیوں سے بیاہ کرنے کے واسطے ہرن کر کے لے گیا تھا۔ کیونکہ راجہ کرن اُن کنیاؤں کو اس کے بھائیوں سے بیاہنا نہ چاہتا تھا۔ مہاراجہ پرتھوی راج کا سنجوگتا کو لے بھاگنا اور پھر اُس سے شادی کر کے اُس کو مہارانی بنانا تاریخی واقعہ ہے جس کی صحت میں کسی کو کلام نہیں چنانچہ ارجن بھی اسی طرح کرشن کی ہمشیرہ سوبھدرا کو لے بھاگا تھا۔ جس کا ذکر آگے آوے گا۔

فٹ نوٹ۔ پورانوں میں سری کرشن کی بیشمار رانیوں کا تذکرہ ہے۔ ان تذکرات میں سے اصلیت اخذ کرنا سخت مشکل کیا بلکہ ناممکن ہے۔ تاہم یہ امر تحقیق سے کہا جا سکتا ہے کہ رکمنی جی سری کرشن کی اول اور بڑی رانی تھیں۔ وشنو پوران۔ بھاگوت اور ہری ونش کے مختلف بیانات کو مقابلہ کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سری کرشن کی آٹھ رانیاں تھیں۔

میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ ایک وہ جو مہابھارت کے یدھ میں پر گھٹ ہوتا ہے۔ اور دوسرا وہ جو دیگر لڑائیوں کے تذکرہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ دوارکا میں آباد ہونے کے بعد سری کرشن کی پبلک لائف کا بہت بڑا حصہ مہابھارت سے نکلتا ہے۔ مہابھارت میں جو حالات سری کرشن کے درج ہیں اُن سے اُن کی زندگی کے دیگر حالات کا بھی کچھ کچھ پتہ چلتا ہے اس لئے اُن کی پبلک زندگی کے اُس حصہ کو بیان کرنے سے پہلے جو مہابھارت میں ظاہر ہوتا ہے ہم صرف اشارۃً اُن چند لڑائیوں کا تذکرہ کر دیتے ہیں جو پورانک لٹریچر میں سری کرشن کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ یہ بیان اِس قدر استعارات و مبالغات سے پُر ہیں کہ اُن میں سے پوری پوری اصلیت اخذ کرنا ممکن نہیں۔

(۱) وشنو پوران ادھیائے ۲۹ میں اُس حملے کا ذکر ہے جو سری کرشن نے شہر پراگ جیوتش دار الخلافہ کامروپ (آسام) پر کیا تھا۔ اس علاقے کے راجہ کا نام نرک تحریر کیا گیا ہے اور وجہ اس لڑائی کی یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ پراگ جیوتش بڑا ظالم تھا۔ جبر سے لوگوں کی استریوں اور کنیاؤں پر قبضہ کر کے اُن کو اپنے گھر میں ڈال لیتا تھا اور جو چیز چاہتا تھا۔ چھین لیتا تھا چنانچہ جب اُس علاقے کے لوگ فریاد لیکر مہاراجہ کرشن کے پاس آئے تو انہوں نے نرک پر چڑھائی کی اور اُس کو قتل کر کے اُن تمام استریوں کو رہائی دی جو اُس کے محل میں قید تھیں اور جن کی تعداد ۱۶ ہزار بیان کی جاتی ہے۔

(۲) دوسری لڑائی جس کا ذکر وشنو پوران میں درج ہے۔ راجہ بان والی گرہٹک سے ہوئی۔ جس کا کارن یہ معلوم ہوتا ہے کہ کرشن کے پوتے انی رودھ

اور بان کی لڑکی اوشا کے دلوں میں باہمی الفت پیدا ہو گئی ۔
یہ عشق یہاں تک بڑھا کہ انرودھ اوشا کی سازش سے بان کے محلوں میں جا پہنچا اور وہاں معہ اپنی معشوقہ کے پکڑا گیا اور قید ہوا۔ چنانچہ جب یہ خبر دوارکا پہنچی تو وہاں سے سری کرشن اور بلرام اور پردیومن اُس کے چھڑانے کے لئے گئے۔ آخر ایک خونخوار لڑائی کے بعد بان کو شکست ہوئی اور سری کرشن انرودھ کو رہا کرا کر اپنے ساتھ لائے۔

(۳) تیسری لڑائی جس کا ذکر وشنو پوران میں ہے پونڈر راجہ بنارس سے ہوئی - اس راجہ نے واسدیو کا لقب اختیار کیا تھا اور چونکہ سری کرشن کا لقب بھی واسدیو تھا۔ اس لئے روایت ہے کہ اس نے حسد سے سری کرشن کو ایک گستاخانہ پیغام بھیجا۔ جس کا رن دونوں میں سخت جنگ و جدل ہوئی اور پونڈر مارا گیا - اس لڑائی میں پہلے چڑھائی کس طرف سے ہوئی اس کی بابت پورانوں کی روایتوں میں باہمی اختلاف ہے - وشنو پوران کے موجب تو وہ گستاخانہ پیغام جس میں سری کرشن کو جعلساز اور مکار وغیرہ کہا گیا تھا۔ سری کرشن کی چڑھائی کا موجب ہوا مگر دوسرے پورانوں میں یہ روایت ہے کہ جب کرشن مہاراجہ کیلاش یاترا کو گئے ہوئے تھے تو اول پونڈر دوارکا پر چڑھ آیا اور اُس نے شبخون مارا جس سے لڑائی شروع ہو گئی ۔

بارھویں فصل

دروپدی کا سوئمبر اور سری کرشن کا پانڈو پتروں کو پہچاننا

ہندوستان کی تاریخ میں کورووں پانچالوں کا جنگ جس کو عام زبان میں
جنگ مہابھارت کہا جاتا ہے ایک ایسا مشہور واقعہ ہے۔ جس کو ہندوؤں کا
بچہ بچہ جانتا ہے۔ اصل میں کورو اور پانچال دو قوموں کے نام تھے۔ جو
شمالی ہند میں حکمران تھیں۔ کورو قوم کی ریاست کا نام کورو جنگل تھا
اور پانچال کے علاقہ کا نام پانچال ہی تھا۔ گو دونوں قومیں ایک ہی
نسل سے تھیں۔ مگر دونوں میں اس قسم کی عداوت تھی۔ کہ عموماً لڑتی
رہتی تھیں۔ پانڈو پتر (یعنی یدھشٹر۔ ارجن بھیم۔ نکل و سہدیو) اور دریودھن
وغیرہ یہ سب کورو خاندان کے شاہزادہ تھے۔ اور آپس میں چچا تاؤ کے
بھائی تھے۔ پانچال کے بادشاہ کا نام دروپد تھا۔ جو راج کماری دروپدی
کا پتا تھا۔ دریودھن کا باپ دھرت راشٹر اندھا ہونے کے سبب سے
گدی سے محروم رہا تھا اور پانڈو راج کرتا تھا۔ بعد فوت ہو جانے پانڈو
کے دریودھن پسر کلاں دھرت راشٹر گدی کا خواہش مند ہوا اور اسی
خواہش میں اُسے یہ فکر دامنگیر رہتا کہ پسران پانڈو کو کسی طرح سے اڑا لے

تاکہ اُس کے لئے راستہ صاف ہو جائے۔ یہ لڑائی اتنی بڑھی کہ دھرت راشٹر نے پانڈوؤں سے کہا کہ وہ تھوڑے عرصہ کے لئے شہر ورن واٹ میں جا رہیں۔ پانڈوؤں نے جب اس بات کو منظور کر لیا تو دریودھن نے اپنے ایک صلاح کار پروچن کو اس مطلب کے لئے آگے بھیج دیا کہ یدھشٹر وغیرہ کے لئے جو محل طیار کیا جاوے اُس میں زیادہ لاکھ اور دیگر ایسی ہی جلد مشتعل ہو جانے والی چیزیں لگائی جاویں تاکہ جب پانڈو اُس میں جا رہیں تو ایک روز رات کو آگ لگا کر سب کو اندر ہی پھونک دیا جاوے لیکن دریودھن اور پروچن کی اس سازش سے وِدُر چچا یدھشٹر کو خبر ہو گئی، اور اس نے آگ کے لگائے جانے سے پہلے۔ یُدھشٹر وغیرہ کو خبردار کر دیا۔ چنانچہ یدھشٹر وغیرہ آگ کے لگنے سے پہلے وہاں سے بھاگ نکلے اور برہمنوں کے بھیس میں جنگل میں پھرنے لگے۔ کہ مبادا دریودھن پھر اُن کے ساتھ کچھ شرارت کرے۔ اس عرصہ میں پانچال کی راج پتری دروپدی کا سوئمبر رچایا گیا اس سوئمبر میں آریہ ورت کے سب راجے مہاراجے کشتری بیر یودھا موجود تھے۔ سری کرشن بھی معہ اپنے بھائی بلرام جی کے آئے ہوئے تھے پسران پانڈو بھی برہمنوں کی صف میں بھیس بدلے بیٹھے تھے۔

ناظرین کو معلوم ہو گا کہ اس سوئمبر کے جیتنے کی شرط یہ تھی کہ ایک تیل کی کڑاہی میں ایک چکر پر ایک مچھلی کی تصویر بنائی گئی تھی۔ یہ مچھلی گھومتی تھی۔ شرط یہ تھی کہ جو تیرانداز تیل میں مچھلی کے عکس کو دیکھ کر ایسا تیر چلاوے جو مچھلی کی آنکھ میں لگے اس سے دروپدی بیاہی جاوے گی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں تیراندازی کے فن میں جو کمال ارجن اور کرن کو

حاصل تھا وہ اور کسی کو نہ تھا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ تمام جمع شدہ راجوں اور مہاراجوں
سے کوئی بھی اس امتحان میں کامیاب نہ ہوا۔ اور جب کرن اٹھا۔ تو
دروپدی نے یہ کہا کہ یہ شخص رتھ بان کا پسر ہے اس سے میں شادی
نہیں کرونگی۔ چنانچہ بیچارا کرن اپنا سا منہ لیکر بیٹھ گیا۔ آخر ارجن جو برہمنوں
کی صف بیٹھا تھا اٹھا اور اٹھتے ہی اس پھرتی سے تیر چلایا کہ وہ سیدھا
نشانے پر لگا۔ بس پھر کیا تھا دروپدی نے آگے بڑھ۔ پھولوں کا ہار اس
کے گلے میں پہنا دیا۔ مگر ساری محفل درہم برہم ہوگئی اور جتنے راجے مہاراجے
جمع تھے انھوں نے فساد مچا دیا اور کہنے لگے کہ سوئمبر میں برہمن راج کنیا
کو ور نہیں سکتا۔ اس لڑائی میں ارجن اور بھیم نے وہ ہاتھ دکھائے کہ سری
کرشن نے جو وہاں پہ بیٹھا تھا ان کو پہچان لیا۔ اور بیچ میں پڑ کر یہ
فیصلہ دیا کہ اس برہمن نے جائز طور پر اس شرط کو جیتا ہے۔ اور اب
انصافاً اور قانوناً دروپدی اس کی ہے۔ سری کرشن کا لحاظ اور دباؤ اس
قدر تھا کہ ان کے فیصلہ دینے کے بعد سب چپ ہوگئے اور وہاں سے
رخصت ہوئے۔ ارجن معہ اپنے بھائیوں کے دروپدی لوے کر اپنی ماتا
کے پاس آئے۔ پھر کرشن جی وہاں پہنچے جہاں یدھشٹر اور ان کی ماتا ٹھہرے
ہوئے تھے۔ یدھشٹر کی ماتا کنتی کرشن جی کی پوا تھی۔ ایک دوسرے کو پہچان
کر میل ملاپ کے بعد پانڈو پسر پوچھنے لگے کہ آپ نے ہم کو کس طرح پہچانا
جس کے جواب میں سری کرشن نے فرمایا۔ کہ آگ چھپائی
ہوئی نہیں چھپ سکتی۔ جو عجیب و غریب کرتب کہ آج آپ نے راجہ
دروپد کے محلوں میں دکھلائے انھوں نے آپ کا پتہ بتا دیا۔ سوائے

پانڈووں کے اور کس کی سامرتھ تھی کہ اس قسم کے کھیل کھیلتا۔

تیرھویں فصل

سری کرشن کی بہن سبھدرا اور ارجن کی شادی

دروپدی جی کے سوئمبر کا نتیجہ جب دھرت راشٹر کے کانوں تک پہنچا تو اُس نے بہ صلاح و مشورہ اپنے بھائی بھیشم اور دیگر اہلیان دربار کے وِدُرجی کو مہاراج دروپد کے دربار میں بھیجا کہ وہ وہاں سے پانڈوؤں کو بمعہ اُن کی بیاہتا کے لے آویں۔ چنانچہ جب وِدُرجی راجہ دروپد کے حضور میں پہنچے۔ اور اُنھوں نے اپنا پیغام دیا تو کرشن مہاراج بھی وہاں پر موجود تھے راجہ دروپد نے پیغامبر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ شاستروکت دیوستھا سری کرشن سے لینی چاہیئے اگر اُن کی رائے ہو کہ یدھشٹر آدی کو ہستناپور واپس جانا چاہیئے تو مجھے اُن کے بھیجنے میں کچھ عذر نہ ہو گا۔ چنانچہ جب کرشن جی نے یہ رائے ظاہر کی کہ اُن کی رائے میں پانڈو پتروں کو اپنے وطن کو واپس جانا چاہیئے۔ تو مہاراج دروپد نے ان کو رخصت کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سفر میں کرشن مہاراج بھی اُن کے ساتھ تھے

ہوا فیصلہ۔

آخر ہستناپور پہنچ کر راجہ دھرت راشٹر نے اپنے پسران کو شانت کرنے
کے لئے پانڈوؤں کو علاقہ بانٹ دیا اور اُن سے کہا کہ وہ کھانڈو پرست کے
جنگل کو آباد کر لیں۔ پانڈو حسب الحکم راجہ کے کھانڈو پرست میں چلے
گئے اور پھر وہاں اُنھوں نے اندر پرست آباد کیا۔

ناظرین! یہ اندر پرست وہی شہر ہے جو آجکل دہلی کے نام سے مشہور
ہے۔ گو جس مقام پر دہلی آباد ہے وہاں سے اندر پرست کی آبادی
کچھ تھوڑے سے فاصلہ پر ہوگی۔

جب پانڈو اندر پرست میں سکونت پذیر ہو گئے۔ اور خوش و خورم
اپنے علاقے پر راج کرنے لگے تو کرشن جی اس دھرم کے کام کو سمپورن[1]
کر کے دوارکا پوری کو واپس تشریف لے گئے۔

چند سالوں کے بعد ارجن دوارکا گیا۔ جہاں پر کرشن جی نے اُسکی
بہت خاطر تواضع کی۔ اور اہل شہر کے رؤساء علاقہ دار افسران و اہلکاران
راج نے نہایت دھوم دھام سے شاہزادہ ارجن کا استقبال کیا۔ اور
ہر طرح سے اس کی مدارات کی۔

ارجن ابھی وہیں پر مقیم تھا۔ کہ دوارکا کی پہاڑی موسومہ ریوتاکا پر
ایک میلہ لگا۔ اس میلہ میں سیر کرتے کرتے ارجن نے سوبھدرا کے درشن
کئے۔ سُبھدرا کرشن جی کی حقیقی بہن تھی۔ اور نہایت حسین تھی۔ ارجن اُس
کو دیکھ کر فوراً عاشق ہو گیا یہاں تک کہ اُس کا چہرہ شوق کی تصویر بن گیا
اور کرشن مہاراج بھی سمجھ گئے کہ ارجن کو زخم کاری لگا۔ چنانچہ اُنھوں نے

[1] پورا۔

ہنسی مزاخ کے طور پر کہا کہ جس شخص کا کام یہ ہے کہ دن رات جنگل میں
بچرے اُس کو عشق کے دھندوں سے کیا کام"۔

آخر جب کرشن جی نے اُس کو یہ بتلایا کہ سبھدرا اُن کی بہن ہے
تو ارجن اس امر پر اصرار کرنے لگا کہ اُس کی شادی سبھدرا کے ساتھ
ہونی چاہیئے۔ کرشن جی بھی دل سے تو یہ چاہتے تھے کہ یہ سمبندھ
ہو جائے۔ کیونکہ اُن کو یقین تھا کہ ارجن اپنے زمانہ کا لاثانی آدمی ہے۔
اور اس کے ساتھ اس قسم کا رشتہ پیدا کرنا باعث فخر اور خوشی ہے مگر
ان کو اندیشہ تھا کہ مبادا اُن کے بھائی بند اس امر پہ رضامند نہ ہوں
کیونکہ ارجن وغیرہ کی اصلیت کی بابت لوگوں میں بہت چرچا تھا اس
لئے کرشن جی نے اس وقت کو سوچکر ارجن سے یہ کہا۔ کہ میں تحقیق

؎ ارجن ان دنوں ۱۲ سال کے لئے گھر سے جلاوطن تھا۔ ان پانچوں بھائیوں
نے عہد کیا تھا کہ اگر کوئی بھائی کسی دوسرے بھائی کی موجودگی میں دروپدی کے
کمرے میں جاوے تو اُس کو بارہ برس کی جلاوطنی دیجاوے۔ چنانچہ ایک روز
ایک برہمن ارجن کے پاس آیا اور یہ فریاد کی کہ چور اُس کی گائیں چرا کر لے گئے
ارجن کے ہتھیار اُس وقت اُسی کمرے میں پڑے تھے جہاں دروپدی اور
یدھشٹر تھے چونکہ برہمن کی رکشا ضروری تھی اس لئے ارجن نے یہ ٹھان لی کہ خیر ۱۲ برس
کی جلاوطنی ہی سہی۔ چنانچہ وہ اُس کمرے میں چلا گیا۔ اور وہاں سے ہتھیار لے کر
برہمن کے ساتھ ہو لیا۔ برہمن کی گائے چھڑا کر پھر ۱۲ سال کے لئے جلاوطنی پر
چلا۔ کئی سال تک ادہر اُدہر گھوم کر دوارکا پہنچے۔ کرشن جی کی تقریر کے فقرہ
مندرجہ بالا میں اس جلاوطنی کی طرف اشارہ ہے۔

ہے کیونکہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر سومبر رچا یا گیا تو سبھدرا تم کو ضرور اپنا پتی بناوےگی کشتریوں میں راکھشس بواہ کا دستور جاری ہے۔ اور یودھا بیروں کے واسطے یہ امر قابل تعریف گنا جاتا ہے کہ وہ بواہ کرنے کی نیت سے اپنی معشوقہ کو لے اُڑیں بس اگر تم سبھدرا پر ایسے دلِ دادہ ہو تو تمہارے واسطے اس سے بہتر اور کوئی طریقہ اُس کو حاصل کرنے کا نہیں کہ تم اُس کو جبر سے لے بھاگو۔ پھر بلا شبہ تمہاری شادی[۱] اُس سے ہو جاوے گی۔

آخر یہ قرار پایا کہ اس بارے میں پہلے یدھشٹر جی کی اجازت حاصل کر لی جاوے۔ چنانچہ ایک پیغامبر اُن کی طرف روانہ کیا گیا اور جب وہاں سے اجازت آ گئی تو ایک روز ارجن رتھ لے کر سبھدرا کے راستے میں جا بیٹھے اور جب وہ اُن کے آگے سے گذری تو اُس کو زبردستی اٹھا اور رتھ میں بٹھا بھاگ چلے۔ ادھر سبھدرا کے ہمراہیوں نے دربار میں آ کر یہ خبر کی شاہزادہ ارجن زبردستی سبھدرا کو لے گیا۔ چنانچہ سوپال یعنی اعلےٰ افسر عدالت نے سنکھ بجایا جس سے کل یادو اور بھوج ہتھیار بند ہو کر اکٹھے ہو گئے۔ اور جب اُنھوں نے سنا کہ ارجن اُن کی شاہزادی کو جبراً لے گیا تو اُن کی آنکھوں سے خون برسنے لگے اور سب انتقام کے لئے آمادہ ہو گئے اتنے میں بلرام جی بولے کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ سب لوگ تمہیں تو اسقدر شور و شغل ہے مگر کرشن جی خاموش ہیں چنانچہ اُنھوں نے سری کرشن کو مخاطب کر

[۱] یاد رہے کہ خود کرشن جی کی شادی رکمنی جی سے اسی طرح ہوئی تھی اور معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں کشتریوں کا یہ فعل مذموم خیال نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ جو کوئی کسی کنیا کو بھگا لیجاتا تھا وہ شادی کی نیت سے لے جاتا تھا اور سنسکار کئے بغیر اُس کے نزدیک نہ جاتا تھا۔

اُن سے اس خاموشی کا سبب پوچھا۔ اور فرمانے لگے۔ کہ ہے کرشن تم کیوں چپ ہو۔ تمہاری خاطر ہم نے ارجن کی ایسی تواضع کی اور اس کو نہایت عزت اور احترام سے رکھا۔ اب معلوم ہوا کہ وہ شخص اس عزت اور خاطر تواضع کے یوگیہ (لایق) نہ تھا۔ اُس نے ہماری ایسی توہین کی کہ گویا اپنا پاؤں ہمارے سروں پر رکھ دیا۔ ہماری بہن کے ساتھ جو زیادتی اُس نے کی وہ اس قابل نہیں کہ ہم برداشت کر سکیں۔ کس طرح ممکن ہے کہ ہم اس بے عزتی کو خاموشی سے برداشت کر لیں ہم اس بے حرمتی کا بدلہ لیں گے اور جبتک پرتھوی کو کوروؤں سے خالی نہ کر دینگے دم نہ لیں گے۔

آخر جب چاروں طرف سے ایسے ہی آوازے پڑنے لگے اور یادو جوش و خروش سے لڑائی پر آمادہ نظر آئے تو کرشن جی بولے کہ

"اے برادران آپ کا یہ خیال غلط ہے کہ ارجن نے ہماری بے عزتی کی بلکہ میری سمجھ میں اُس نے ہماری عزت بڑھائی ہے۔ وہ جانتا تھا۔ کہ ہمارے خاندان میں عوض لے کر لڑکی دینا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ سوئمبر میں کامیابی کا اُس کو پکا یقین نہ تھا۔ اُس کی حیثیت اور ویرتا سے یہ بعید تھا کہ وہ آپ سے کنیا دان مانگتا۔ اس لئے اس نے کشتریوں کی چال چلی جیسے سبھدرا ایک نامی گرامی کنیا ہے۔ ویسے ہی ارجن بھی ایک نامی گرامی نوجوان ہے۔ بھارت کی نسل کا شہزادہ۔ سنتانو کا پوتا کنتی بھوج کا دوہترہ ہے۔ مجھ کو آج ساری پرتھوی میں اُس جیسا بیر دکھائی نہیں دیتا کس کا حوصلہ ہے جو لڑائی میں ارجن کا مقابلہ کر سکے۔ اس سے بازی لے جانا تو امر محال ہے اُس کی بہادری۔ اور اُس کی تیزی اور ہاتھ کی صفائی

کی دھوم ہے کون ہے جو اس سے برابری کا دم مار سکے۔

پس میری رائے یہ ہے کہ اس معاملہ میں گرم جوشی سے کام نہ لیا جاوے بلکہ اُس کو بلا کر رضامندی سے اُس کی شادی ہمراہ سبھدرا کر دیجاوے کیونکہ اگر ہم اس سے لڑے اور پسپا ہوئے تو سخت بدنامی ہوگی درحالیکہ صلح میں کوئی بدنامی نہیں"

غرض اس طرح سے کرشن نے اپنے برادران کا غصہ ٹھنڈا کیا۔ آخر اُنھوں نے اُن کے مشورے کو منظور کر لیا اور ارجن کو واپس لا کر سبھدرا سے اُس کا بیاہ کر دیا۔

ارجن سبھدرا کے ساتھ شادی کر کے کچھ عرصہ وہاں رہا اور ۱۲ برس کی میعاد پورا ہونے پر معہ اپنے دھرم پتنی کے اندرپرست کو چلا گیا۔

جب ارجن کے اندرپرست پہنچنے کی خبر آئی تو کرشن معہ اپنے بھائی بلرام و دیگر سرداران قوم ورزنی و اندہک کے بڑی شان و شوکت سے سبھدرا کا دہیز لے کر چلے۔ جس کے ساتھ مہاراجہ یدہشٹر اور اُن کے بھائیوں کے لئے قیمتی تحفے تھے۔ اس دہیز میں نہایت اعلےٰ النسل کے گھوڑے۔ گائے ہاتھی۔ سونے چاندی کی گاڑیاں۔ زیورات۔ وجواہرات اور طرح طرح کے نفیس کپڑے تھے۔ اہالیان اندرپرست نے جس طرح کرشن اور اُن کے ساتھیوں کا استقبال کیا۔ وہ مہابھارت کے مندرجہ ذیل انتخاب سے واضح ہوگا۔

شاہزادگان سھدیو ونکل نے شہر سے باہر مہمانوں کا استقبال کیا جو بڑے جلوس سے جھنڈوں و نشانات کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے

شہر کے بازار و گلی کوچہ اس تقریب میں نہایت اچھی طرح سے صاف کئے گئے۔ اور اُن پر چھڑکاؤ کیا گیا۔ سب بازار و گلی کوچے زنگارنگ کے پھولوں و سبزی سے سجے ہوئے تھے۔ اِن پھولوں پر دم بدم عرق صندل چھڑکا جا رہا تھا جس سے اُن کی خوشبو دوبالا ہوتی تھی۔ شہر کے ہر ایک حصے میں خوشبودار ادویات جلائے گئے تھے تاکہ بدبو کا نام نہ رہے۔ شہر کے باہر ودوان برہمن سردار و سوداگر استقبال میں شامل تھے سب نے ریتی انوسار (یعنے حسب دستور) کرشن جی کی پوجا کی۔ خود مہاراج یدھشٹر نہایت عزت سے پیش آئے اور بغلگیر ہو کر محلات میں لے گئے۔"

چودھویں فصل

کھانڈو پرست کے جنگل میں ارجن سری کرشن کی فتوحات

مہابھارت کے پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پانڈوؤں کے دارالخلافہ اندرپرست سے کچھ فاصلے پر ایک لق و دق جنگل تھا جس کو کھانڈو پرست کہتے تھے جس میں علاوہ خونخوار جانوروں کے شمار وحشی قومیں آباد تھیں جن کو آج تک کسی نے فتح نہ کیا تھا۔ یہ جنگل بہت وسیع تھا

اُس کی آبادی نہایت ہی دلیر اور جنگ جو تھی - غالباً اسی نیت سے
دھرت راشٹر نے یہ علاقہ پانڈوؤں کے سپرد کیا تھا کہ اس جنگل پہ اپنا
تصرف جمانے ہیں یا تو خود پانڈو جنگلی اور وحشی قوموں کے تیروں کے شکار
بن گئے اور یا اُن کو مار کر ایک ایسے مشکل گذار - وسیع علاقے کو بادشاہی راج
میں شامل کرینگے جس کو اس سے پہلے کوئی راجہ اپنی حکومت میں نہیں لا سکا
تھا - دھرت راشٹر نے نہایت بے انصافی سے تمام آباد اور زرخیز علاقہ
اپنے پسران کو دیا اور یہ جنگل محض پانڈوؤں کے سپرد کیا - دھرم بیر یدھشٹر
کو دھرتِ راشٹر کا اتنا ادب اور لحاظ تھا کہ اُس نے اس تقسیم پہ چوں نہیں
کی اور حسب الحکم راجہ کے فوراً خوشی اس علاقہ کو لینا منظور کر لیا پانڈو
برادران میں اس قدر محبت تھی کہ بڑے بھائی کے لئے سب کو اسقدر
تعظیم تھی کہ کسی نے یدھشٹر کی منظوری پر کان نہیں ہلائے اور جو اُس
نے منظور کیا اُس پر فوراً سب نے صادر کر دیا - جب یدھشٹر منظور کر چکا
تو چھوٹے بھائی جو اُس کے مطیع اور فرماں بردار تھے وہ کس طرح
غدر کر سکتے تھے -

جب یہ تقسیم ہوئی تو کرشن مہاراج جی جو دوارکا کے علاقہ سے پانڈوؤں
کے ساتھ آئے تھے موجود تھے - رفع تنازعہ کے لئے غالباً اُنھوں نے
بھی اس تقسیم پر کچھ حجت نہ کی -

یاد رکھنا چاہیے کہ پانڈو نہ صرف اُن کی پھوپھی زاد بھائی تھے - بلکہ
ستم رسیدہ تھے - باپ کی بادشاہت اُن کا حق تھا - مگر دھرت راشٹر کی
بدنیتی سے وہ مارے مارے پھرتے تھے اور آخر جب اُنکو علاقہ بھی ملا

تو ایسا خراب کہ جس کو قبضہ کرنے میں بھی جان کے لالے تھے۔

درو پدی کے سوئمبر میں اُن کی حالت دیکھ کر کرشن جی نے ٹھان لی
تھی کہ اُن کو اُن کا حق دلوایا جاوے۔ ہستناپور میں آن کر اُنھوں نے
خاندان کی بہتری کیلئے یہی مصلحت سمجھا کہ اُن کے حقوق پر زیادہ زور نہ دیا جاوے
اور جو کچھ راجہ دھرت راشٹر نے تجویز کیا ہے اُس کو منظور کر لیا جاوے چنانچہ
جب پانڈوؤں نے علاقہ کھانڈو پرست کا لینا منظور کر لیا تو کرشن جی
نے ان کا ساتھ دیا اور شہر اندر پرست کے آباد کرنے میں اُن کی مدد کی
حتےٰ کہ وہ دوارکا کو واپس نہیں گئے جب تک کہ اندر پرست اچھی طرح
آباد نہیں ہوا اور پانڈوؤں کا پورا تسلط نہیں بیٹھا۔

ناظرین! اب آپ سمجھ گئے ہونگے کہ سبھدرا کی شادی کے معاملہ میں
کیوں کرشن جی نے ارجن کی طرف داری کی۔ اُن کی دلی خواہش یہ
تھی کہ ارجن کے ساتھ ایسا رشتہ پیدا کیا جاوے جس سے حمیت خون
اس امر کی متقاضی ہو کہ ساری کی ساری قوم (یادووں کی مدد پر مجبور ہو)
زبردست یادواں اور لڑاکے ورشنی و بھوجوں اور دیگر تعلق دار قوموں
کو وہ پانڈووں کا مددگار بنانا چاہتے تھے اور اس لئے اُنھوں نے ایسا انتظام
کیا جس سے سُبھدرا اور ارجن کی شادی میں کچھ شبہ نہ رہا۔ کرشن کے خاندان سے
اس دوسرے تعلق کے پیدا ہو جانے سے پانڈوؤں کو بہت سہارا ملا۔ اور
تمام آریاورت میں نہ صرف اُن کی عزت بڑھ گئی بلکہ دشمن اُن سے خوف
کھانے لگے۔ دریودھن وغیرہ نے بھی محسوس کیا کہ سری کرشن اور

؎ نام قوم۔

سارے یا مدد پانڈوؤں کی پشت پر ہیں۔ علاوہ ازیں اس سبندھ سے
کرشن جی کی ایک اور غرض بھی تھی ارجن کی تیراندازی اور بھیم کی طاقت
پر وہ ایسے گرویدہ تھے کہ اپنے خاندانی اور قدیم دشمن جراسندھ راجہ
مگدھ سے بدلا لینے میں وہ اُن کی مدد کے خواہش مند تھے۔ اور وہ
چاہتے تھے کہ پانڈوؤں سے ایسا تعلق پیدا کیا جاوے کہ جن سے ہمارے
احسانمند رہ کر ہم کو جراسندھ سے بدلا لینے میں مدد دیں۔ چنانچہ اگلے صفحات
سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ایسا ہی ہوا۔ قصہ مختصر یہ کہ کرشن اور پانڈووں
میں رشتہ اتحاد اور یگانگت کا اس قدر بڑھ گیا کہ کرشن جی اکثر مہمات میں
پانڈووں کے ہمراہ رہتے تھے اور ہمیشہ اُنکی مدد کرتے رہے چنانچہ
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ سبھدرا کا ویر لے کر گئے تو ارجن نے اُن کو
وہاں ٹھیرالیا۔ اور چند دنوں کے بعد ارجن اور کرشن نے یہ بیڑا اُٹھایا کہ
کھانڈو پرست کی جنگلی قوموں کو سر کر کے یُدھشٹر کی سلطنت کو بڑھاویں
اور جنگل کو کاٹ کر یا جلا کر آباد کریں۔ چنانچہ آدی پرو کے ۲۲۴ ادھیائے
سے لے کر پرو کی سماپتی پر النکار روپ[۱] سے اسی یدھ کا ورنن۔ اِن
ادھیاؤں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگل پساچ راکھش
وبت ناگ۔ اسُر۔ گندھرو۔ یکش اور دانو وغیرہ وحشی قومیں آباد تھیں
جن کے ساتھ ارجن و کرشن کو خونخوار یدھ کرنا پڑا۔ ان قوموں پر فتح پانی
سے سارے آریہ ورت میں پانڈوؤں کا سکہ بیٹھ گیا کیونکہ آج تک
کسی راجہ مہاراجہ کو یہ حوصلہ نہ ہوا تھا کہ ان جنگلی قوموں سے لڑائی

---

[۱] یعنی استعاروں میں۔

کر گئے اُن کو بہر کرے - ایک طرف تو اِن فتوحات نے پانڈووں کی جنگی طاقت کا سکہ بٹھا دیا - دوسری طرف مہاراج یدھشٹر کے انصاف اور انتظام اور اُن کے دھارمک ویوہار کی دھوم مچ گئی - ویدودیا کے جاننے والے یدھشٹر نے اس قابلیت اور دھرم بھاؤ سے انتظام اور حکومت کی مریادا قایم کی سارے دیش میں اُن کا لیش (نام نیک) پھیل گیا - ہر جگہ کی رعایا یہ خواہش کرنے لگی کہ وہ بھی یدھشٹر کی پرجا ہیں داخل ہو کر اُس دھارمک راجہ کے حسن انتظام سے فایدہ اُٹھاویں - چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف صوبجات یکے بعد دیگرے مہاراج یدھشٹر کے راج میں شامل ہوتے گئے - اکثروں نے خوشی سے باج دینا منظور کر لیا - بہت سوں کو اُس کے بھائیوں نے فتح کر لیا - بعض دیگر صلح و پیام سے قابو آگئے غرض یہ کہ تھوڑے سے ہی عرصے میں مہاراج یدھشٹر کی سلطنت کے حدود بہت ہی وسیع ہو گئے - اور ہندوستان میں نزدیک کوئی ایسا حکمران نہ رہا جو جنگی طاقت میں ہر دل عزیزی میں حسن انتظام میں یدھشٹر کی برابری کر سکتا - یا جس کا علاقہ ایسا خوش حال اور فارغ البال ہو - جیسا کہ مہاراج یدھشٹر کا تھا - کھانڈو پرست کی فتوحات میں ارجن نے ایک شخص مایا کی جان بخشی کی تھی - چنانچہ جب فتح یابی کے بعد ارجن و کرشن واپس اندر پرست میں آگئے تو مایا نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اسکی جان بخشی کے معاوضہ میں کوئی خدمت اس کو بتائی جاوے - ارجن نے یہ جواب دیا کہ چونکہ میں نے تمہاری جان بچائی ہے اس لیئے میں اسکا معاوضہ

لے برتاؤ -

تم سے نہیں لے سکتا۔ تم کو آزادی ہے کہ جہاں چاہو جاؤ۔ اور خوش رہو۔
مایا نے اس کے جواب میں بہت اصرار کیا اور ظاہر کیا کہ ہے پانڈو پتر
گو آپ کے یہی شایان ہے جو آپ نے کہا ہے مگر میں خدمت کرنے کی
دلی آرزو رکھتا ہوں۔ تاکہ اپنا ہنر آپ کو دکھلا سکوں۔ میں بھی اپنے
زمانے کا "وشوکرمان" ہوں۔

ارجن نے جواب میں کہا کہ "ہے مایا! چونکہ تمہارا خیال ہے کہ مینے تمہاری
جان بچائی ہے اس لئے میں تم سے کچھ خدمت نہیں کرا سکتا اگر تم نے
کچھ خدمت کرنی ہے تو کرشن جی کی کرو جس سے مجھے معاوضہ مل جاویگا۔

له دنیا بنانے کی صفت میں وشوکرمان پرماتما کا نام ہے مگر لفظی معنوں میں اُس سے
مراد اعلےٰ درجہ کے بارگ ماسٹر یا انجنیر سے ہے۔

(فٹ نوٹ) صفحہ ۱۲۲۔ اس محل کا ورنن کرتے ہوئے مہابھارت میں لکھا ہے کہ اسکا رقبہ ۵
ہزار ہاتھ کا تھا اُس میں سُنہری ستون تھے۔ اور سارا محل جواہرات اور موتیوں کی چمک سے ایسا جگ
مگ کرتا تھا کہ اُس کے سامنے سورج کی روشنی ماند معلوم ہوتی تھی۔ سُنہری دیواروں اور تصاویر
کا ذکر کرنے کے بعد پھر ایک تالاب کا ذکر کرتے ہیں جسمیں پانی ایسا صاف تھا کہ اسکی زمین دکھائی
دیتی تھی۔ اردگرد سنگ مرمر اور دیگر ایسے ہی شفاف پتھروں کی سیڑھیاں تھیں۔ جسمیں ہیرے
اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ چاروں طرف سبز اور بلند درخت تھے۔ درختوں سے پرے بڑے مصنوعی
جنگل بنائے گئے تھے۔ اور دیگر قدرتی نظاروں کی نقل اُتاری گئی تھی۔ جسمیں (یعنی جسوقت مہاراج
یدھشٹر نے اوّل پرویش کیا اور مکان پر تستھا یگ کیا) پانچ رشی اور منی موجود تھے علاوہ اس
کے ہر چہار طرف سے ہندوستان کے راجے مہاراجے آئے ہوئے تھے۔ چنانچہ اس فہرست میں
ہم راجگان مدراس و کالنکا و راجگان بنگال یکمبرج۔ اندھکا۔ مگدہ دیون وغیرہ کے نام پاتے ہیں۔

چنانچہ مایا کرشن جی کی طرف مخاطب ہوا اصرار کرنے لگا آخر کرشن جی نے کہا کہ تو ہے مایا! اگر تو میرے لئے کچھ کرنا چاہتا ہے تو راجہ یدھشٹر کے لئے ایک ایسا راج سبھا گرہ[1] بنا جو دنیا میں اپنا ثانی نہ رکھتا ہو۔ اور جس کو اور انسان نہ بنا سکیں۔

مایا نے بصد تعظیم و انکسار اس ارشاد کی تعمیل کو منظور کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں ایک ایسا عالی شان اور خوبصورت مکان طیار کیا کہ تمام راجے مہاراجے اُس کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور مایا کی لیاقت پر تعجب کرنے لگے۔

پندرھویں فصل

راجسو یگ

آخر جب یدھشٹر کی حکومت اور پانڈوؤں کا راج اپنے عروج کی بلندی پر پہنچا۔ اور پانڈو برادران نے اپنے زور بازو سے تمام راجگان و مہاراجگان آریہ ورت کو فتح کر کے اُن کو اپنا مطیع و باجگذار بنا لیا۔ چاروں طرف پانڈوؤں کی طاقت کی دھوم مچ گئی اور کوئی شخص دلیش میں ایسا نہ رہا جو اُن کے مقابلے میں کھڑا ہونے کی تاب رکھتا۔ خزانہ دولت سے امالب ہو گیا۔ مزید برآں بادشاہی محل اور راج سبھا ایسے طیار ہو گئے کہ ان کا ثانی نہ کسی نے دیکھا تھا اور نہ سنا تھا۔ تو یدھشٹر اور اس کے برادران کے

[1] نوٹ صفحہ ۱۲۱ پر دیکھیں۔

دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ راجسوئے یگ کر کے شہنشاہی لقب (مہاراجہ ادھیراج کی پدوی) اختیار کی جاوے۔ چنانچہ مہاراج نے جب تمام امیروں وزیروں اور درباریوں۔ پنڈتوں۔ ودوانوں کے سامنے اس خواہش کو ظاہر کیا تو سب نے اُن کی تائید کی اور یہ کہا کہ آپ ہر طرح سے اس یگ کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ مگر تاہم یدھشٹر کو اطمینان کلّی نہیں ہوا اور اُس نے اس امر کا آخری فیصلہ کرشن جی کی ویوستھا اور اُن کے مشورے پر رکھا۔ چنانچہ کرشن جی کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا گیا۔ اور جب وہ آئے تو یدھشٹر نے اُن سے مخاطب ہو کر حسب ذیل کہا۔

لے مہابھارت میں یہ کتھا اس طرح بیان کیگئی ہے کہ نارد رشی یدھشٹر کے دربار میں آئے اور اُس کو مہاراج ہرِیشچندر کا اتہاس سنایا اور بتایا کہ ہریش چندر نے راجسویگ کیا تھا جس کے سبب اُس کو مہاراج اندر کے دربار میں جگہ ملی اس کتھا کو سنکر یدھشٹر کے دل میں بھی راجسو یگ کی خواہش پیدا ہوئی۔

ے راجسویگ ایک اس قسم کی رسم تھی جس سے یگ کرنے والا راجہ شہنشاہی لقب اختیار کرتا تھا اس یگ کے کرنے والا راجہ یگ کی تاریخ سے ایک سال پہلے ایک گھوڑا کھلا چھوڑ دیا تھا اس گھوڑے کو اختیار تھا جہاں چاہے چلا جاوے کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ اُس کو باندھ لے یا ایذا پہنچاوے یاد رہے کہ سال بھر تک گھوڑے کا اسی طرح بلا روک ٹوک کھلے پھرتے رہنا اس بات کی نشانی تھی کہ سارے دیش میں کوئی راجہ گھوڑے کے سوامی مہاراج کی برابری یا برتری کا دعوٰی نہیں رکھتا۔ چنانچہ سال بھر کے بعد ایک بڑا بھاری یگ کیا جاتا تھا جس میں سارے راجے مہاراجے شامل ہوتے تھے اور یگ کا سارا کام خود اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے اس یگ کا کرنے والا راجہ گویا مہاراجگان تسلیم کیا جاتا تھا۔

اے کرشن! میرے دل میں راجسو یگ کرنے کی خواہش پیدا ہوئی ہے۔ لیکن صرف میری خواہش سے ہی وہ یگ پورا نہیں ہو سکتا۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ یگ کس طرح کیا جاتا ہے صرف وہی شخص اس یگ کو کر سکتا ہے جس کی طاقت بے مثال ہو۔ جس کا راج ساری پرتھوی پر ہو اور جو راجوں کا راجہ ہو۔ میرے تمام دوست اور صلاح کار یہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ یگ کرنا چاہیئے مگر میں نے ساری بات کا مدار آپ کے مشورے پر رکھا ہے کیونکہ باقی صلاح کاروں میں سے بعض تو محض لحاظ سے رائے دیتے ہیں اور مشکلات کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ بعض اپنے فایدے کو مد نظر رکھ کر صلاح دیتے ہیں اور بعض تو محض چاپلوسی سے ایسا کہتے ہیں۔ لیکن آپ اس قسم کی اغراض سے بری ہیں۔ آپ نے کام اور کرودھ کو جیتا ہوا ہے۔ اس لئے آپ مجھے ایسی صلاح دیں جسمیں میرا بھی بھلا ہو اور سنسار کا بھی بھلا ہو"۔ سری کرشن نے جواب میں حسب ذیل کہا "ہے راجن! آپ سب کچھ جانتے ہیں" اور جہاں تک ذاتی صفات کا تعلق ہے آپ ہر طرح سے یوگیہ ہیں کہ یہ یگ کریں۔ مگر تو بھی جو کچھ میری سمجھ میں آتا ہے عرض کرتا ہوں"۔ تیے اس کے بعد اپنے زمانہ کے کشتریوں کی درگتی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کشتریوں میں راجسو کرنے کا قاعدہ اس طرح چلا آیا ہے کہ صرف وہ شخص راجسو یگ کر سکتا تھا جو تمام راجوں کا مہاراجہ ہو۔ اور چکرورتی راج رکھتا ہو۔ جب تک مگدھ دیش کا راجہ جراسندھ خود مختار ہے اور بیشمار کشتری راجے مہاراجے اس کے مطیع ہیں بلکہ اس کے قید خانے میں پڑے ہوئے سڑتے ہیں تب تک آپ راجسو یگ نہیں کر سکتے۔ جراسندھ ایسا زبردست ہے

کہ تمام دیش کے راجے اُس کے سامنے سر جھکاتے ہیں یہاں تک کہ ہم کو بھی اُس
کے خوف سے اپنا علاقہ چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ سارے دیش کے بیر اور یودھا
اُس کی فوج میں مجتمع ہیں۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ اُسکے جیتے جی آپ اس
یگ کو کر سکیں۔ کس طرح ممکن ہے کہ وہ اپنی موجودگی میں آپ کو راجسو یگ
کر لینے دے۔ پس اگر آپکے دل میں یہ خواہش ہے کہ آپ ضرور راجسو یگ کریں
تو پہلے اُس کو فتح کرکے تمام کشتری راجوں مہاراجوں کو جو اُس کے ظلم و
ستم سے قید خانہ میں پابجولاں پڑے ہوئے ہیں۔ چھڑا دیں۔ اس سے
آپ کو کئی پُن ہونگے۔ ایک تو اُس بڑے بھاری ظالم کا ناش کرکے
مظلوموں کو رہائی دینے کا ثواب آپ کو حاصل ہوگا۔ علاوہ ازیں شہرت
دارین بھی آپ کو نصیب ہوگی اور پھر آپ بلا کھٹکے راجسو یگ کر سکیں گے۔
اس تقریر کے سنتے ہی یدھشٹر کی تمام خواہشوں پر ٹھنڈا پانی پڑ گیا او
اُس نے جواب میں یہ کہا کہ "اے کرشن! اگر تو بھی جراسندھ سے ڈر کر بھاگ گیا
تو مجھ میں کیا طاقت ہے کہ میں اُس کا مقابلہ کروں۔ وہ نہ صرف زبردست
ہے بلکہ ظالم بھی ہے اور علاوہ ازیں اس خواہش میں کئی پرکار (قسم) کی
اشانتی[1] پھیلنے کا اندیشہ ہے جس کو میں پسند نہیں کرتا۔ راجہ کی اس بزدلانہ
تقریر کو سُنکر بھیم کو جوش آگیا اور کہنے لگا کہ مہاراج! اس میں کچھ شبہ نہیں کہ
جو پرشارتھ (ہمت) سے خالی ہے۔ یا جو کمزور ہے اور جسکے پاس سامان نہیں
وہ اگر اپنے سے زبردست سے لڑائی کریگا تو ضرور اپنے مونہ کی کھائیگا۔
لیکن تجربہ میں آیا ہے کہ جو راجہ چاروں طرف سے ہوشیار رہتا ہے اور دانائی

[1] بد امنی۔

اور حکمت عملی سے چلتا ہے وہ خواہ کمزور ہی ہو مگر اکثر اوقات زبردست دشمن پر بھی غلبہ پاتا ہے۔ آپ کے راجیہ میں دانائی اور نیتی (حکمت عملی) کا خاتمہ کرشن پر ہے۔ طاقت میں کوئی میرے مقابلہ میں نہیں آسکتا اور ارجن تو فتح مجسم ہی ہے۔ جس طرح تین قسم کی اگنی کے ملنے سے یگ ہوتا ہے اسی طرح ہم تینوں کے مل جانے سے ضرور جراسندہ کا ناش ہوگا۔

بھیم کی تقریر سنکر کرشن جی بولے[1] کہ کم سمجھ یا خام عقل والا آدمی بیشک بلا نتیجہ سوچنے کے اپنی خواہشوں کے پورا کرنے کی دھن میں لگا رہتا ہے مگر تاہم کوئی دشمن محض اس خود پسندی اور کم عقلی کی وجہ سے اس پر رحم نہیں کرتا۔ اور اسی لئے بلا نتیجہ سوچنے کے کوئی کام نہیں کرنا چاہیے اس سے پہلے کرت یگ میں پانچ مہاراجوں نے اپنے اپنے گنوں سے چکرورتی راج کی پدوی پائی کسی نے محصول چھوڑ دینے سے کسی نے مہربانی اور انصاف سے رعایا کو قابو کرنے سے۔ کسی نے اپنے تپ کے بل سے اور کسی نے باہوبل سے۔ لیکن اے یدھشٹر! تو ایک گن سے نہیں بلکہ ان سب گنوں سے چکرورتی راجہ کہلانے کا ادھکاری ہے۔ فتح نصیب ہے اپنی رعایا کی ہر طرح سے حفاظت کرتا ہے نیک ہے۔ دانا ہے اور خوش نصیب ہے۔ دوسری طرف جراسندہ بھی اس پدوی کا دعویدار ہے اس کے بل کا اندازہ تو اس سے لگ سکتا ہے کہ اس نے کشتریوں کے

---

[1] اس تقریر میں جو عبارت خطوط وحدانی میں ہے اسکو ہم نے نفس مضمون کے لحاظ سے ایزاد کیا ہے پہلے فقرہ میں بھیم کی طرف اشارہ ہے اور اسکے بعد پھر یدھشٹر کو قابو میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ (مولف)

ایک سو خاندان کو شکست دی ہے اور کوئی اُس کا مقابلہ نہیں کر سکا
اُس کے غرور کا یہ حال ہے کہ جو راجے موتی ہیرے پہنتے ہیں وہ اپنے
موتی اور ہیرے اُس کی بھینٹ کرتے ہیں تو بھی وہ پرسن نہیں ہوتا
کیونکہ وہ بچپن ہی سے بد ہے سب کا بڑا ہو کر بھی وہ ابھی تاجداروں پر
سختی کرتا ہے اور سب سے باج لیتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں جو اُسکے
سامنے آوے۔ اُس کے زندان میں پڑے ہوئے بے شمار راجے اپنی
زندگی نہایت تلخی سے کاٹ رہے ہیں لیکن تاہم اے مہاراج ! ہمیشہ
یہ یاد رکھنا چاہئے کہ میدان جنگ میں مرا ہوا کشتری سیدھا سورگ
کو جاتا ہے۔ اس لئے کیوں ہم سب اکٹھے ہو کہ جراسندہ سے لڑائی نہ
کریں۔ ۸۶ خاندانوں کو وہ آگے تباہ کر چکا ہے ایک "سو" کے پورا ہونے میں
صرف ۱۴ کی کسر ہے جب یہ ۱۴ اور مطیع ہو جاویں گے تو وہ یگ شروع کریگا
جو شخص اُس کو اس کام سے روک لے مانو کہ اُس نے رہتی دنیا تک کا یش
اور کیرتی حاصل کر لی (سچ تو یہ ہے) جو جراسندہ کو نیچا دکھاوے وہی کشتریوں
کا مہاراجہ مہاراجگان بننے کا مستحق ہوگا۔

مہاراج کرشن کی تقریر سنکر یدھشٹر جی کہنے لگے کہ اے کرشن ! کس
طرح ممکن ہے کہ میں چکرورتی راج کی پدوی کے لالچ سے خود غرضی میں
پھنسکر تجھ کو جراسندہ سے لڑنے کے لئے بھیجوں ! ارجن اور بھیم میری
دونوں آنکھوں کے سمان ہیں اور آپ اے کرشن ! میرے نزدیک میرا
دل ہیں۔ اگر مجھ سے میری آنکھیں اور میرا دل جدا کر لئے جاویں تو میں
کس طرح سے زندہ رہ سکوں گا مشہور ہے جراسندہ اور اُس کی بیشمار

فوجکو تو یم مُہاراج بھی لڑائی میں شکست نہیں دے سکتے۔ تم اُس کے مقابلے میں کیا بہادری دکھلاؤ گے مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ اس کام میں سراسر خطرہ ہی خطرہ ہے ایسا نہ ہو نتیجہ اور کا اور ہی ہو جاوے اس لئے میری رائے یہ ہے کہ اس کام پر ہاتھ نہ ڈالا جاوے! اے کرشن! میری سمجھ میں اس سے باز رہنا ہی اچھا ہے کیونکہ اس کام کا پورا ہونا سخت مشکل نظر آتا ہے"

یہ سُن کر ارجن بولا کہ ہے راجن! کشتری کا دھرم ہے کہ وہ اپنے باہوبل سے دشمنوں پر قابو پاوے اور ہمیشہ اپنے دیش اور ملک کو بڑھاتا رہے کشتری کے لئے بہادری سب جوہروں سے افضل ہے۔ بہادروں کی کُل میں پیدا ہو کر جو شخص بہادری سے خالی ہو وہ قابل حقارت ہے۔ اور ودوانوں کے نزدیک پرش کے لئے خاندانی ہونے کی صفت گو سب سے بڑھ کر ہے لیکن اگر کوئی بہادر ایسی کُل میں پیدا ہوتا ہے جو بہادری کا جوہر نہیں رکھتے تھے تو سمجھو کہ وہ اُس سے بھی بڑھ کر ہے جو بہادروں کی کُل میں پیدا ہوا ہے بہادر شخص ہمیشہ اپنے دشمنوں پر فتح پاتا ہے لیکن جو شخص بہادری کے بھروسے بے پرواہی سے کام کرے وہ کامیاب نہیں ہوتا اسی طرح بعض اوقات طاقتور اور بہادر آدمی بھی کم زور دشمن کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے جیسے کمزور آدمی کمینہ پن کا شکار ہو جاتا ہے اسیطرح بعض اوقات زبردست آدمی بیوقوفی کا

۱۔ ملک۔ دوت۔

نشانہ بنتا ہے اس لئے جو راجہ فتح یابی کا خواہش مند ہو اس کو ان دونوں باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ پس راجن! اگر ہم اپنا یگ کرنے کو جرا سندہ کو قتل کریں اور اُس کی قید میں پڑے ہوئے جو تاجدار سٹر رہے ہیں اُن کو رہا کر دیں تو اس سے زیادہ اچھا کام اور کون سا ہو سکتا ہے اگر ہم (خوف سے) اس کام سے بھاگیں گے تو دنیا میں ہمیشہ ہماری نالایقی اور نامردی یاد رہے گی۔ حالانکہ ہم مرد ہیں پس شاہا کیوں آپ ہم کو نامرد سمجھتے ہیں۔

ارجن کے بعد کرشن جی حسب ذیل بولے۔

ارجن نے ٹھیک ایسی تقریر کی ہے جیسی ایک بھارت سنتان اور کُنتی پُتر کے یوگیہ (شایاں) تھی زندگی کا کیا بھروسہ ہے نہ معلوم موت کس وقت آن گھیرے۔ دن کو یا رات کو۔ نہ کبھی ہم نے یہ سنا ہے کہ لڑائی سے باز رہنے سے جیو آتما کو امر تتو (غیر فانیت) پراپت ہو جاوے گا۔ پس ہر ایک منش کا یہ فرض ہے کہ شاستروں کی آگیا انوسار اپنے دشمنوں پر حملہ کرے۔ کیونکہ اس سے شانتی ملتی ہے۔ جو شخص دانائی سے کارروائی کرتے ہیں اُن کو بشرطیکہ اُن کے پچھلے کرم کھوٹے نہوں۔ ضرور کامیابی ہوتی ہے۔ اگر دونوں نے اچھے کرم کئے ہوں اور دونوں دانائی سے

(نوٹ) یہ تقریر طعن آمیز ہے۔ جرا سندہ کی نسبت یہ روایت ہے کہ وہ نیچ کل کا تھا اس لئے ارجن یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ کل کی بڑائی سے آدمی بڑا نہیں بنتا۔ بلکہ اپنی بہادری سے اور پھر راجہ کے کشتری بھاؤ کو اپیل کرتا ہے۔

چلیں تب بھی ضرور ایک کو جیت ہوگی اور ایک کو ہار۔ لیکن جو بے عقلی سے چلے گا وہ ضرور ہارے گا۔ اور اگر دونوں بے عقلی سے کارروائی کریں تو بھی ضرور ہے کہ ایک کامیاب ہو۔ کیونکہ دونوں جیت نہیں سکتے پس جب یہ بات ہے تو کیوں ہم دانائی سے دشمن پر چڑھائی نہ کریں پانی کی لہر زبردست سے زبردست درختوں کو تنے سے اکھیڑ دیتی ہے۔ جراسندہ کی بہادری میں کچھ شبہ نہیں لیکن کیا مضایقہ ہے ہم بھی اپنے سبندھیوں کی خاطر لڑتے ہوئے یا اُس کو یُدہ میں ماریں گے یا خود لڑائی میں مرکر سیدھے سورگ کا راستہ لیں گے۔"

جب یدھشٹر نے دیکھا کہ بھیم ارجن اور کرشن سب اس لڑائی پر کمر بستہ ہیں تو کرشن سے جراسندہ کا اتہاس سننے کے لئے ملتجی ہوا۔ کرشن نے جراسندہ کا سارا حال سنا کر اخیر میں یہ ظاہر کیا کہ جراسندہ کے زبردست یودھا جن پر اُس کو بہت بھروسہ تھا مر گئے ہیں اور اس لئے یہ وقت آن پہنچا کہ اُس کا ناش کیا جاوے۔ مگر لڑائی میں اُس پر فتح پانا ناممکن ہے ہمارا خیال ہے کہ فرداً فرداً لڑائی کر کے اُسکو مارا جاوے۔ آپ میری نیتی پر اور بھیم کی طاقت پر بھروسہ رکھیں ارجن ہم دونوں کی رکشا کریگا۔ ہمکو یقین ہے کہ ہم تینوں مل کر ضرور جراسندہ کا ناش کریں گے۔ جب ہم تینوں خفیہ طور پر اُس کے سامنے جاویں گے تو ضرور ہے کہ وہ ہم تینوں میں سے ایک سے لڑے۔ بلکہ اُسکے تکبّر اور شیخی سے یہی بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ بے عزتی کے خوف سے بھیم سے لڑائی کرنے کے لئے آمادہ ہو گا پس

لہ حکمت عملی۔

پھر کیا ہے جس طرح موت غرور سے بھرے ہوئے آدمی کا خاتمہ کر دیتی ہے اسی طرح بھیم بھی جراسندہ کا ناش کرے گا۔ اگر آپ میرے دل کی بات پوچھتے ہیں۔ اور اگر آپ کو مجھ میں کچھ بھی شردھا ہے۔ تو آپ زیادہ ڈھیل نہ کیجئے اور فوراً ارجن اور بھیم کو میرے حوالے کیجئے۔"

یُدھشٹر میں کہاں تاب تھی کہ ان متفقہ اپیلوں کے باوجود بھی انکار کر دیتا۔ کرشن جی کی آخری اپیل نے اُس کے دل کو پگھلا دیا اور اُس نے نہایت شکر گذاری سے کرشن کا ہاتھ چوما اور خوشی سے یہ کہنے لگا کہ کس کی سامرتھ ہے جو کرشن اور ارجن کا مقابلہ کر سکے خصوصاً جبکہ اُن کے ساتھ بھیم بھی ہو۔ ہر ایک مہم کامیابی فوج کے افسرِ اعلیٰ کی دانائی پر مدار رکھتی ہے۔ جس فوج کا افسر کرشن ہو اُس کی کامیابی میں کیا شبہ ہے۔ پس ارجن تمہیں واجب ہے کہ کرشن کی دانائی پر بھروسہ رکھتے ہوئے اُس کو اپنا لیڈر بناؤ اور بھیم کو واجب ہے کہ ارجن کے اقبال کو اپنا پیشرو بنا دے۔

جہاں نیتی۔ اقبال اور جوانمردی تینوں صفات ایک جگہ مجتمع ہوں وہاں صرف کامیابی میں کچھ شبہ نہیں رہتا بلکہ فتح مندی کی امیدیں مضبوط ہو جاتی ہیں۔

سولھویں فصل

کرشن - ارجن اور بھیم کا جراسندہ کے دارالخلافہ میں سناتکوں کے لباس میں داخل ہو کر اپنی اصلی غرض کا ظاہر کرنا

یدھشٹر سے اجازت حاصل کر کے ارجن اور بھیم زیر ہدایت کرشن کے اپنے دارالحکومت سے باہر نکلے۔ ہم پہلے ظاہر کر چکے ہیں کہ کرشن کا منشا یہ تھا کہ جراسندہ کو فرداً فرداً زور آزمائی کرنے پر مجبور کیا جاوے اس حکمت عملی کی کامیابی کے لئے یہ ضروری تھا کہ یہ تینوں کسی ترکیب سے جراسندہ کے روبرو ہوں۔ اندیشہ تھا کہ اگر اپنے لباس میں گئے تو شاید اُن کو دار السلطنت میں گھسنا ہی نہ ملے اسلئے تینوں نے کشتری کی پوشاک اوتار سناتک (تارک الدنیا) برہمن کا بھیس بدلا اور شہر گرو راج کا راستہ لیا جب شہر کے نزدیک پہونچے تو مشورہ کیا کہ دشمن کے گھر میں عام راستہ یا دروازہ سے گھس کر جانا اور پھر اُس پر وار کرنا دھرم مریادا کے برخلاف ہے اسلئے یہ صلاح ٹھانی کہ کسی غیر معمولی طریق سے شہر میں داخل ہونا چاہیے۔

شہر گرو راج کے ایک طرف ایک بلند پہاڑی ایستادہ تھی جو شہر
پناہ کا کام دیتی تھی چنانچہ یہ تینوں اُس پہاڑی پر چڑھے اور شہر کی جانب
نیچے اُتر کر شہر میں گھسے سناتک برہمن کے بھیس میں پھولوں کے ہار
گلے میں پہنے اور بدن پر خوشبودار روغن کی مالش کر کے مہاراج
جراسندہ کے محل میں جا کر ملاقات کے طالب ہوئے۔ راجہ نے
جب سُنا کہ تین سناتک برہمن میرے دروازے پر آئے ہیں فوراً
اپنے محلوں سے نیچے اُترا اور بہت تعظیم کے ساتھ سامنے آیا۔ مگر سامنے
آنے پر جو نظارہ اُس کو دکھائی دیا اُس سے وہ حیران رہ گیا۔ اُس نے
دیکھا کہ بھیس تو اُن لوگوں کا سناتک برہمنوں کا ہے۔ مگر گلے میں پھولوں
کے ہار ہیں۔ اور بدن سے عطر اور روغن کی خوشبو آتی ہے۔ ہاتھوں کی
طرف دیکھا تو اور بھی حیرانی بڑھ گئی۔ بھلا ہتھیاروں سے منجھے ہوئے
ہاتھ سناتک برہمن کے بھیس میں کس طرح چھپ سکتے ہیں۔ تاہم اُس
نے اپنی حیرانگی کو ظاہر نہیں ہونے دیا اور فوراً پوجا کرنے کے لئے آگے
بڑھا۔ اُس کے آگے بڑھتے ہی دوسری طرف سے جواب ملا کہ ہم آپ
کی پوجا کو سویکار (قبول) نہیں کر سکتے۔ اب تو راجہ کا شبہ اور بھی پختہ

(نوٹ) ظاہر ہے کہ اگر یہ تینوں بھیس بدل کر نہ جاتے تو یا تو شہر میں داخل ہونے کے لئے
اُن کو جھوٹ بولنا پڑتا یا اُن کو شہر میں گھسنے کی بھی اجازت نہ ملتی اسواسطے انھوں نے
ایسا لباس پہنا جس میں روک ٹوک کا سب اندیشہ دور ہو گیا کیونکہ تارک الدنیا برہمن
کو کوئی روک ٹوک نہیں ہو سکتی تھی۔

ہوا اور اُس نے اپنے مہمانوں سے اپنی حیرانگی کا سبب بیان کر کے اُن سے دریافت کیا کہ وہ کون ہیں۔ اور کیوں ایسے لباس میں اُس کے سامنے آکر اُس کی پوجا منظور نہیں کرتے۔

کرشن بولا "اے راجہ! ہر ایک منش کو اختیار ہے کہ سناتکوں کے دہرم کو اختیار کرے اور اس لئے گو ہم نے پھولوں کے ہار پہنے ہوئے ہیں مگر ہم اس سمے سناتک دھرم میں ہیں۔ اور چونکہ ہم تیرے (دشمن) شترو ہیں اور شتروتا (دشمنی) کی نیت سے تیرے سامنے آئے ہیں اس لئے نہ عام دروازے سے تیرے شہر میں داخل ہوئے اور نہ ہم نے تیری پوجا قبول کی بلکہ عین شتروؤں کی طرح پہاڑی سے شہر میں اُترے"۔

جراسندہ یہ جواب سنکر بولا۔ کہ اے شخص! جہاں تک میرا حافظہ کام کرتا ہے مینے کبھی تجھے کچھ ایذا نہیں پہنچائی پھر تو کیوں میرا دشمن بنا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تو کسی غلطی میں ہو۔ کیونکہ میں تو دن رات اپنے دھرم کے انوسار کام کرتا ہوں۔ کرشن نے جواب دیا کہ "اے راجہ! تینے کشتری بنش پر بڑے بڑے ظلم کئے ہیں۔ بہت سے فرمانروا ؤں کو تینے بلا سبب مغلوب کر کے قید کر رکھا ہے۔ کشتریوں کے بیٹوں سے توحیوانوں کا کام لیتا ہے۔ راج پتروں پر نانا پرکار (طرح طرح) کے ظلم وستم کر کے تو کس طرح اپنے آپ کو نش پاپ (یعنے بے گناہ) سمجھتا ہے۔ ہم لوگ دھارمک ہیں۔ دھرم ہمارا جیون ہے۔ اور دھرم کی رکھشا کرنا ہمارا فرض ہے۔ ہمیں پرمیشر نے یہ سامرتھ دی ہے کہ دہرم کی رکشا کر سکیں۔ پس یہ سامرتھ رکھتے ہوئے تجھ کو تیرے بُرے کاموں کی سزا نہ دینا۔ گویا اپنے آپکو

پاپ کے سمندر میں غرق کرنا ہے۔ ظالموں کا سر کچلنا اور مظلوم لوگوں کی سہائتا کرنا ہر ایک کشتری کا پرم دھرم ہے اور ہم اس نیت سے یہاں آئے ہیں۔ اے راجن! تجھے معلوم رہے کہ ہم برہمن نہیں ہیں بلکہ کشتری ہیں۔ میرا نام کرشن ہے۔ یہ دونوں میرے ساتھی پانڈو پُتر ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام ارجن ہے اور دوسرے کا نام بھیم ہے۔ ہم تیرے سے کشتی کرنے کے لئے آئے ہیں۔ اے راجن! یا تو تو اُن تمام کشتریوں کو آزاد کر دے۔ جن کو تینے غلام بنایا ہوا ہے ورنہ ہمارے ساتھ کشتی کر لے۔ ہم کشتری بنش کے سرتاج مہاراج یُدھشٹر کی آگیا سے تجھ سے اپنی جاتی کا بدلا لینے کے لئے آئے ہیں۔ مرنے سے تو ہم ڈرتے نہیں کیونکہ ہم کو پورن وشواش ہے کہ دھرم یدھ میں مرنے سے کشتری سیدھا سورگ کو جاتا ہے اگر تو اپنے آپ کو دنیا میں مہابلی سمجھتا ہے تو تو بڑی غلطی کرتا ہے کیونکہ اس سنسار میں ابھمان (غرور) کرنے والا منش ضرور ہی ناش کو پراپت ہوتا ہے اور سنسار میں بڑے سے بڑے مہابلی سے مہابلی بھرے پڑے ہیں۔ بس ہے راجن! اپنی بدی سے باز آ۔ خدا کا خوف کر۔ اِن مقید کشتریوں کو چھوڑ دے۔ ورنہ ہم سے کشتی کر۔

کرشن کی یہ گفتگو سنکر جراسندھ ہنسا اور بولا۔ اے کرشن! تو جانتا ہے کہ اوّل تو بغیر یدھ میں شکست دینے کے میں کسی راجہ کو قید نہیں کرتا دوسرے میں اس قسم کا ڈرپوک بھی نہیں کہ خوف یا دھمکی سے اپنے قیدیوں کو آزاد کر دوں۔ میں یدھ کے لئے تیار ہوں۔ خواہ فوج کے ساتھ یدھ کر دیا تم میں سے کوئی ایک یا دو یا تینوں ہی مجھ اکیلے سے لڑو۔ کرشن بولا خوب

آپ تبلائیے کہ ہم تینوں میں سے آپ کس سے یدھ کریں گے۔ یہ سُن کر جراسندہ نے کرشن اور ارجن کی طرف دیکھا تو وہ دونوں اُس کی نظر میں بہت کم حقیقت جنچے۔ کیونکہ وبدن سے لاغر تھے اُس نے اُن دونوں سے یدھ کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھ کر بھیم سے مقابلہ کرنا پسند کیا۔

چنانچہ جب بھیم اور جراسندہ کا مقابلہ ٹھہر گیا تو راجہ جراسندہ نے بہت سے برہمنوں کو یگ کرنے کے لئے بٹھایا اور خود تاج اُتار کر بیش باندھ کر لڑنے کے لئے میدان میں آ جما۔ اودہر سے بھیم بھی مقابلے میں آ ڈٹا اور خوب کشتی ہونے لگی۔ چودہ روز تک کشتی ہوتی رہی اور دونوں نے اپنے داؤں پیچ ختم کر ڈالے مگر کوئی بھی مغلوب نہ ہوا۔ آخر چودھویں روز جراسندہ کا دم ٹوٹ گیا۔ اور تھک کر بیٹھ گیا۔ جراسندہ کو تھکا ہوا دیکھ کر کرشن نے بھیم کو للکارا کہ تھکے ہوئے دشمن پر سختی کرنی واجب نہیں۔ مگر بھیم نے جواب دیا کہ راجہ یہ تسلیم نہیں کرتا کہ میں تھک گیا اور ابھی لڑنے کے لئے میرے سامنے موجود ہے۔ پس میں کس طرح ہٹ سکتا ہوں چنانچہ لڑائی پھر شروع ہوئی اور بھیم نے جراسندہ کو اُٹھا کر اس زور سے زمین پر گرایا کہ وہ وہیں کھیت رہا۔

جراسندہ کے مرتے ہی کرشن نے بھیم اور ارجن کو رتھ پر سوار کر لیا اور خود رتھ بان ہو کر قلعے میں داخل ہوا۔ سب سے پہلے اُن راجوں مہاراجوں کو جو قید تھے آزادی بخشی۔ اور اپنے ہمراہ لا کر شہر سے باہر ڈیرے ڈال دئے۔

تمام آزاد شدہ راجوں مہاراجوں نے ہیرے وجواہرات کی

نذریں چڑھائیں اور نہایت خوش ہو کر اپنی رضامندی کے اظہار میں خدمتیں پیش کیں۔

چنانچہ کرشن مہاراج نے اُن کی اظہار احسان مندی کے جواب میں یہ ظاہر کیا کہ مہاراج یدھشٹر راجسو یگ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کو چاہیئے کہ اُن کو اس یگ میں مدد دے کر اپنی خلوص عقیدت کا ثبوت دیں جس کو تمام راجگان موجود الوقت نے بخوشی منظور کیا۔ راجہ جراسندہ کا پسر سہدیو بھی تحائف لے کر حاضر ہوا مہاراج کرشن نے نہایت خوش ہو کر سب راجگان کی موجودگی میں اُس کو راج تلک دیا اور باپ کی گدی پر بٹھایا۔ اور پھر وہاں سے روانہ ہوئے۔

نوٹ:۔ یہ فصل پراچین آریہ ورت کے جنگی اخلاق کا نمونہ دکھاتی ہے۔

(۱) مہاراج کرشن کا سناتک کے بھیس میں پھول پہن کر جراسندہ کے شہر میں جانا۔

(۲) عام دروازے سے شہر میں نہ جانا۔

(۳) جراسندہ کی پوجا قبول نہ کرنی اور دلیرانہ اپنے ارادہ کا اُس پر ظاہر کرنا۔

(۴) مہاراج جراسندہ کا اُن کی اس کارروائی پر خفا نہ ہونا اور چیلنج کا منظور کرنا۔

(۵) مہاراج جراسندہ کے مارے جانے پر اُسکے طرفداران کا اپنی شکست کو قبول کر کے کرشن وغیرہ پر حملہ نہ کرنا۔ کرشن کا جراسندہ کے پسر کو گدی پر بٹھانا اس قسم کے واقعات ہیں جو آریہ قوم کے اعلیٰ اخلاق کی نہایت زبردست شہادت دیتے ہیں۔ اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اُس وقت اخلاق کیسا شست اور پاکیزہ تھا۔

ستھویں فصل

راجسو یگ کا آغاز اور فساد کی بنیاد

راجہ جراسندھ پر فتح پاکر کرشن ۔ ارجن اور بھیم واپس یدھشٹر کے حضور میں حاضر آئے ۔ یدھشٹر نے حسب حیثیت تینوں بہادروں کی تعظیم کی ۔ اور فرط خوشی اور ادب سے کرشن کو گلے لگایا اب یگ کی طیاریاں ہونے لگیں ۔ دربار ہال کو نہایت شان و شوکت سے سجایا گیا ۔ راجگان و مہاراجگان ہند کے لئے ایلچی بھیجے گئے ۔ کہاں یان کا تمام سامان بافراط اکٹھا کیا گیا ۔ اور دور سے ویدپاٹھی ودوان برہمن مدعو کئے گئے ۔ ہون کی سامگری میں دنیا کی قیمتی سے قیمتی خوشبودار اشیا مہیا کی گئیں ۔ دان دینے کے لئے سونا چاندی ۔ ہیرے ۔ جواہرات نفیس سے نفیس اور قیمتی سے قیمتی کپڑے ۔ برتن ۔ زیورات ۔ و دیگر سامان جمع کیا گیا ۔ مہمانوں کے لئے محلات سجائے گئے ۔ میلوں تک ڈیرے خیمے لگاکر قیام گاہیں بنائی گئیں ۔

دھرت راشٹر[1] ۔ بھیشم ۔ دروناچاریہ ۔ دریودھن ۔ کرن ۔ اور دیگر سب بھائی بند تشریف لائے ۔

---

[1] جو راجگان و مہاراجگان شامل جلسہ کی فہرست مہابھارت میں دی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس یگ میں سارے ہند [illegible] ہو گئے تھے ۔

آخر جب سب طیاریاں مکمل ہو گئیں تو یگ کے متعلق مختلف فرائض
کے لئے بھائی بند و دوست رشتہ دار تعینات کئے گئے۔ چنانچہ سری
کرشن مہاراج نے یہ کام اپنے ذمہ لیا کہ جو برہمن یگ کرانے کے لئے
یگ شالا میں جانے لگے۔ اُس کے پیر دھوویں۔ اور یگ شالا پہ
پہرہ دیویں۔

آخر جب سب طیاریاں خاتمہ کو پہنچیں اور یگ کی ابتدائی رسومات
عمل میں آچکیں تو اب یگ کرتا کی طرف سے یُدھشٹر مہاراج کیطرف
سے تمام مہمانوں وغیرہ راکین یگ[1] کو نذریں پیش کرنے کی رسم کا وقت
آیا چنانچہ بھیشم نے یُدھشٹر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ
"اے یُدھشٹر! نذریں پیش کرنے کا وقت آن پہنچا اب تمہیں واجب
ہے کہ سب اصحاب کو حسب مدارج (درجہ بدرجہ) نذریں پیش کرو
چھ قسم کے اشخاص تمہاری تعظیم کے مستحق ہیں (اول) گورو دوئم ہون

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۸) شامل تھے۔ جنوب میں دراوڑ اور سنگھالہ کے راجاؤں کے نام
درج فہرست ہیں شمال میں سے راجہ کشمیر کا۔ مشرق کی طرف سے راجگان بنگ
(بنگال) وکالنکا کا۔ مغرب کی طرف سے راجگان مالوہ وشد ھوکا وغیرہ وغیرہ

[1] پراچین آریہ ورت میں دستور تھا کہ ہر ایک مذہبی رسم کے شروع میں رسم
کنندہ بطور تعظیم تمام ایسے اشخاص کو جو ادب و عزت کے مستحق ہوتے تھے "ارگھ" پیش
کرتا تھا۔ ارگھ۔ بُرادہ صندل۔ پھول۔ سبزی۔ وغیرہ اشیا کی ترکیب سے تیار کیا جاتا تھا۔
ہم نے بنظر سہولت ارگھ کی جگہ لفظ نذر استعمال کیا گیا ہے۔

کرنے والے پنڈت۔ سویم سمبندھی۔ چہارم سناتک برہمن پنجم دوست اور ششم راجگان۔ سب سے پہلے نذر اس شخص کے حضور میں پیش کرو جسکو تم اس تمام مجلس میں اول نمبر پر قابل تعظیم سمجھتے ہو۔

زبان سے کہنا اور قلم سے لکھنا تو کام آسان ہے لیکن اس قسم کے مجمع عظیم میں جہاں براعظم ہند کے تمام نامور برہمن۔ ویدوں کے جاننے والے فاضل۔ کشتری۔ جوانمرد۔ راجے اور مہاراجے موجود تھے بہ تمیز کرنا سخت مشکل کام تھا کہ اُن سب میں سے کون اوّل نمبر پر تعظیم کے قابل تھا۔

ایک طرف تو دھرت راشٹر اور بھیشم جیسے بزرگ دوسری طرف درون جیسا آچاریہ اور دیگر ویدوں کے جاننے والے وروان۔ تیسری طرف نہایت جوانمرد سے جوانمرد کشتری۔ چوتھی طرف نہایت دولت مند سے دولتمند اور زبردست سے زبردست راجے مہاراجے تھے۔ یدھشٹر حیران تھا کہ اس مجمع میں سے کس کو پہلے تعظیم کا مستحق قرار دے۔ آخر اُس نے اس مشکل سے نجات پانے کا یہ طریقہ سوچا کہ مہاراج بھیشم سے درخواست کی کہ آپ ہی مجھے بتادیں کہ اس تمام مجمع میں کون شخص میرے ہاتھ سے اوّل تعظیم پانے کا مستحق ہے۔

بھیشم نے اُس کے جواب میں کہا کہ اے یدھشٹر اس تمام مجلس میں کرشن سوریہ کی طرح چمکتا ہے۔ بس وہی نرسے سے اوّل تعظیم پانے کے لایق ہے۔ اٹھو! اور سب سے پہلی نذر اُسکو چڑھا۔ یدھشٹر نے کہا۔ تتھا استو! (بہت خوب) بھیشم کے یہ کہتے ہی جہاں ایک طرف مرحبا مرحبا! کے نعرے

بلند ہوئے۔ دوسری طرف مانو کہ بجلی گر پڑی۔ اور سناٹے کا عالم ہو گیا۔
فوراً ہی سب چھوٹے بڑے کو یہ محسوس ہوا کہ بس کچھ فساد ہوگا۔ مہمانوں
کے زمرہ میں چھیدی کا راجہ ششوپال بھی بیٹھا تھا۔ یہ راجہ مہاراج کرشن
کا خالہ زاد بھائی تھا اور ہمیشہ کرشن کے برخلاف جراسندھ کی طرف سے
لڑا کرتا تھا۔ وہ بھیشم کے ایسا کہتے ہی آنکھیں لال پیلی کر غصہ کے مارے
کانپنے لگا۔ اور بھیشم اور یدھشٹر اور کرشن تینوں کو سخت سست کہنے لگا
اُس کی تقریر کا لب لباب یہ تھا کہ بھیشم اور یدھشٹر نے کرشن کی تعظیم
اوّل کرنے سے باقی حاضرین مجلس کی توہین کی ہے کیونکہ کرشن کسی طرح سے
بھی اس عزت کا مستحق نہیں۔ نہ وہ تاج دار ہے نہ وہ عمر میں سب سے بڑا ہے
نہ وہ آچاریہ ہے۔ اور نہ وہ سب سے بلوان یودھا ہے۔ پھر کیوں اُس
کو اس غیر معمولی تعظیم کے لئے منتخب کیا گیا۔ چنانچہ ششوپال نے سب
سرداران موجودہ کے نام لئے اور بھیشم کو چیلنج کیا کہ آپ بتائیے۔ کہ اُن
کی موجودگی میں کس طرح کرشن ایسی تعظیم کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اُس نے
کہا کہ اگر عمر سے دیکھا جاوے تو کرشن کا پتا واسدیو۔ دھرت راشٹر۔ دروپد
بھیشم کرپا وغیرہ بزرگ موجود ہیں۔ اگر ودیا میں دیکھا جاوے تو درون
کرپا۔ اشوتھاما۔ اور دیگر مہا ودوان موجود ہیں۔ راجوں میں بھی بڑے بڑے
مہاراجے ویر یودھا موجود ہیں پھر بھیشم نے کیوں اس عزت کے لئے کرشن
کا نام لیا جو نہ آچاریہ ہے۔ نہ راجہ ہے۔ نہ عمر میں بڑا ہے۔ نہ مہابلی ہے۔
جس نے پاپ سے راجہ جراسندھ کو قتل کیا۔ اُس نے کہا افسوس کہ بھیشم
طرفداری سے ایسا ادھرم اور انیائے کا فیصلہ دیا اور اس سے بھی زیادہ افسوس

ہے۔ یدھشٹر پر جس نے دھرم مجسم بنکر محض خوشامد سے اس فیصلہ کو منظور کیا۔ اور دھتکار ہے خود کرشن پر جس نے اس کمینہ پن کی دیو ستھا کو قبول کر لیا۔

چنانچہ ایسا لکھا ہے کہ وہ معہ اپنے طرف داروں کے مجلس میں سے اٹھ کھڑا ہوا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

یدھشٹر اس کے پیچھے گیا اور اس کو سنانے لگا۔ اس نے کہا اے ششوپال دیکھ جتنے عمر رسیدہ اور عقلمند بزرگ بیٹھے ہیں سب اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ کرشن ہی اس عزت کے قابل ہے۔ پھر تو کیوں ایسے کڑوے بچن بولتا ہے۔

بھیشم نے بھی جواب میں یہ کہا "کہ ششوپال دھرم کے مارگ سے ناواقف ہے۔ کشتریوں کی یہی مریادا (رواج) ہے کہ جو فتح پا کر اپنے دشمن کو چھوڑ دے وہ اس دشمن کا گرو ہو جاتا ہے۔[۱]

کرشن نہ صرف مہابلی کشتری ہے۔ جس نے ہزاروں کشتریوں کو آزادی بخشی۔ بلکہ وہ ویدوں کا وِدوان ہے اور اس لئے دونوں گنوں کے اکٹھے ہونے کے سبب ہم میں سب سے زیادہ عزت کا مستحق ہے۔" پھر سہدیو نے جو یدھشٹر کا چھوٹا بھائی تھا یہ کہا! اگر اس مجمع میں کوئی شخص حسد

---

[۱] کرشن اور بھیم نے جراسندھ کے مارنے کے بعد جراسندھ کا علاقہ اس کے پتر کو دے دیا تھا اور ان تمام راجاؤں کو جو جراسندھ کے غلام تھے آزاد کر دیا تھا چنانچہ ششوپال بھی اسی زمرے میں سے تھا۔

کی آگ میں جلتا ہوا کرشن کی عزت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ تو اُس کے سر پر میرا پاؤں ہے۔ اگر وہ جوانمرد ہے تو میدان میں نکلے۔ ورنہ سب دانشمند حاضرین کا فرض ہے کہ بھیشم کے فیصلہ کو منظور کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

مگر جس دم کہ پانڈوں نے کرشن کو نذر چڑھائی اُسی دم ششوپال نے پھر بھیشم اور کرشن کو بے تکی گالیاں سنانی شروع کیں۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ طرفین نے نہایت سخت سُست تقریریں کرنی شروع کیں۔ ایک طرف سے بھیشم اور پانڈو کرشن کی حمایت میں اُس کے اوصاف گنتے تھے اور دوسری طرف سے ششوپال اُسکے عیب گنتا جاتا تھا۔ غرض یہ زبانی لڑائی کچھ دیر تک ہوتی رہی۔ یدھشٹر بیچارہ غمگین اور وہ اس طرفین کی خوشامد و درآمد میں مصروف تھا مگر کوئی سنتا نہ تھا۔ آخر اس نے بھیشم سے کہا کہ دادا اس فساد کو کسی طرح ختم کیجئے۔ بھیشم نے کہا کہ جب ششوپال اور اُس کے حمایتی سمجھانے سے نہیں مانتے تو سوائے اس کے اور کیا چارہ ہے کہ اگر اُن میں سے کوئی اپنے آپ کو کرشن سے زیادہ زبردست سمجھتا ہے تو وہ کرشن کو لڑنے کے لئے چیلنج کر دیکھے۔ بس فیصلہ ہو جاوے گا کہ آیا کرشن اُس عزت کا مستحق ہے یا نہیں۔ چنانچہ ششوپال نے جب خوب دل کھول کر کرشن اور بھیشم کو گالیاں دے لیں تو آخر غصہ میں اپنے آپ سے باہر ہو کر کہا کہ اچھا اگر کرشن بہادر ہے تو میرے سے لڑائی کرے۔

کرشن اب تک تو خاموش بیٹھا تھا مگر اب خاموشی سے اُس کی گستاخا

پرہٹہ لگتا تھا۔ اُس نے فوراً ششو پال کی تجویز کو منظور کیا اور دونوں بہادر میدان میں نکل پڑے۔ آن کی آن میں خوشی اور شادمانی کے جلسہ نے میدان کارزار کی صورت پکڑی۔ دونوں بیروں کے حمایتی دو طرفہ تماش بینوں کی صف بناکر بیٹھ گئے اور ششو پال اور کرشن کمر باندھ میدان میں آ اُترے۔ آخر کرشن کی جے ہوئی اور اُس نے ششو پال کو مار گرایا۔ بس پھر کیا تھا ششو پال کے سارے حمایتیوں کا غون منجمد ہو گیا۔ اپنا سا مُنہ لے کر رہ گئے۔ مہاراجہ یدھشٹر نے اول نہایت تکریم سے ششو پال کا سنسکار کیا۔ پھر اُس کے پتر کو راج تلک دیا اور ازاں بعد یگ رچایا۔

یگ کے خاتمہ بالخیر ہو جانے پر جب دیگر مہمان رخصت ہوئے تو کرشن بھی یدھشٹر اور دروپدی کی آگیا سے دوارکا کو واپس چلا آیا۔

نوٹ۔ ششو پال اور کرشن کے تکرار کے متعلق جو امر خاص طور پر نوٹ کرنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ اس باہمی کشا کشی میں ششو پال نے بہت سے الزام کرشن پر لگائے اور بہت سی ہجو اُس کی کی مگر تاہم ایک لفظ بھی اُس کے اخلاق کے برخلاف نہیں کہا۔ اگر واقعی اوایل عمر میں کرشن کی زندگی خراب ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ ششو پال اس پر بدوضعی اور بدکرداری کا الزام لگائے بغیر رہتا۔ جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ کرشن کی اوایل عمر کی عشق بازی کی کہانیاں محض لغو اور بے بنیاد ہیں۔

اٹھارھویں فصل

کرشن کا جلاوطنی کی حالت میں پانڈووں سے ملنے جانا

ہر ایک ہندو بالک اچھی طرح سے واقف ہے کہ راجسو یگ کے خاتمہ پر دریودھن اور اس کے فریق نے چالاکی سے مہاراج یدھشٹر کو جوا کھیلنے پر رضامند کر کے اُن سے اُن کا سارا راج پاٹ دولت و حشمت جیت لیا۔ یہاں تک کہ جوئے کے نشے میں یدھشٹر نے اپنی بیوی دروپدی کو اور خود کو بھی داؤ پر لگا دیا اور وہ داؤ بھی ہار گیا۔ اس ہار کے بعد شکنی کا دروپدی کو سر کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹ کر دربار میں لانا اور دروپدی کا واویلا کرنا۔ دربار میں کولاہل مچنا۔ حاضرین دربار کا کوروں و پانڈوں دونوں کو لعن و طعن کرنا۔ بھیم۔ ارجن۔ یدھشٹر و دریودھن وغیرہ کی تقریریں وغیرہ یہ سب ایسے واقعات ہیں۔ جن کا مہاراج کرشن کی سوانح عمری سے براہ راست کچھ تعلق نہیں ہے۔ یہاں پر صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ آخرالامر مہاراج دھرت راشٹر کے فیصلہ کے بموجب پانڈو معہ اپنی استری دروپدی کے ۱۲ برس کے لئے جلاوطن ہوئے۔ اور اپنا شہر چھوڑ جنگلوں میں جا کر پھرنے لگے۔ چنانچہ جب دیگر رشتہ دار

راجگان و مہاراجگان و دوست و آشناؤں کو پانڈووں کی اس بہت مصیبت کا حال معلوم ہوا تو وہ سب جنگل میں اُن سے ملنے اور اُن سے ہمدردی ظاہر کرنے کے لئے آنے لگے۔ مہاراج کرشن بھی جب سلوسے لڑکر واپس دوارکا میں آئے تو یہ حال سُنا۔ از بس آزردہ ہوئے اور بہت سے ساتھی لے کر پانڈوؤں سے ملنے کے لئے گئے۔

جب یدھشٹر۔ ارجن اور دروپدی وغیرہ کی حالت بد دیکھی تو سخت غضب میں آئے اور ارجن نے نہایت حکمت و فراست سے اُن کے غصہ کو فرو کیا۔

مگر جب دروپدی کے سامنے گئے تو اُس نے آسمان سر پر اٹھالیا رو کر اُن کے سر چڑھیں۔ اور اپنے خاوند و دیگر سنبندھیوں کو خوب دل کھول کر برا بھلا کہا۔ اپنی بےعزتی کی کتھا سُنا کر ارجن اور بھیم کی دلیری اور ان کی بہادری پہ بہت حملے کئے یہاں تک کہ کرشن جی کو بھی بیچ میں ہی دھر گھسیٹا اور سخت گریہ وزاری سے کہنے لگی کہ میرے لئے تو میرے سب سمبندھی دوست پیارے مر گئے کیونکہ جب دشمنوں نے میری بےعزتی کی تو کسی نے بھی اُس وقت میری مدد تک نہ کی!!

دروپدی کی اس واویلا کو سُن کر کرشن جی نے اس کی تسلی کے لئے پرتگیا کی کہ اے پیاری! میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ تیرے دشمنوں سے اُس زیادتی کا بدلہ لوں گا۔ جو انھوں نے تجھ سے کی ہے۔ تیرا راج پاٹ واپس دلا کر تجھکو راج سنگھاسن پہ بٹھاؤں گا۔ اے دروپدی! تو مت رو آسمان گر جاوے۔ زمین پھٹ جاوے۔ ہمالیہ کے ٹکڑے

ٹکڑے ہو جاویں۔ سمندر خشک ہو جاوے۔ مگر میرا پرن جھوٹا نہ ہوگا۔

اس طرح دروپدی کو تسکین دے کر جب مہاراج کرشن یدھشٹر کے پاس آئے تو اُن کو بہت کچھ اپدیش کیا۔ اور جوا کھیلنے کے نقصانات بتاتے رہے۔

انیسویں فصل

شاہ ورات کے محلوں میں پانڈو پتروں کی حمایتیوں کی کونسل

دھرت راشٹر نے جب یدھشٹر کو بازی ہارنے کے عوض میں ۱۲ برس کی جلاوطنی کا حکم دیا تھا تو اُس کے ساتھ یہ بھی قید لگائی تھی۔ کہ تیرہویں سال میں پانڈو پتر بھیس بدل کر ایسی نوکری چاکری سے روزی کمادیں کہ دریودھن اور اُس کے ملازمان کو اُن کا پتہ نہ لگے۔ ۱۲ برس کی جلاوطنی ختم کرنے کے بعد یدھشٹر۔ ارجن۔ بھیم۔ نکل سہدیو۔ دروپدی اور اُن کے پسران نے مہاراج ورات کی ملازمت اختیار کی اور ایسی ہوشیاری سے اپنے آپ کو چھپائے رکھا کہ بارہ مہینے تک نہ ورات کو پتہ لگا۔ کہ اس کے ادنے ملازمان اور خدمت گاران کے زمرے میں پانچ فرمان روا یان ہند محض بہ پاس زبان اور پاس عہد اُس کی خدمت کرتے ہیں اور نہ

دریودھن کو باوجود سخت تلاش اور جستجو کے پانڈوؤں کا کچھ نشان ملا۔ عالم جلاوطنی کے پہلے بارہ سال میں اُن کے دوست و رشتہ دار اُن کی ملاقات کو آتے رہے اور اپنی محبت بھری ملاقاتوں سے اُن کے رنج اور مصیبت میں شریک ہوتے رہے اس زمرے میں بلرام اور کرشن جی بھی کئی دفعہ پانڈوؤں سے ملنے کے لئے آئے اور بہت بہت عرصہ اُن کے ساتھ رہے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بلرام جی نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ یدھشٹر وغیرہ اپنے اقرار کے ایفاء میں جنگل میں رہیں اور اُن کے مددگار دوست۔ اقربا۔ دریودھن پر فوج کشی کر کے اُس سے پانڈوؤں کا علاقہ واپس لیویں اور ارجن کے پسر ابھی منیو کو حکومت کے لئے سونپ دیں تاوقتیکہ یدھشٹر اپنے اقرار کو پورا کر کے پھر اپنی گدی پر بیٹھ سکے؛

کرشن نے اس کے جواب میں بلرام جی سے یہ کہا کہ گو جو کچھ آپ کہتے ہیں یہ سب ہوسکتا ہے مگر ان کشتر مجسم پانڈو پتروں کو یہ کس طرح گوارا ہوگا کہ محض دوسرے کی حاصل کی ہوئی فتح یابی سے فائدہ اُٹھا کر اپنا راج واپس لیں۔ اور ساری عمر کے لئے اپنے کشتر دھرم پر داغ لگا کر اپنا دین و دنیا دونوں خراب کریں۔

کرشن کی اس تقریر پر یدھشٹر بہت خوش ہوا اُس نے یہ کہا کہ مجھے راج کی اس قدر پروا نہیں جس قدر کہ مجھے دھرم کی اور اپنی بات کی پروا ہے۔ مجھ کو اگر سورگ کا راج ملے تو بھی کبھی جادۂ صداقت سے نہ ہٹوں گا۔ اور اپنی چار روزہ زندگی کو بدعہدی کے گناہ سے آلودہ نہ

کروں گا چہ جائے کہ اس چند روزہ دنیاوی راج کے لئے میں اپنے عہد کی خلاف ورزی کروں اور سچائی اور دھرم کو ہاتھ سے دوں۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ چنانچہ نہ ہوا۔

شیرمرد یدھشٹر اور اس کے بھائیوں نے ان گنت تکالیف اُٹھائیں مصیبتوں پر مصیبتیں سہیں۔ اپنی پیاری۔ محلوں کی پلی ہوئی۔ نازونعم کی پُتلی دھرم پتنی کے عذاب اپنی آنکھوں دیکھے نہایت ادنےٰ سے خدمتیں کیں مگر اپنی بات کو ہار نہ گوارا نہ کیا۔ اور ۱۳ برس تک راج پاٹ کی طرف منہ نہیں کیا۔

مگر پاٹھک! لیجئے۔ تیرھواں سال بھی ختم ہوا ہے اور مہابھارت کی بنیادیں رکھی جانے لگیں۔ آئیے اس ہنگامہ عظیم کی عجیب اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی حکایت کو سننے کے لئے اپنے دل و دماغ کو طیار کیجئے اس ہنگامہ عظیم کا پہلا سین مہاراج وراٹ کے محلوں میں ہو رہا ہے۔ ہند کے برگزیدہ راجے و مہاراجے کشتری و برہمن۔ پانڈوؤں کے دوست و آشنا سب مجتمع ہیں اور کونسل کر رہے ہیں کہ یدھشٹر کا راج واپس دلانے کے لئے کیا کارروائی کی جاوے۔ اس کونسل کو وار کونسل (جنگی کونسل) کہیں۔ یا پولیٹیکل کونسل کہیں۔ یا خانگی کونسل کہیں یا دھرم سبھا کہیں آپ کی جو مرضی ہو آپ اس کا نام دھریں کیونکہ اس میں سب ہی پہلو موجود ہیں۔ ہر ایک پہلو کو پورے انداز سے سمجھنے اور اُس سے لطف اٹھانے کے لئے اپنے دل و دماغ کو طیار کیجئے۔ کیونکہ اس انجمن کے تقریر کنندگان کی تقریریں۔ گو نمکین ہیں۔ مگر گہری اور پیچیدہ بھی ہیں۔ اُس زمانے

کے فرمانروایان ہند میں سے جس قدر خاندان یدھشٹر کے حمایتی ہیں
وہ سب اس کونسل میں موجود ہیں اور کرشن بھی معہ اپنے پتا اور اپنے
بھائی بلرام جی کے براجمان ہیں۔ سب سے پہلے کرشن جی تقریر
کرتے ہیں۔

کرشن۔ یدھشٹر کی بپت کہانی آپ سب مہاشے گنوں کو معلوم
ہے۔ دریودھن نے مختلف اوقات میں جو جو طریقے یدھشٹر اور اُس کے
بھائیوں کا ناش کرنے کے لئے استعمال کئے ہیں وہ سب آریہ جنوں پر
ظاہر و ہویدا ہیں۔ اُس کے مقابلے میں یدھشٹر کا عمل اور اُس کے چال
چلن کا حال بھی آپ صاحبان پر روشن ہے یدھشٹر اور اُس کے بھائیوں
کی شجاعت دلیری اور ہمت اُن کے دھرم بھاؤ۔ اُن کی صداقت۔ اور
اُن کی صفائی باطن کا حال بھی آپ جانتے ہیں۔ سارے آریہ ورت
میں کسی کی طاقت نہیں جو ارجن اور بھیم کا مقابلہ کر کے لڑائی میں ان پر فتح
پا سکے۔ لیکن تاہم یدھشٹر ادھرم۔ انیاء اور زبردستی سے کسی کی سلطنت
لینے کی خواہش نہیں کرتا۔ انیاء سے اگر اُس کو سورگ کی بادشاہت بھی
ملتی ہو تو بھی اُس کو خواہش نہیں۔ اور قوانین انصاف اور دھرم
کے مطابق اگر اُس کو ایک گاؤں مل جاوے تو اُسی پر وہ قناعت کرنے
کو آمادہ ہے۔ یدھشٹر وغیرہ نے دھرت راشٹر سے جو کچھ عہد کئے
اُن کو لفظ بہ لفظ پورا کیا ہے۔ اور اس لئے اب دھرت راشٹر پر واجب
ہے کہ اُن کا راج پاٹ اُن کو واپس کر دے۔ مگر ہم نہیں کہہ سکتے کہ دریودھن
کی نیت کیا ہے۔ اس واسطے میری تجویز ہے کہ ایک معزز نیک نیت

دیانت دار۔ دھرماتما ایلچی کو دریودھن کے پاس بھیجا جاوے۔ کہ وہ دریودھن
کا منشا معلوم کرے اور اگر ممکن ہو سکے تو اسے اس امر پر آمادہ کرے
کہ وہ نصف راج یدھشٹر کے حوالہ کر دے اور صلح کر لے۔

کرشن کے برادر کلاں بلرام نے اپنے بھائی کی تجویز کی تائید کی اور
اثنائے تقریر میں اس امر پہ افسوس ظاہر کیا کہ یدھشٹر نے محض
بازی میں اپنی ساری سلطنت گنوا دی۔ اُس نے بھی صلح کرنے پہ
زور دیا۔

ان دونوں تقریروں کو سنکر ایک اور شاہزادہ بنام سینکی حسب
ذیل بولا۔ دنیا میں ہر جگہ دو قسم کے آدمی پائے جاتے ہیں یعنی بزدل اور
بہادر۔ جس درخت پہ پھل لگتے ہیں اُس کی بعض ٹہنیاں بالکل سوکھی
ہوئی ہوتی ہیں۔ اور اُن پہ کبھی پھل بھی نہیں لگتا۔ مجھکو ان دونوں بھائیوں
کی بیہودہ تقریروں کا افسوس نہیں۔ بلکہ افسوس اُن لوگوں پر ہے۔ جو
خاموشی اور بُردباری سے ان تقریروں کو سن رہے ہیں۔ کیا کوئی بھی
ذی شعور آدمی یہ باور کر سکتا ہے کہ بازی کھیلنے میں یدھشٹر کا قصور تھا
کشتری کا دھرم ہے کہ اگر اُس سے کوئی بازی لگانی چاہے۔ تو وہ انکار
نہ کرے۔ دریودھن نے نہایت چالاکی سے ایسے شخصوں کو یدھشٹر سے
بازی کھیلنے کے لئے آگے کیا جو بازی کے داؤ پیچ سے خوب واقف
اور ماہر تھے۔ یدھشٹر دھرم انوسار کھیلتا رہا اور ہار گیا۔ بھلا اس میں اُس
کا کیا قصور ہے۔ چنانچہ اُس کی پاداش میں جو اُس نے عہد کئے۔ اُن کو
اُس نے پورا نبھایا۔ کیا اب اُس کو یہ زیبا ہے کہ وہ دریودھن سے بھیک

ملنگے اور مثل محتاجوں اور اپاہجوں نے اُس سے صُلح کا ملتجی ہو۔ خصوصاً جب
ہم جانتے ہیں کہ دریودھن کیسا بد عہد اور جھوٹا ہے۔ کیا آپ نے نہیں
سُنا کہ باوجود اِس کے کہ یُدھشٹر نے پورے تیرہ سال بموجب عہد کے
پورے کر دئے۔ مگر دریودھن اب بھی یہی کہتا ہے کہ تیرھویں سال میں ہمنے
اُن کو پہچان لیا۔ بھیشم اور درون ہر چند اُس کو سمجھاتے ہیں مگر وہ مانتا
نہیں۔ پس میری رائے میں تو اس کو تیز دھار دار تیروں کا پیغام جانا چاہئے
اگر وہ یُدھشٹر کے پاؤں پڑے تو بہتر ورنہ اُس کا یہی علاج ہے۔ کہ اُس
کو معہ اُس کے مددگاروں کے ملک الموت کے (یم) سپرد کیا جاوے۔

کس کا حوصلہ ہے کہ ارجن۔ بھیم۔ وغیرہ کا مقابلہ کر سکے یارو
اُٹھو۔ کمریں کس لو۔ اور جب تک دریودھن کے خون سے ہاتھ نہ رنگ
لو دم نہ لو۔ مہاراج دروپد ستیکی کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ "اے شیر نر
میں نے تیری تقریر کو سُنا۔ مجھے تجھ سے بالکل اتفاق ہے کہ دریودھن ایسا
بد عہد ہے کہ وہ صلح پر ہرگز آمادہ نہ ہو گا۔ دھرت راشٹر اپنے پسران کے قابو
میں ہے۔ اور وہ اُن کا ساتھ دے گا۔ بھیشم اور درون دل کے ایسے
کمزور ہیں کہ وہ اُس کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ گو بلرام کی تجویز دانائی
سے پُر ہے۔ الّا میں نہیں مانتا کہ دریودھن سے چاپلوسی کی باتیں بنانے
سے کچھ فائدہ ہو گا۔ گدھے کے ساتھ نرمی کرنے سے فائدہ ہو سکتا
ہے۔ مگر بھیڑیا نرمی سے ماننے والی آسامی نہیں۔ پس میری رائے یہ
ہے کہ ہم لڑائی کیلئے فوراً طیاری شروع کر دیں اور اپنے سب دوستوں
مددگاروں خویش و اقارب کو چٹھیاں لکھ دیں کہ وہ اپنی فوجیں

آراستہ کر کے طیار رہیں اور اسی اثنا میں ایک وکیل وریودھن کے پاس بھیجیں ۔ میرا پروہت حاضر ہے ۔ اس کو بطور ایلچی بھیجدیا جاوے اور سمجھا دیا جاوے کہ وہ وریودھن کو کیا کہے ۔

چنانچہ مہاراج دروپد کی تجویز کو سب نے منظور کیا ۔ کونسل برخاست ہوئی ایلچی روانہ کیا گیا اور کرشن اور بلدیو دوارکا کو واپس چلے آئے ۔

بیسویں فصل

وریودھن اور ارجن کرشن سے حصول امداد کے لئے دوارکا جاتے ہیں

مہاراج وراٹ کے محلوں میں جو گفتگوئیں ہوئیں اُن کی رپورٹ دریودھن کو پہنچی ۔ اور وریودھن نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کیا کہ کسی طرح کرشن اور بلرام کو پانڈوؤں کی امداد سے روکا جاوے ۔ چنانچہ وہ اس غرض سے دوارکا کو روانہ ہوا ۔

اُس نے اپنے دل میں سوچ لیا کہ اگر میری درخواست منظور ہو گئی تو یہ سمجھنا چاہئے کہ میں نے یدھشٹر کے دو زبردست مددگار ان کو کم کر دیا اور اگر میں ناکامیاب رہا تو مجھے کرشن اور بلرام کے برخلاف یہ شکایت رہیگی کہ حالانکہ میں اول مدد کا خواستگار ہوا تھا مگر تاہم انھوں نے

میری مدد نہ کی اور میرے برخلاف لڑے ۔ مگر اتفاق ایسا ہوا کہ جس روز
دریودھن دوارکا پہنچا اُسی روز ارجن بھی پہنچ گیا ۔ دریودھن کرشن جی
کے مکان پر پہنچا تو کرشن مہاراج سو رہے تھے ۔ دریودھن اُن
کے سرہانے ایک کرسی پر بیٹھ گیا ۔ اتنے میں ارجن بھی آ پہنچا اور وہ
اُن کے پاؤں کی طرف ہو بیٹھا ۔ کرشن جی جب جاگے تو اُٹھتے
ہی پہلے اُن کی نظر ارجن پر پڑی ۔ مگر پھر دوسری طرف جو دیکھا تو
دریودھن بھی سرہانے بیٹھا پایا ۔ دونوں سے معمولی خیر و عافیت کی
باتیں جب ہو چکیں تو مہاراج دریودھن بولے کہ "ہے کرشن! میں
آپ سے پانڈووں کے برخلاف یدھ میں امداد چاہنے کے واسطے
آیا ہوں اور چونکہ میں پہلے آیا ہوں اس لئے انصاف اس امر کا مقتضی
ہے کہ تو پہلے میری درخواست کو منظور کرے کیونکہ ہم دونوں کا تیرے
سے ایک ہی رشتہ ہے ۔ اور ہم دونوں ہی تیرے متر ہیں ۔ سو اس صورت
میں میری درخواست اول ہے اور وہ منظور ہونی چاہئے"۔ کرشن جی
بولے ۔ کہ اے دریودھن تم نے جو کہا وہ راست ہے ۔ گو تو پہلے آیا ہے
مگر میری نظر پہلے ارجن پر پڑی ۔ علاوہ ازیں ارجن تیرے سے چھوٹا ہے
اس لئے مجھے دونوں کی مدد منظور ہے ۔ ایک طرف میری کل ہتھیار بند
فوج ہے اور دوسری طرف میں تن تنہا بغیر کسی ہتھیار کے ہوں ۔ کیونکہ
میں نے یہ مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ میں اس لڑائی میں ہتھیار نہیں چلاؤنگا
پس میں پہلے ارجن کو یہ موقع دیتا ہوں کہ وہ چن لے کہ آیا وہ میری
فوج واسطے امداد کے لیا چاہتا ہے یا مجھے ۔ اگر اس نے میری ذاتی امداد کو پسند

کیا تو میری ساری فوج تیری مدد کے لئے حاضر ہے۔ اور اگر اُس نے میری فوج کو پسند کیا تو میں تیرا ساتھ دینے کو حاضر ہوں۔" دریودھن نے کہا بہت اچھا آپ ارجن سے پوچھ لیں۔ چنانچہ جب ارجن سے پوچھا گیا تو ارجن نے کہا کہ مجھے مہاراج کرشن کی ذاتی امداد منظور ہے مجھے اُن کی فوج کی مدد کی ضرورت نہیں۔ ارجن کے ایسا کہنے پر دریودھن بہت خوش ہوا اور اُس نے کرشن جی کی فوج کو اپنی امداد میں لینا سویکار کیا۔ بلرام کے ساتھ بھی دریودھن نے یہی چال چلی مگر انھوں نے یہ کہا کہ میں کسی فریق کی مدد کرنے کے لئے طیار نہیں۔

جب دریودھن رخصت ہو چکا تو کرشن جی نے ارجن سے سوال کیا کہ "ہے راج پُتر تو نے میری ذاتی امداد کو میری کُل فوج پر کیوں ترجیح دی" ارجن نے جواب میں کہا کہ آپ کی ساری فوج کے مقابلہ کے لئے تو میں اکیلا ہی کافی ہوں۔ دنیا میں ایک عقلمند آدمی لاکھ بیوقوفوں سے زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ آپ نے اس لڑائی میں ہتھیار کو ہاتھ میں نہ لینے کی پرتگیا کی ہے۔ پس میری یہ خواہش ہے کہ آپ میرے جنگی رتھ کی رتھ بانی کریں میرے پاس اگر آپ جیسا رتھ بان ہو تو کس کی طاقت ہے کہ وہ میرا مقابلہ کر سکے اور مجھ سے بحکم چلا جاوے۔

چنانچہ کرشن جی نے ایسا کرنا منظور کیا۔

اکیسویں فصل

سنجے کی سفارت

مہاراج دروپدنے جو ایلچی پانڈوؤں کی طرف سے دھرت راشٹر کے پاس صلح کے لئے بھیجا تھا اُس کو کچھ کامیابی نہیں ہوئی اور دونوں طرف سے جنگ کی طیاریاں اس زور وشور سے ہونی رہیں کہ سب لوگوں کو یقین ہوگیا کہ آریہ ورت کی ساری بیرتا اور فضیلت کا خاتمہ اس لڑائی میں ہوجاوے گا۔

دونوں طرف سے پہلوان مست ہاتھیوں کی طرح اپنی اپنی طاقت اور بہادری کے نشے میں مخمور جھومتے پھرتے تھے۔ سنکھ۔ گھڑیال اور باجے کی آواز سے زمین و آسمان گونج رہا تھا۔ گھوڑوں کی ہن ہناہٹ سے کان بہرے ہوئے جاتے تھے۔ سلطنت وحشمت کے لالچ سے بھائی بھائی کے خون کا پیاسا تھا۔ چچا بھتیجوں کا جانی دشمن تھا۔ بھیشم محض پاس سخن سے اُن بھتیجوں کے برخلاف کمر باندھے ہوئے لڑائی کے واسطے طیار تھا جن کے لئے اُس کے دل میں نہایت پریم تھا اور جنکو وہ راستی پر سمجھتا تھا۔ درون دیکھتا تھا کہ اس لڑائی میں اُس کے پیارے شاگرد اُس ودیا سے اپنے آپ کو ملیامیٹ کرنے پر آمادہ ہیں جو اُس نے ایک ہی شالا میں دونوں فریق کو نہایت پیار و شوق سے پڑھائی تھی گو

خود دریودھن کی فوج میں تھا مگر دل سے یدھشٹر کا حمایتی تھا۔ اور محسوس کرتا تھا کہ دریودھن کا پکش ادھرم اور دھرم پر ہے اور یدھشٹر حق اور دھرم پر ہے۔

مگر ان سب میں سب سے زیادہ خوف زدہ اندھا دھرت راشٹر تھا جس کا دل یہ گواہی دیتا تھا کہ یدھشٹر سچا ہے۔ مگر طمع اور بیٹوں کے خوف سے اس لڑائی کو بند کرنے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ اس کو دن رات چین نہ تھی کیونکہ جانتا تھا کہ اس خونخوار لڑائی میں نہ بیٹے زندہ رہیں گے اور نہ بھتیجے۔ ساری کل (خاندان) کا نشٹ ہو جاوے گا اور سلطنت اور حکومت جس کے لئے لڑ رہے ہیں غیروں کے واسطے رہ جاویگی آخر بڑے غور و فکر کے بعد اس نے یہ فیصلہ کیا کہ لڑائی شروع کرنے سے پہلے یدھشٹر کے ویراگ۔ اور اسکی نیک صفاتی کو اپیل کرے۔ ایک ودوان برہمن سنجی نامی کو سفیر بنا کر یدھشٹر کے پاس بھیجا کہ یدھشٹر کو اس خونخوار ہنگامہ سے باز رہنے کا اپدیش کرے۔

چنانچہ مہاراج دھرت راشٹر کا بھیجا ہوا سفیر یدھشٹر کے کیمپ میں آیا یدھشٹر نے سنجی کی نہایت تعظیم و تکریم کی۔ اور جب اس سے آنے کا مطلب پوچھا تو سنجی نے بہت سی خوشامدانہ تقریر کے بعد یدھشٹر کے سامنے لڑائی کی خرابیاں بیان کرنی شروع کیں اور بڑی فصاحت سے یدھشٹر کو یہ سمجھانے لگا کہ محض دنیا کی سلطنت کے لئے لڑنا۔ اپنے سمبندھیوں کو مارنا گویا خلق خدا کا خون اپنی گردن پر لینا ہے۔ اور یہ فعل نہایت خراب اور مذموم ہے اور تجھے واجب ہے کہ اس سے باز آوے۔ تیری دانائی

اور تیرے دھرم بھاؤ کے لئے یہی زیبا ہے کہ خواہ تیری جان بھی جاوے مگر تو اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں پر وار نہ کرے اوّل تو ان دونوں خونخوار فریقوں کے لئے ایک دوسرے کو فتح کرنا سخت مشکل ہے لیکن تاہم اے یدھشٹر اگر انجام کار تو جیت بھی گیا تو ایسی فتحیابی سے تجھے کیا سکھ ملے گا۔ اور ایسی جیت تیرے کس کام آوے گی۔ تو اس لڑائی سے اپنی آتما کو کیوں کلنکت کرتا ہے۔ آ لڑائی سے باز آ۔ اور صلح کر لے۔"

اس تقریر کے جواب میں یدھشٹر نے جو کچھ کہا وہ ہماری کتاب کے احاطہ سے باہر ہے۔ تاہم اس قدر لکھنا ضروری ہے کہ یدھشٹر نے سنجی کو اچھی طرح سے سمجھا دیا کہ گو دھرت راشٹر کے بیٹوں نے ہم پر بہت سختیاں کی ہیں اور میرے بھائی اُن سے انتقام لینا چاہتے ہیں لیکن ہم صلح پر راضی ہوں اگر مجھے میرا دار الحکومت اندر پرست دیدیا جاوے۔ سفارت بمنزلہ وکالت کے سنجی اپنے آقا کی طرف سے وکالت کرنے آیا تھا۔ اپنی تقریر میں انصاف کا پاس رکھنا اس کا کام نہ تھا چنانچہ اس نے یدھشٹر کی تقریر کے جواب میں اس کو دنیا کی بے ثباتی اور دولت مال وحشمت و حکومت کی بے حقیقی پر لکچر

نوٹ۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے ناظرین یاد رکھیں گے کہ کرشن نے دریودھن سے یہ پرتگیا کی تھی کہ وہ اس لڑائی میں ہتھیار ہاتھ میں نہ لیں گے۔ ارجن نے کرشن کی ذاتی امداد کو اس کی ساری فوج کی مدد پر ترجیح دی تھی اور کرشن نے دروپدی سے یہ اقرار کیا تھا کہ وہ اس کا راج پاٹ واپس دلا دیگا۔

دینا شروع کیا[1]۔ آجکل کے بعض مت متانتروں کی طرح وہ یدھشٹر کو یہ اوپدیش دینے لگا کہ اے یدھشٹر دنیا میں کام یعنی خواہش تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ اور کام ہمکو اس دائمی آزادی اور آنند کے پراپت ہونے میں مانع ہے جو تش کام سے منش کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ کام ہی ہمکو زنجیروں میں پھنساتا ہے اور ہم کو جکڑ کر بار بار جنم مرن کے سلسلے سے نکلنے نہیں دیتا گیانی منش دنیا کے دھندوں کی پروا نہیں کرتا اور کرموں کے بندھن سے آزاد ہو جاتا ہے۔ تو گیان کو پراپت ہو کر پھر کیوں ایسے کرم اختیار کرتا ہے جو نند نیہ ہیں۔ دنیا کے سُکھ محض بیفایدہ اور عارضی ہیں جو شخص دنیا کے سکھوں کی اچھا کرتا ہے وہ ان سکھوں کی خاطر دھرم بھی ہار دیتا ہے میری یہ رائے ہے کہ لڑائی سلطنت کرنے کے بجائے بھکشا کرکے پیٹ بھرنا اچھا ہے۔ کیونکہ لڑائی کرنے میں منش طرح طرح کے پاپ کرتا ہے چہ جائیکہ اپنے سمبندھیوں سے لڑائی کی جاوے۔ پس اے یدھشٹر! تو جو ویدوں کا گیانی ہے۔ تو جس نے پورن برہم پریہ کا پالن کیا ہے تو جس نے بہت سے یگ کئے ہیں۔ تو جو ہمیشہ پرلوک کی فکر میں رہتا ہے تجھے واجب نہیں کہ پاپ سے اپنی آتما کو خراب کرے۔ اے یدھشٹر! اس پاپ سے تیری ساری تپسیا۔ زندگی کی پوتر تا نشٹ ہو جاوے گی۔ اے یدھشٹر لڑائی تیرے بہاو (خصلت) سے بعید

---

[1] یہ اس تقریر کا لب لباب ہے۔ لفظی ترجمہ نہیں۔ طوالت کے خوف سے ہم نے لفظی ترجمہ نہیں کیا۔

[2] خواہش۔

ہے تو محض غضب میں آکر لڑائی پر آمادہ ہوگیا ہے۔ مگر یاد رکھ کہ غضب
سب پاپوں کی بنیاد ہے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ کرودھ (غضب) سے
بچے اور اپنے نفس پر قابو رکھے۔ پس اے راجن! اپنے کرودھ کو مار اور
اپنے آتما کو اس مہاں ہنسا سے بچا۔ اپنے دادا۔ چچا۔ بھائیوں برادر
زادوں سمبندھیوں۔ دوستوں کی موت سے تجھے کیا ہاتھ آوے گا۔ دیکھ
تیرے فعل سے سینکڑوں خاندان برباد ہو جاویں گے۔ گھر گھر رونا پڑ
جاوے گا۔ لکھوکھا عورتیں تیرا نام لیکر روئیں گی اور تجھے کوسیں گی۔
اس قدر بربادی کے بعد اگر تجھے بادشاہت ملی بھی تو کیا ایسی بادشاہت
سکھ اور خوشی کے دینے والی ہوگی! ایسی بادشاہت سے کیا تو بڑھاپے یا
موت کے پنجے سے بچ رہے گا۔ پھر کیوں پاپ میں اپنے ہاتھ رنگتا ہے۔ دھرم
پر آ اے یدھشٹر! باز آجا۔ یہ تیرے بد اندیش صلاح کار تجھے لڑائی پر آمادہ
کراتے ہیں ورنہ تو تو بڑا نیک اور رحمدل ہے۔ اگر تیرے صلاح کار باز
نہیں آتے تو تو اپنا دعوے چھوڑ۔ اور دنیا کو چھوڑ کر جنگل کا راستہ
لے۔ اور اگر یہ نہیں ہو سکتا تو اور کچھ کر۔ مگر اپنی ذات سے اس لڑائی سے
باز آجا۔ اس تقریر کے جواب میں یدھشٹر نے سنجے سے کہا کہ "ہے سنجے!
پیشتر اس کے کہ تو مجھے یہ اوپدیش دیتا تجھے واجب تھا کہ تو پہلے دھرم
اور ادھرم کے لکشن بیان کرتا تاکہ ہم دیکھ سکتے کہ ان لکشنوں کے
انوسار یہ لڑائی کرنا دھرم ہے یا ادھرم ہے۔ تو جانتا ہے کہ دھرم
اور ادھرم کا نرنیہ کرنا آسان کام نہیں ہے کیونکہ بہت دفعہ دھرم ظاہر
ادھرم معلوم ہوتا ہے اور ادھرم دھرم دکھائی دیتا ہے اسی طرح آپت

(مصیبت کے وقت میں) سمے میں نیکی اور بدی کے معنوں میں بھی فرق
پڑ جاتا ہے۔ پس ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنے ورن آشرم کے دھرم
(فرائض) بلا تفاوت سر مو کے پالن کرے۔ تو یہ بھی جانتا ہے کہ آپت کال
(مصیبت کے زمانہ) کا دھرم معمولی حالت کے دھرم سے مختلف ہوتا ہے
میں تو دونوں جہان کی بادشاہت کے لئے بھی دھرم تیاگنے پر رضامند
نہیں ہوں میں سمجھتا ہوں کہ میں جو کچھ کرنے لگا ہوں وہ عین دھرم کے
انوسار ہے تاہم کرشن ہم سب میں پورن ودوان (دھرم شاستر میں
نپُن (پورا عالم) ہے۔ کرشن سے دیوستھا (فیصلہ) لیلو کہ اس سمے میں
کیا دھرم ہے جو کچھ وہ فیصلہ دیگا اُسپر کاربند ہونا مجھے منظور رہے۔"

چنانچہ کرشن نے سنجے کو مخاطب کر کے حسب ذیل تقریر کی:-

"ہے سنجے! تو جانتا ہے کہ میں اِن دونوں فریق کا خیرخواہ ہوں۔
میں نہیں چاہتا کہ کورو پانڈو برباد ہوں۔ میں اُن کی بہتری کا خواہاں
ہوں۔ میں ہمیشہ دونوں فریق کو صلح کا مشورہ دیتا ہوں۔ جہاں
تک میں دیکھتا ہوں یدھشٹر دل سے صلح کا خواہشمند ہے اور اُس
نے کوئی بات ایسی نہیں کی جس سے صلح ناممکن ہو۔ لیکن میں حیران
ہوں کہ جب طمع نے دھرت راشٹر اور اُس کے بیٹوں کی آنکھوں پر
پٹی باندھی ہوئی ہے تو یہ خانہ جنگی کیونکر رہ سکتی ہے۔ دھرم اور ادھرم
کی باریکیوں سے تو بخوبی واقف ہے پھر تعجب کا مقام ہے کہ تو یدھشٹر
جیسے پورن کشتری کو طعن دینے پر آمادہ ہے۔ یدھشٹر اپنے دھرم
پر قایم ہے اور اُسکو شاستر انوسار اپنے کل کی بہتری کا ہمیشہ خیال ہے۔

گیان اور کرم کے متعلق جو تو نے اُپدیش کیا۔ سو یہ ایسا معاملہ ہے
کہ اس کی بابت براہمن لوگوں میں ہمیشہ سے اختلاف رائے ہے۔
بعضوں کی رائے میں پرلوک کی سدھی کرموں سے ہی ہوتی
ہے۔ بعض دیگر کہتے ہیں کہ مکتی کیول گیان سے حاصل ہوتی
ہے اور کرموں کا ناش کرنا ہی ضروری ہے۔ برہمن جانتے ہیں
کہ اگرچہ ہم کو کھانے کے پدارتھوں کا گیان ہے مگر بھوکھ کا ناش
نہیں ہوگا جب تک کہ واقعی بھوجن نہیں کریں گے گیان کانڈ
کی وہ شاکھا جو کرم کانڈ میں مدد دیتی ہے زیادہ پھلدایک ہے
کیونکہ کرم کا پھل پرتیکش ہے (بدیہی ہے) پیاسا پانی پیتا ہے
اور پانی پینے کے کرم سے اُس کی پیاس بجھ جاتی ہے۔ پس ظاہر
ہے کہ محض گیان سے کرم کو فضیلت ہے۔ قدرت میں (نیچر میں)
کرم ہی پردھان دکھائی دیتا ہے۔ ہوا۔ سورج۔ چندرما اگنی اور
پرتھوی سب کرم کرتے ہوئے اپنا اپنا دھرم پالن کر رہے
ہیں۔ سارے آپت پُرشوں۔ ودوان۔ برہمنوں۔ کشتریوں
اور ویشیوں کی یہی ویوستھا (فیصلہ) ہے پھر اے سنجے یہ سب
کچھ جان بوجھ کر بھی تو کیوں دھرت راشٹر کے بیٹوں کی طرف کی
کہتا ہے۔ تو جانتا ہے کہ یدھشٹر ویدوں کو جانتا ہے اس نے
راجسویگ کیا ہے۔ گھوڑے ہاتھی کی سواری کرنا۔ اور شستر
چلانا اس کا کام ہے پس تو ہی بتا کہ ایسی حالت میں کونسا طریقہ
ہے جس سے یدھشٹر دھرم سے پتت نہ ہو × × × × ×

مگر تجھے یہ یاد رہے کہ یدھشٹر راج پُتر ہے۔ پس بتا کہ شاستر راجہ
کے لئے کیا حکم دیتے ہیں کہ لڑنا یا نہ لڑنا اُس کا کیا دھرم ہے؟
شاستر میں کشتری کے جو دھرم لکھے ہیں اُن کو وچار کر تجھے
واجب ہے کہ اپنی راے دے۔ کیا یہ کشتری کا کام نہیں
کہ وہ ودیا کا پرچار کرے۔ دھرم کی رکھشا کرے۔ اپنی پرجا
کا پالن کرے۔ ایسا قانون بنا دے اور ایسی طرح سے انتظام
کرے کہ سب ورن آشرم اپنے اپنے دھرم پر قایم رہیں کیا
انصاف کرنا اور زیادتی اور ظلم کی سزا دینا اُس کا دھرم نہیں۔ اگر
کوئی شخص بے ایمانی سے۔ ادھرم سے دوسروں کا
مال چھینتا ہے۔ پرائے دھن کو ہرتا ہے۔ تو بتاؤ کہ اُس کے
ساتھ راجہ کو کیا سلوک کرنا چاہئے۔ اگر ایسی حالت میں بھی
لڑائی کرنا پاپ ہے تو بتاؤ تو سہی کہ یہ جنگی ہتھیار تیر اور
زرہ بکتر کس مطلب کے لئے بنائے گئے ہیں۔ شاستر کہتا ہے
کہ ادھرمی پاپی اور دسیوں کو شستروں سے سزا دینا
کشتری کا دھرم ہے اور اس سے کشتری کو سورگ کی پراپتی
ہوتی ہے۔ پس بتاؤ تو سہی کہ ہر حالت میں لڑائی کرنا کس
طرح پاپ ہوا۔ اچھا اب دیکھو کہ دھرت راشٹر اور اُس
کے پُتروں نے کیا کیا۔ اُنھوں نے ادھرم سے پانڈوؤں
کا حق چھین لیا۔ اُن کو دھرم اور انصاف کی کچھ پرواہ نہیں
ہے۔ یاد رکھو کہ چھپکے چوری کرنا اور سامنے چوری کرنا دونوں ہی

پاپ کے کرم ہیں۔ بتاؤ تو سہی دریودھن اور چور میں کیا فرق ہے پھر علاوہ اِس کے دیکھو کہ دریودھن وغیرہ دروپدی کو ننگی گھسیٹ کر دربار میں لے گئے اور طرح طرح سے اُس کی بے عزتی اور توہین کی۔ افسوس کہ اُس وقت کسی نے بھی دریودھن وغیرہ کو نہ سمجھایا کہ تم کیا کر رہے ہو بھیشم مہاراج! آپ اُس وقت کہاں تھے۔ آپ نے اُس وقت کرن کو کیوں منع نہ کیا کہ ارجن کو طعن نہ کرے۔ افسوس! اُس وقت سارے کے سارے کایر بزدلوں کی طرح خاموش رہے اور اب ہر شخص یدھشٹر کو یہ مشورہ دیتا ہے کہ لڑائی نہ کرے۔ تاہم میری یہی خواہش ہے کہ بغیر لڑائی کے انصاف ہو جاوے۔ میں خود تیار ہوں کہ کوروؤں کے پاس جاؤں اور اُن کو سمجھاؤں۔ اگر وہ میرے سمجھانے سے پانڈوؤں کا حق دیدیں تو میں اپنے آپ کو کرتار تھ سمجھونگا۔"

(نوٹ) کرشن جی کا اشارہ اُس چوسر کی بازی کی طرف ہے جس کا ذکر پہلے ہوا۔

بائیسویں فصل

کرشن مہاراج سفارت کیلئے طیّار ہوئے ہیں

چنانچہ جب سنجے رخصت ہو کر چلا گیا تو مہاراج کرشن نے دھرت راشٹر کے پاس جانے کا ارادہ کیا تاکہ اُن کو سمجھا کر صلح صفائی کرا دیں سری کرشن جب چلنے کے لئے طیار ہوئے تو یدھشٹر کو نہایت فکر دامنگیر ہوا کیونکہ وہ اپنے دل میں ڈرتا تھا کہ مبادا بد باطن دریودھن کرشن کو نقصان پہنچاوے۔ چنانچہ اُس نے ہرچند کرشن کو سمجھایا کہ آپ کوروں کے دربار میں نہ جاویں مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کو کچھ ہانی نہ پہنچے آپ کے بغیر ہمیں سارے جہان کا چکرورتی راجیہ بلکہ سورگ کا راج بھوگنا بھی منظور نہیں ہے۔ مگر کرشن نے ایک نہ مانی اور یدھشٹر کو تسلی دے کر کہا کہ میرا جانا ضروری ہے کیونکہ اگر میں اپنے مشن میں ناکامیاب رہا اور دریودھن نے صلح کو نہ مانا تو کم از کم پیچھے سے کوئی ہم پر الزام نہ لگا سکے گا کہ ہم نے صلح کی کوشش نہ کی جب یدھشٹر نے دیکھا کہ کرشن کا ارادہ مصمم ہے تو اُس نے اسکو جانے کی اجازت دی اور اپنی طرف سے اختیارات کامل عطا

کریئے کہ جو شرائط صلح آپ قبول کریں گے ہمیں منظور ہونگی۔ کرشن نے رخصت ہونے سے قبل پھر راج دھرم پر یُدھشٹر کو اُپدیش دیا تاکہ مُبادا یُدھشٹر صلح کی اُمید میں اپنی طیاریوں سے غافل ہو جاوے اور دریودھن کو آسانی سے لڑائی جیتنے کا موقع ملے۔ اس اوپدیش میں کرشن نے یُدھشٹر کو بتلایا کہ عمر بھر برہم چاری رہنا کشتری کا دھرم نہیں ہے۔ کشتری کے لئے بھکشا مانگنا مہا پاپ ہے۔ لڑائی میں ہار ہو یا جیت پران دینے سے کشتری سیدھا سورگ کو جاتا ہے کسی کشتری پر واجب نہیں کہ نردلی پرگٹ کرے۔ کایر پن یا بھیروپن کشتریوں کا کام نہیں۔ مجھے تو یقین یہی ہے کہ دریودھن کبھی صُلح پر راضی نہ ہوگا۔ میں دریودھن کو اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ دیکھ اُس نے اپنی بدطینتی سے تیرے دیترے بھائیوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ میں ہر طرح سے دریودھن کو اور اُس کے حمایتیوں کو سمجھانے کا یتن کروں گا۔ مگر میرا دل یہی گواہی دیتا ہے کہ دریودھن ایک نہ مانے گا۔ لڑائی ضرور بالضرور کرنی پڑے گی۔ بس اے راجن! تجھے واجب ہے کہ خوب اچھی طرح لڑائی کے لئے طیاری کرے اور اپنے دھرم سے غافل مت ہو۔

کرشن کی اس تقریر کو سُنکر بھیم اور ارجن کے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ مبادا کرشن اپنی سخت کلامی سے کام بگاڑ دے اور صلح ناممکن ہو جاوے چنانچہ دونوں نے نہایت انکساری سے ہاتھ جوڑ کر کرشن سے عرض کی کہ جہاں تک ممکن ہو سکے آپ دریودھن کے ساتھ

نرمی اور ملائمت سے پیش آویں کیونکہ ہم ہرگز لڑائی کے خواہشمند
نہیں ہیں۔ اگر دریودھن ہم کو کچھ بھی علاقہ دیدے تو ہم اُسی کو اپنا
پیشہ ور مان کر گذارہ کرنے پر دلدادہ ہیں۔ چنانچہ یہ تقریریں سُنکر کرشن
نے بھیم کو یہ طعنہ دیا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم ڈر گئے ہو۔ چنانچہ کرشن
نے بھیم کو وہ تمام لاف وگذاف یاد دلائے جو بھیم کیا کرتا تھا اور بھیم
کی اس بزدلانہ بات پر افسوس پرگٹ کیا۔ بھیم کو کرشن کا طعنہ سینہ میں
تیر کی طرح چبھا اور اُس نے اور اس نے پھر دست بستہ اپنے مطالب
کو صاف کرنے کی غرض سے یہ جتلایا کہ میں کسی طرح سے بھی دریودھن
یا اُس کے پہلوانوں سے خوف نہیں کھاتا مجھے اگر خیال ہے تو صرف
اتنا ہے کہ اس خانہ جنگی میں سارے بھارت کے سنتان نشٹ
نہ ہو جاوے۔ چنانچہ کرشن نے بھی بھیم کی یہ تقریر سُنکر اُس کو تسلی
دی کہ میری نیت تم کو طعن دینے کی نہ تھی۔ میں فقط تم کو یاد دلاتا
تھا کہ لڑائی سے ڈرنا یا گھبرانا یا خوف کھانا کشتری کا کام نہیں خصوصاً
تمہارے جیسے کشتری کا لیکن جہاں تک ایک طرف تمہارا ارادہ
صلح کا نیک ہے وہاں دوسری طرف میں نہیں چاہتا کہ تم کایرتا
اور بزدلی سے اپنے دھرم سے پتت ہونے کا خیال بھی دل میں لاؤ
تم اپنے دل میں تسلی رکھو۔ منش سے جتنے یتن ہو سکتے ہیں اُتنا
یتن میں صلح کرانے کے لئے کرونگا۔ مگر تمہیں یاد رکھنا چاہئے کہ
منش کی تمام تدبیریں کارگر نہیں ہوتیں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا
ہے کہ منش بھلے کے لئے کام کرتا ہے اور اُس سے پھل بُرا نکلتا ہے۔

اس لئے جہاں منش کا فرض ہے کہ اپنے مطالب کے حصول کے لئے کُل تدبیریں کرے جو اُس سے ہو سکتی ہوں وہاں اُس کا یہ بھی دھرم ہے کہ محض اپنی تدبیروں کے گھمنڈ پر نہ رہے بلکہ جو کچھ کرتا ہے وہ بھگوان کے آدھین ہو کر کرے تا کہ پرماتما اُس کی تدبیروں میں برکت دیں۔ کاشتکار اپنی زمین میں ہل چلاتا ہے۔ بیج ڈالتا ہے پانی دیتا ہے مگر بارش برسانا اُس کی طاقت سے باہر ہے کیونکہ یہ کام پرماتما کا ہے۔ پس ہم جو کچھ کریں ایشر پرآدھین ہو کر کریں اور پرماتما پر وشواش رکھیں اگر اُس کی اچھا ہو گی تو وہ ہماری منو کامنا[1] کو سدھ کرے گا۔

چنانچہ جب کرشن جی یدھشٹر۔ بھیم اور ارجن سے رخصت ہو لئے تو اب سہدیو۔ نکل اور دروپدی سے رخصت لینے کی نوبت آئی ایک نے تو یہ کہا کہ مہاراج جیسے کو اچھا معلوم ہو ویسے کیجئے۔ مگر نوجوان سہدیو نے نہایت منت وسماجت سے یہ عرض کیا کہ میرے دل کی تو خواہش یہ ہے کہ ہمارے ہاتھ سے دریودھن کا ناش ہو۔ مہاراج آپ ایسے طریقہ سے کارروائی کریں جس سے لڑائی اٹل ہو۔ پس سہدیو کا یہ کہنا تھا کہ چاروں طرف دربار سے لڑائی کی صدا گونجنے لگی۔ ستکی نے کہا "ہم کو چین جب ہی آوے گی جب ہم دریودھن کا سر کچل لیں گے"۔ اتنے میں دروپدی بھی آگے بڑھی اور

---

[1] دل کی خواہش۔

اپنی زلفوں کو ہاتھ میں لے کرشن سے کہنے لگی کہ ہے کرشن! ذرا ادھر
بھی نظر ڈالیو مجھ کو دریودھن نے زلفوں سے کھینچ کر دربار میں ذلیل
کیا تھا۔ ہاں اُس وقت ارجن اور بھیم کی دلاوری کچھ کام نہ آئی
نہ کسی نے یہ خیال کیا کہ یہ مہاراج درو پد کی پُتری ہے۔ مہاراج
پانڈو کی نوہ۔ پانڈوؤں کی مہارانی ورشٹ دیومن کی بہن۔ کرشن کی متر
دروپدی اس بے عزتی کی مستحق نہیں۔ کرشن کیا آپ بھول گئے۔ کہ
خونی کو خون معاف کرنا مہاپاپ ہے۔ جو شخص مارے جانے کا مستوجب
ہے۔ اُس کی جان بخشنا کیسا بڑا گناہ ہے۔ اوہو! اگر پاپی گنہگار اور
مجرم اس جہان میں بچ جاویں گے۔ اور ان کو راجے مہاراجے
ڈنڈ دینے سے خوف کھاویں گے تو جہان میں اندھیر چھا جاوے گا
اور سارا انتظام درہم برہم ہو جاوے گا۔ اے کرشن! کیا دریودھن
رحم کا مستحق ہے؟ میں آپ سے التجا کرتی ہوں کہ اگر آپ کو میری
عزت کا ذرا بھی پاس ہے۔ اگر آپ کو میرا ذرا سا بھی لحاظ ہے
تو برائے مہربانی دھرت راشٹر کے پتروں کے ساتھ ذرا نرمی
نہ کرنا کیونکہ وہ سزا کے قابل ہیں۔

بھیم اور ارجن نے اگر آج کمینہ پن اور بزدلی پر کمر باندھ لی ہے تو
خیر میرا پتا اور میرا بھائی میری بے عزتی کا بدلہ لیں گے۔ میرے پانچ دلاور
پوت میرا انتقام لیں گے۔ بس یہ کہکر رونے لگی۔ مانو کہ اُس کی آنکھوں
سے موتیوں کی دھارا بہنے لگیں۔ دروپدی کی یہ حالت دیکھ کر سارا
لشکر جوش میں آگیا اور چاروں طرف سے تلواریں ننگی ہو گئیں

آخر کرشن نے درو پدی کو تسلی دیکر کہا کہ اے رانی! تو اطمینان رکھ کہ اگر دریودھن نے میری بات نہ مانی تو وہ پچھتاوے گا۔ اور تیرے بجائے اُن کی رانیاں اپنے خاوندوں کے سرزانو میں لیکر روویں گی۔ تیرے پتی فتح پاویں گے اور تجھ کو پھر راج سنگھاسن پر بٹھاویں گے۔ غرض اس طرح سے سب کو تسلی دے کر کرشن جی رخصت ہو گئے۔ مورخ راوی ہے کہ دریودھن کی بدطینتی سے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے اُنھوں نے اپنے سب ہتھیار ساتھ لئے اور ایک ہزار سوار اور ایک ہزار پیادہ فوج ہمراہ لیکر جانب ہستناپور چلے۔ دھرت راشٹر کو جب خبر ملی کہ کرشن جی آتے ہیں تو انھوں نے راستہ کے سب مقامات پر اُن کے استقبال رہائش اور آرام کا انتظام کرادیا اور اپنے شہر میں بھی دھوم دھام سے استقبال کرنے کی طیاری کرنے لگا۔ مگر کرشن جی نے دھرت راشٹر کے انتظام سے کچھ فایدہ نہیں اُٹھایا اور سر بسر اپنے ہی انتظام سے ہستناپور میں داخل ہو گئے۔ ہستناپور میں کوروؤں کی طرف سے نہایت شان وشوکت سے کرشن جی کا استقبال کیا گیا۔ اور جب وہ محل میں آ گئے تو سب خورد و بزرگ اُن کے ساتھ کمال ادب وخلوص سے پیش آئے۔

تئیسویں فصل

لڑائی سے پہلے کرشن جی صلح کرانیکے لئے ہستناپور جاتے ہیں

کرشن جی مہاراج دھرت راشٹر۔ بھیشم۔ درون وغیرہ سے ملاقات کرکے وِدُر جی کے استھان پر ٹھیرے۔ یُدھشٹر کی ماتا کنتی بھی وِدُر کے ساتھ رہتی تھی۔ جب کرشن جی اُس کے مکان میں پہنچے تو ادل اُس نے نہایت محبت و پریم سے کرشن کو گلے لگا کر اُس کا آدر ستکار کیا۔ پھر اُس کو پاس بٹھا کر رونے لگی۔ کس کی قلم میں طاقت ہے کہ ماتا کے پریم کا نقشہ کھینچ سکے۔ کس میں یہ شکتی ہے کہ اپنے پتروں کے لئے ماتا کے دُکھ کو ورنن کر سکے۔ کرشن اور کنتی کی ملاقات کا پورا پورا عکس اوتار کر ناظرین کے سامنے پیش کرنا ہماری کمزور قلم کی طاقت سے باہر ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ کنتی کرشن جی کی پھوپھی تھیں

(نوٹ) اس سفر کا جو بیان مہابھارت میں آتا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ کرشن جی جیسے مہان گیانی بھی روزانہ کرم کانڈ کرنے کو اپنا فرض سمجھتے تھے اور نیتہ کرم پورا کئے بغیر ون کا کام شروع نہ کرتے تھے۔

۱۴ سال سے کنتی نے اپنے بیٹوں کے درشن نہیں کئے تھے۔ ۱۴
سال ہوئے کہ جب وہ یدھشٹر کی کمزوری سے اپنے راج پاٹ
سے محروم ہو کر جلاوطن کئے گئے تھے۔ چودہ ۱۴ سال ہوئے تھے۔ جبکہ
انھوں نے منت وسماجت سے اپنی بلکتی ہوئی ماں کو شاہی محلوں
میں چھوڑا تھا۔ چودہ ۱۴ سال سے ماتا بیچاری اپنے لخت جگروں کی واپسی
کے انتظار میں اپنے دل کو مٹھی میں لئے بیٹھی تھی۔ کرشن کی ملاقات
ماتا کی اُمیدوں کے بر آنے کا پیش خیمہ تھا۔ کرشن کی تشریف
آوری نے اُس کے زخموں کو تازہ کر دیا۔ کرشن کے درشنوں نے
اُسکی امیدوں کو تروتازہ کر دیا۔ اور کرشن کی مورت میں اُس نے
اپنے سارے پتروں کی صورتوں کو عالم خیال میں دیکھا۔ اوہو!
عجیب سماں تھا۔

کنتی نے کرشن پر سوالوں کی بوچھاڑ شروع کی۔ یکے بعد
دیگرے سوال کرتی چلی جاتی تھی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں
جاری تھیں۔ زبان سے شکوہ وشکایت کے دریا چل رہے تھے
کبھی اپنی حالت بیوگی کو یاد کر کے روتی تھی۔ کبھی اپنے پتروں کے
زمانہ طفولیت کی تصویر کھینچ کر چلاتی تھی۔ کبھی یدھشٹر کی
دھرم مورت کا فوٹو کھینچتی تھی۔ کبھی بھیم کی جوانمردی اور اُس
کے زور بازو کا نقشہ جما کر سرد آہیں بھرتی تھی۔ ارجن کی تیر اندازی
کی یاد اُس کے سینہ میں سے تیر کی طرح پار ہو جاتی تھی۔ اپنی بہن
مادری کے پسران نکل اور سہدیو کی بھولی بھالی سیدھی شکلوں کو

یاد کر کے اُن کی خیر و عافیت پوچھتی تھی۔ حیران تھی کہ ہیں اس چودہ سالہ
مصیبت۔ جدائی اور درد میں زندہ کس طرح رہی۔ غرض درد و
گداز کا ایک عجیب دفتر کھلا تھا جس میں ایک دفعہ بھی کسی دوسرے
کو بولنے کا موقعہ نہ دیتی تھی۔ کرشن بھی تصویر کی طرح ہمہ گوش
بیٹھا تھا اور سُن رہا تھا۔ آخر دریائے رواں کسی قدر کمزوری پہ
آیا۔ اور کُنتی نے ذرا گریہ و زاری کم کر کے اسم وار اپنے پسران
اور مادری کے پسران کی خیر و عافیت اور اُن کے حالات پوچھے
لیکن جب دروپدی کی خیر و عافیت پوچھنے لگی تو پھر مانو کلیجہ میں تیر
جا لگا۔ دروپدی کی بے عزتی کی ساری تصویر تازہ اُس کی
آنکھوں کے سامنے آگئی اور اُس نے ساری کہانی کرشن کو اس
طرح سُنائی جیسے کہ پہلے اُنھوں نے سنی بھی نہ ہو کبھی یُدھشٹر کی کم
عقلی پر افسوس کرتی تھی۔ اور کبھی دریودھن اور اُس کے برادران
کی دغابازی اور زیادتی پہ۔ اور ساتھ ہی اپنے پدری سمبندھیوں
پر بھی لعنت ملامت کرتی جاتی تھی۔ آخر جب سارے بخارات نکل
چکے اور خاتمہ کا وقت آیا تو کہنے لگی کہ اے کرشن! میری طرف سے
تو میرے سب پُتر مر گئے اور میں اُن کی طرف سے مر چکی۔ جا۔ جا کر
یُدھشٹر کو پیغام دے کہ اے پُتر! تیری نیکی روز افزوں رہے۔ تو
نیکی کرتا رہ تاکہ تیری دھارمک عظمت میں کسی طرح کا فرق نہ آوے
اے جناردھن! جا اُس سے کہہ کہ لعنت ہے اُن لوگوں پر جو دوسروں
کے سہارے جیتے ہیں یا عدوں سے ڈرتے ہیں۔

ایسے جینے سے تو مر جانا بہتر ہے۔ جا۔ ارجن اور بھیم سے کہہ کہ جس دن کے لئے کشتری استریاں پُتر جنتی ہیں وہ دن آن پہنچا اگر تم سے اس موقعہ پر بھی کچھ نہ بن سکا تو تمام دنیا تم کو حقیر سمجھے گی اور جس روز تم نے کوئی حقارت کا کام کیا اُس روز سے میرا تم سے ہر قسم کا تعلق قطع۔ جب وقت آن پہنچے تو پرانوں کا فکر بھی نہ کرنا چاہئے اے کرشن جا ماد ری کے پسران سے بھی کہہ کہ اصل سُکھ وہ ہے۔ جو زور بازو سے حاصل کیا جاوے۔ کیونکہ کشتری پُتر کو کوئی چیز سُکھ نہیں دے سکتی جو اُس نے زور بازو سے حاصل نہ کی ہو۔ ارجن سے میرا آخری پیغام یہ ہے کہ تم کو وُہی کرنا واجب ہے۔ جو دروپدی کہے۔ دروپدی کا نام زبان پر لا کر پھر رونے لگی اور اُس کی بے عزتی کا سارا سین پھر از سر نو دوہرانے لگی۔

آخر جب مادری محبت و غضب کے اس سمندر کا مد و جزر اُتر چکا تو کرشن نے کُنتی کی تشفی کرنی شروع کی۔ مصیبت زدہ بیٹوں کا نمسکار ماتا کے پوتر چرنوں پر رکھا۔ اُن کے پریم سے بھرے سندیسے ماتا کے کانوں میں ڈالے۔ پتروں کے دھرم بھاؤ۔ انکی بیرتا اُن کے استقلال۔ اُن کی پوترتا۔ اُن کی نیکی۔ اُن کی صداقت۔ اُن کی دلیری۔ اُن کی بھگتی۔ اور اُن کی جانبازی کی تعریف کے پھولوں کا گلدستہ بنا کر ماں کو دیا کہ وہ اُن کی خوشبو سے اپنے دل و دماغ کو تر و تازہ کرے۔ دھرم۔ گیان اور فلاسفی کی بھری ہوئی برف سے ماتا کے جلے ہوئے دل کو ٹھنڈا کیا۔ اور آخر اُن کی کامیابی انکے دشمنوں

میدسے اُس کا مادری دامن ایسا بھرپور کر دیا کہ وہ آنے والی خوشیوں
منگ میں سارے رنج وغم کو بھول گئی۔ بیر راجپوتنی کا سارا کرودھ
ن کی چاپلوسی کے سامنے موم کی طرح پگھل گیا۔ اسکا سارا غصہ کرشن
فی دہ گفتگو سے باسی پانی کی طرح سرد ہو گیا۔ لعنت وملامت شکوہ
کایات بخارات کی طرح اڑ گئے برادرزادے نے اپنے بزرگوار پتا
ری بہن کو اپنی باتوں میں موہت کرا سکے سارے غصہ کو ٹھنڈا
کتنی ایسی تسخیر ہوئی کہ بے اختیار کہنے لگی "اچھا کرشن! جو تجھے بھلا
م دے سو کر تجھے تیری دانائی اور عقلمندی اور تیری دلاوری پر پورن
س ہے۔ کہ اپنے متروں کے لئے جو مفید ہوگا وہی تو کرے گا" غرض
طرح پر پھوپھی کو شیشہ میں اوتارا اور اُس کی اجازت حاصل کر
کرشن مہاراج دریودھن کے محل میں گئے۔ دریودھن اور اُس
م ہمراہی اور دوست جو وہاں موجود تھے۔ نہایت تعظیم وتکریم
یش آئے۔ حسب دستور اُنھوں نے سب لوازمات ستکار
ے کئے۔ اور آخر کرشن سے بھوجن کی استدعا کی۔ جب کرشن نے
رنہ کیا تو دریودھن بولا کہ کرشن مہاراج! یہ کیا سبب ہے کہ
ار اَن (کھانا) اور جل (پینا) منظور نہیں کرتے۔ ہم نے طرح
سے آپ کی سیوا کرنے کی کوشش کی۔ آپ کے لئے اچھے
وجن اور شربت وغیرہ بہم پہنچائے مگر تا حال آپ نے ہماری
ا کو منظور نہیں کیا۔ حالانکہ آپ ہمارے سمبندھی ہیں اور آپ
ا فریق کے دوست ہیں اور آپ کو دونوں فریق مساوی

ہیں۔ کرشن نے جواباً کہا کہ اے دریودھن! سفیروں کے لئے یہی حکم ہے کہ جب تک اُن کی سفارت کامیاب نہ ہو تو وہ اس دربار کی پوجا سوئیکار نہ کریں جہاں وہ سفارت کے غرض سے آئے ہوں۔ پس جب تک مجھے اپنے مشن میں کامیابی نہیں ہو جاتی۔ میں آپ کے گھر کی مہماں نوازی قبول نہیں کر سکتا۔ البتہ کامیابی کے بعد میں ہر طرح سے حاضر ہوں۔ اس پر دریودھن بولا "مہاراج! آپکو زیبا نہیں۔ کہ آپ ہمارے ساتھ ایسا سلوک کریں۔ ہم آپ کا پوجن اس لئے کرتے ہیں کہ آپ ہمارے سمبندھی ہیں۔ پس آپ کا کام بنے یا نہ بنے آپ ہماری دعوت قبول کیجئے تاکہ ہمارے دل میں جو سیوا کا بھاؤ ہے وہ پورا ہو۔ آپ کے ساتھ ہم کو کوئی مخالفت نہیں۔ نہ آپ سے ہمیں کچھ پرخاش ہے۔ پھر کیا وجہ کہ آپ ہماری خدمتوں کو منظور نہیں کرتے" کرشن جی نے جواب دیا کہ اے دریودھن میرا یہ قاعدہ نہیں کہ میں کسی کو خوش کرنے کی غرض سے یا کرودھ سے یا کسی نفع کی خاطر دھرم کا راستہ چھوڑ دوں۔ انسان کسی کے گھر کا بھوجن جب ہی کھا سکتا ہے جبکہ اُس کے دل میں بھوجن کھلانے والے کا پریم ہو یا جب کہ آپت کال ہو (یعنے مصیبت کا وقت ہو) اب سچ تو یہ ہے کہ نہ تو میرے دل میں تیری طرف سے پریم کی کشش ہے اور نہ مجھ پر آپت کال ہے۔ تو بلاوجہ اپنے پیارے بھائیوں کے ساتھ پرخاش کرتا ہے۔

چوبیسویں فصل

مہاراج وِدُر اور کرشن کی بات چیت

مورخ روایت کرتا ہے کہ رات کو کھانا کھانے کے بعد جب مہاراج وِدُر اور کرشن اکٹھے ہوئے تو وِدُر نے کرشن کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے کرشن! تو ناحق آیا۔ مجھے پختہ یقین ہے کہ تیری سفارت اور تیری شفاعت سے کچھ فایدہ نہ ہوگا۔ دریودھن نے ایک کثیر فوج جمع کر لی ہے جو کشتری ہی تیرے خون کے پیاسے ہیں۔ وہ سب اُسکے طرفدار ہیں۔ دریودھن کو اپنی فوجکی طاقت پر اسقدر بھروسہ ہے کہ اُسکو اپنی فتح میں ذرا بھی شبہ نہیں دولت طاقت اور سلطنت کے نشہ میں مخمور دریودھن کے دل میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس جنگ عظیم میں جو درپیش ہے وہ پانڈؤوں کو شکست فاش دیکر تمام آریاورت میں اپنا سکہ بٹھا دیگا۔ حکومت کی خواہش اور دولت کی آرزو نے دریودھن کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے دریودھن کے گرد ویسے ہی کامی۔ کرودھی۔ ناپاک آدمیوں کا گروہ جمع ہو گیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ تینے ان ناپاک۔ بدنیت۔ فاسد۔ لالچی آدمیوں کے گروہ میں آنے کی تکلیف گوارا کی؟ پانڈؤوں کی حمایت کے سبب اور سابقہ عداوتوں سے یہ سب لوگ تیرے خون کے پیاسے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اُنکے ہاتھ سے تجھے کچھ گزند نہ پہنچے پس میری تو یہ صلاح ہے کہ تو اپنے ارادہ سے باز

اور ان لوگوں کے درمیان نہ جا کیونکہ مجھے تیرے پیام صلح کی کامیابی کی
ذرا بھی امید نہیں۔ جس مجمع میں اچھے اور برے کلام کی تمیز نہ ہو انہیں گفتگو
کرنا لاحاصل ہے۔ جس طرح سے چنڈال لوگوں کے سامنے برہمن کی ویدک سے
بھرپور کلام کی کچھ قدر نہیں ہوتی۔ اسی طرح سے دریودھن اور اس کے
ساتھیوں کے مجمع میں تیری دانشمندی اور محبت سے بھری ہوئی گفتگو کی
کچھ عزت نہ ہوگی۔ پس ایسے بے سود کام سے باز رہنا ہی اچھا ہے۔ ایسی
تقریر کے جواب میں سری کرشن مہاراج بولے کہ ہے ودرجی! میں آپ کی
پدرانہ و بزرگانہ صلاح کا نہایت ممنون ہوں۔ آپکی محبت بھری دانشمندانہ
تقریر کا بہت مشکور ہوں۔ نیک دھرماتما اور بدھیمان پرش ایسی ہی صلاح دیا کرتے
ہیں۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں پختہ ارادہ کرکے آیا ہوں کہ کم از کم ایک
دفعہ ضرور پورن طور پر یہ کوشش کرونگا کہ یہ لوگ خلق خدا کے خون سے
اپنے ہاتھ رنگنے سے باز آجاویں۔ جو سرزمین اسوقت لاتعداد جنگجو یودھاؤں
گھوڑوں ہاتھیوں کے بوجھ سے دبی ہوئی ہے مجھے اسپر رحم آتا ہے
اور میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ دیش کو عموماً اور کشتری بنش کو
خصوصاً بربادی سے بچانے کے لئے ایک کوشش ضرور ہی کروں۔ اگر
اس کوشش میں مجھے کامیابی ہوئی تو میں سمجھونگا کہ مینے مہان دھرم کا
کام کیا ورنہ کم سے کم مجھے اسقدر تشفی تو ضرور ہوگی کہ مینے اپنی طرف سے کوشش
کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ ہر ایک دوست کا فرض ہے کہ ہر
طرح سے اپنے دوست کو برے کام سے بچاوے۔ خواہ اسکو اسکے بال کھینچکر
ہی اٹھانا پڑے۔ پانڈو اور کورو دونوں میرے سمبندھی بھی ہیں۔ دونوں

کے ساتھ مجھے پریم ہے۔ اس وقت میں دیکھتا ہوں کہ دونوں ایکدوسرے کو کاٹنے کے لئے آمادہ ہیں اسواسطے میرا فرض ہے کہ اس فساد کے مٹانے کا یتن کروں۔ خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔

غرض بہت دیر تک وِدُر اور کرشن میں اس قسم کی بات چیت ہوتی رہی۔ اور سِری کرشن اپنے ارادہ پر قایم رہے۔

دھرت راشٹر کے دربار میں کرشن کی سفارت

اگلے روز علی الصباح سری کرشن جی اپنی ضروریات اور نیتہ کرم سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ دریودھن اور دیگر شہزادے اُن کو دربار میں لیجانے کے لئے آ پہنچے۔ کرشن مہاراج۔ ستیہ بھاما۔ اگنی ہوتر اور دیگر فرائض سے فارغ ہو کر اُن کے ہمراہ دربار میں پہنچے۔ جہاں پر دھرت راشٹر۔ بھیشم دروں وغیرہ اکابر و بزرگان دربار کوروؤں نے کھڑے ہو کر اُن کو تعظیم دی معمولی گفتگو کے بعد کرشن مہاراج دھرت راشٹر کو مخاطب کر کے پیام صلح حسب ذیل ادا کیا۔

"ہے راجن! آپ کی کل[1] تمام آریہ ورت میں شرومنی ہے۔ شاستر مریادا میں اس خاندان نے خاص طور پر نام پایا ہے۔ آپ کا خاندان ایسا پوتر ہے کہ ہمیشہ دوسروں کے دکھ میں اپنا دکھ سمجھتا رہا ہے اور اپنی حرم

[1] خاندان۔

کے راستہ سے بے راہ نہیں ہوا۔ شفقت۔ نوازش۔ نیکی۔ دوسروں کی ہمدردی۔ صداقت۔ انسانیت۔ رحمدلی۔ بردباری ہیں کہ وہ شہرۂ آفاق ہیں۔ ایسے شریف کل سے کبھی کوئی توقع نہیں کرتا کہ وہ کوئی نامناسب حرکت کرینگے پس یہی واجب ہے کہ پانڈو ویروں اور تیرے پسران میں صلح ہو جاوے۔ میں صلح کرانے کے لئے آیا ہوں۔ اگر ادھر سے آپ صلح پر کمر باندھیں اور اُدھر سے میں کوشش کروں تو صلح کا ہونا ناممکن نہیں دونوں کا بھلا اسی میں ہے کہ آپسمیں صفائی ہو جاوے یا باہمی اتفاق ہو جانے کی صورت میں کسکی مجال ہے کہ تیرے پسران اور برادرزادگان کے مقابلہ میں کھڑا ہو سکے یہ پرتھوی کا راج اُن کو حاصل ہو سکتا ہے لیکن اگر یہ لڑائی شروع ہو گئی تو بے اندازہ کشت و خون تیری گردن پر رہیگا۔

اگر پانڈو مارے گئے تو بھی تجھے رنج ہوگا۔ اور اگر تیرے پسران مارے گئے تو بھی تیری زندگی تلخ ہو جاوے گی۔ ہے راجن! دیکھ تمام دیش کے راجے مہاراجے جنگ پر کمربستہ موجود ہیں اس جنگ میں سب کی تباہی ہے۔ اس خونخوار لڑائی میں نہ چھوٹا بچیگا اور نہ بڑا پس ان سب پر رحم کر اور اس لڑائی کو بند کر دے۔ ورنہ خون کے دریا بہ جاویں گے اور سارا بھارت ورش اس تلاطم میں غرق ہو جاوے گا۔

اے شاہ! اپنی خاندان کو اس مصیبت سے بچا! پانڈو بھی آخر تیرے بچے ہیں۔ ابھی بالک تھے جب اُن کا پتا مر گیا۔ تو نے اُن کو پرورش کیا اور مثل فرزندان تربیت دی۔ پس اب بھی اُن کا اپنا پسر جان کر اس لڑائی کو بند کر۔

یُدھشٹر تو بیچارہ دھرم پہ جان دادہ ہے اور بہت نیاب ہے اِس وقت تک وہ برابر تیرے حکم کو مانتے رہیں۔ تیرے پسران نے بار بار اُن سے بُرا سلوک کیا۔ مگر اُنھوں نے کبھی تیرا یا تیرے پسران کا بُرا نہیں وچارا۔ دیکھ تیرے پسران نے دروپدی کو کس طرح بے عزت کیا یا اُسکو گھسیٹ کر دربار میں لے آئے۔ مگر تب بھی پانڈووں نے برداشت کیا اور فساد نہ کیا۔ پس اے بادشاہ کلیان اسی میں ہے کہ یدھشٹر کو اُسکا حق دے کہ اس ہنگامہ کو روک دیا جاوے۔ میں دونوں کا بھی خواہ ہوں اور اسلئے دھرم کے نام پہ دونوں کے کلیان کے نام پر آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ صلح کرادیں ورنہ اس لڑائی سے بے اندازہ دکھ اور کلیش اور بربادی ہوگی جس کے ذمہ دار آپ خود ہونگے۔

راجہ دھرت راشٹر نے کرشن کی یہ تقریر سُنکر جواب دیا کہ اے کیشو! تینے جو کچھ کہا سچ کہا۔ سورگ لوک کو جانیکا یہی راستہ ہے دھرم فرمایا وہی ہے جو تینے بتلائی مگر تو جانتا ہے کہ میرے پُتر میرے بس میں نہیں دریودھن میرے بیر منشا کے مطابق عمل نہیں کرتا اور نافرمان ہے۔ نہ وہ اپنی ماتا گندھاری کا کہنا مانتا ہے۔ اُسپر کسی دوست کی نیک صلاح کا اثر نہیں ہوتا لیس اے کرشن! تو ہی کر یا کر کے اُسکو سمجھا تاکہ وہ اپنی بدکرداری سے باز آجاوے اور تیری نصیحت پر عمل کرکے بربادی سے بچیگا۔

چنانچہ حسب خواہش راجہ دھرت راشٹر کے کرشن نے دریودھن کو مخاطب کرکے حسب ذیل تقریر کی۔

دریودھن! ایسی عالی نژاد نسل اور ایسے عالی مرتبت خاندان میں

جنم لیکر تجھے واجب ہے کہ کوئی ایسا فعل نہ کرے جس سے تیرے خاندان پر بٹہ لگے۔ دوبایا کر تجھے واجب نہیں کہ تو جاہل کم نسل لوگوں کا شیوہ اختیار کرے۔ اسوقت تیرا میلان جس طرف ہے وہ راستہ ادہرم اور پاپ کا ہے۔ جو کام کرنے پر تینے کمر باندہی ہے وہ دھرماتما۔ خاندانی۔ اور شریف لوگوں کے لایق نہیں دیکھ تیری ہٹ سے کتنی خلق خدا کا خون ہوگا تجھ کو وہی کام کرنا چاہئے جس میں تیری۔ تیرے بھائی بندوں کی اور تیرے دوستوں کی بہتری ہو۔ پانڈو بہتر بڑے شریف۔ نیک۔ دھرماتما ودوان اور بہادر ہیں۔ تمہارے پتا۔ پتامہا بھیشم۔ گورو درون اور دیگر بزرگوں کی خواہش ہے کہ ان سے صلح کی جاوے۔ پس سب سے بہترا تیرا کلیان اسی میں ہے کہ تو ان سے صلح کرے۔ ایسے بڑے خاندان میں پیدا ہوکر تیرے شایان یہی ہے کہ تو اس معاملہ میں دانشمندی اور اعتدال سے کام لے۔ جو شخص اپنے دوستوں کی نیک صلاح پر کاربند نہیں ہوتا اسکا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا اور آخر اسکو پچھتانا پڑتا ہے۔ تجھے یہی واجب ہے کہ تو اپنے والد بزرگوار کے حکم کو مانے۔ ورنہ یاد رکھ خودغرض۔ خوشامدی اور بدباطن دوستوں کی صلاح پر عمل کرنے سے دکھ پہنچیگا۔ پانڈووں کے ساتھ متر تا رکھنے میں تیرا ہر طرح سے فایدہ ہے۔ دیکھ تو نے کتنی دفعہ ان کو ستایا مگر انھوں نے کبھی تیرے پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور کبھی تیرے سے بدلا لینے کی خواہش ظاہر نہیں کی۔ ورنہ تو جانتا ہے کہ بہادری اور تیراندازی میں اکیلا ارجن ہی لاثانی ہے۔ تیری فوج میں کسکی مجال ہے

ملہ دادا۔

جو اُس سے در آسکے۔ اے شاہزادے تجھے واجب ہے کہ تو اپنے بھائیوں اور متروں پر رحم کرے۔ تجھے اپنی پرجا (رعیت) پر ترس کرنا چاہیئے ورنہ اس لڑائی میں سب کا نسنشٹ ہو جاوے گا۔ اور لوگ بھی کہیں گے کہ دریودھن نے کل کا ناش کرا دیا۔ پانڈو پُتر اس پر رضامند ہیں کہ دھرت راشٹر کو سب اپنا شہنشاہ منظور کریں۔ اور تجھے یو راج یعنے ولی عہد ی کی پدوی ملے۔ بشرطیکہ تو اُن کو نصف علاقہ دے دے۔ پس اے دریودھن! اس موقع کو غنیمت جان اور پانڈو پُتروں سے صلح کر کے سُکھ اور نیکنامی کو حاصل کر۔" چنانچہ بھیشم۔ درون اور وِدُر نے بھی بار بار دریودھن کو صلح کرنے کی صلاح دی اور پُر درد تقریروں میں لا کر اس کو اُن سے صلح کرنے کی التجا کی۔ مگر افسوس دریودھن پر کچھ اثر نہ ہوا اور بولا کہ ہے مہاراج! میں نے آپ کے بچن سُنے آپ کو واجب نہ تھا کہ بلا سوچے سمجھے آپ میرے ایسی گفتگو کرتے۔ کوئی وجہ نہیں کہ آپ کو مجھ میں کیوں دوش دکھائی دیتا ہے اور پانڈوؤں کی سب حرکتیں قابل تعریف معلوم ہوتی ہیں۔ بیشک آپکے نزدیک دُورجی وِیتاجی دگروجی و داداجی سب کے نزدیک میں ہی قصوروار ہوں مگر مجھے تو اپنے میں کچھ بھی دوش دکھائی نہیں دیتا۔ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ یدھشٹر نے خوشی سے شکنی کیساتھ چوسر کھیلا۔ اور بازی میں اپنی ساری سلطنت وغیرہ ہار گئے۔ پھر بھی میں نے شکنی کو کہہ کر اُنکی ساری دولت واپس دیدی مگر اُنھوں نے پھر بازی لگائی اور آخر جلا وطن ہونے کا پرن کیا۔ میں نے اُن کے ساتھ کسی طرح سے دغا یا دھوکا بازی نہیں کی۔ اُنھوں نے ہمارے خاندانی دشمنوں کی حمایت ڈھونڈی اور اُن کے ساتھ شامل

ہو کر ہمارے خلاف پر دھاوا کرنے اور ہم کو لوٹنے پہ آمادہ ہوئے ہیں۔
خوف سے تو میں اندر کے سامنے بھی سر جھکانے کو آمادہ نہیں۔ کشتری
ہو کر خوف کس بات کا؟ اگر میں لڑائی میں مارا گیا تو سیدھا سورگ کو جاؤں گا
کشتری لوگوں کا مہان کام یہی ہے کہ میدان جنگ میں تیروں کی سیج پر
سوویں۔ لڑائی میں دشمن کے سامنے سر نیچا کرنے بغیر اگر ہم بہادروں کی
طرح لڑتے ہوئے مارے جاویں تو اس سے اچھا ہمارے لئے اور کیا
ہو سکتا ہے۔ میرے پتا نے میرے طفولیت کے زمانہ میں محض انیاء
سے اخلاف انصاف) ان کو ملک کا حصہ دیا تھا اب تو میں کسی طرح اس امر
پر رضامند نہیں ہو سکتا کہ پانڈوؤں کو سلطنت کا کوئی حصہ دیا جاوے،
جب تک میرے جسم میں پران ہے پانڈوؤں کو ایک سوئی کی نوک جتنی زمین نہیں دوں گا
دریودھن کی گفتگو سنکر کرشن جی نے غضب کی مورتی دھارن کی اور
آنکھیں لال پیلی کر کے کہنے لگے۔ دریودھن! کیا سچ مچ بیروں کی سیا (سیج)
پر سونا چاہتا ہے۔ اچھا تیری اچھیا پورن ہو اور تجھے تیرے حمایتوں سمیت
تیروں کی سیج ملے۔ تیری اچھیا جلد پورن ہو گی۔ اور تجھے بہت انتظار
نہ کرنا پڑیگا۔ اے نادان کیا تجھے یہ زعم ہے کہ تو نے پانڈوؤں کیساتھ کچھ
زیادتی نہیں کی۔ کیا یہ سب راجے مہاراجے جو یہاں موجود ہیں انصاف
سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ واقعی تیرا خیال درست ہے۔ تو نے پانڈوؤں کو
نقصان پہنچانے اور ان کو مارنے کیلئے کیا کچھ نہیں کیا (اسکے بعد انہوں نے ایک
ایک کر کے دریودھن کی ساری زیادتیاں گنائیں) اور فرمایا کہ اے
پاپی! تو نہیں چاہتا کہ پانڈوؤں کو ان کا پدری حصہ دے حالانکہ وہ

تجھسے التجا کر کے محض اپنا حق مانگتے ہیں۔ بہت خوب! تجھے انکا حق دینا پڑیگا اور اُسوقت خاک میں ملا ہوا تو کفِ افسوس ملیگا۔ تجھے پِتا نے سمجھایا۔ تجھے مہاراج دھرت راشٹر نے سمجھایا۔ بھیشم نے سمجھایا۔ وِدُور نے سمجھایا۔ درون نے سمجھایا پر تیرے پر کسی کی تقریر کا اثر نہوا۔

سچ ہے کہ جب بُرے دن آتے ہیں عقل جواب دیدیتی ہے اور انسان غرور اور تکبّر کے بھوت کے سایہ میں اپنے دوستوں اور منتروں کی نصیحت کو حقارت سے دیکھتا ہے۔ افسوس! افسوس!۔

کرشن کی یہ تقریر سُنکر تمام دربار میں ایک دفعہ سناٹے کا عالم ہوگیا۔ آخر کار دُہشاسن بولا کہ "اے دریودھن کہ اگر تو راضی خوشی صلح نہ کرے گا تو راجہ جی تیرے ہاتھ پیر باندھ کر تجھ کو اور مجھ کو اور کرن کو پانڈوؤں کے حوالہ کر دینگے پھر تو کیا کرے گا؟"

یہ سُن کر دریودھن نے بہت پیچ وتاب کھایا اور زہریلے سانپ کی طرح پُھنکار امارتا ہوا اُٹھکر دربار سے چلا گیا۔ اُس کے ساتھ ہی اُس کے بھائی اور دوست بھی روانہ ہوئے۔ آخر کرشن نے دھرت راشٹر کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ اے راجہ! ہتو تجھے بھی واجب ہے کہ تو اپنے اس شریر النفس بیٹے کو قید کر دے مصلحت اسی میں ہے کہ کُل کی بھلائی کی خاطر ایک شخص کی پروا نہ کی جاوے۔ بلکہ اگر کُل کے قربان کرنے سے بھی دیش کی یا قوم کی بھلائی ہوتی ہو تو کُل کی پروا نہ کرنی چاہئے۔ آتما کے فایدہ کے واسطے تو سارے جہان کی پروا نہیں کرنی چاہئے۔ بس ہے راجن! دریودھن کو قید کر کے پانڈوؤں سے صلح کر لے۔

مہاراج دھرت راشٹر میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ کرشن جی کی اس دلیرانہ صلاح پر عمل کرتا اُس نے اپنی رانی گندھاری کو بلا کر اُس سے کہا کہ تو دریودھن کو سمجھا؟

گندھاری نے پہلے تو راجہ کو تھوڑی سے ملامت کی بعدہ کہا کہ اس سارے فساد کے ذمہ دار آپ ہی ہیں۔ کیونکہ آپ نے دریودھن کو اس قدر سر چڑھا رکھا کہ اب وہ کیسکی نہیں سنتا اور آخر دریودھن کو بلا کر بصد زاری اُسکو سمجھانے لگی کہ

"اے پسر! تجھے بھی واجب ہے کہ اپنے پتا۔ مہاتما۔ گرو۔ اور چچا کا حکم مانے میری بھی یہی خواہش ہے کہ صلح ہو جاوے۔ پس تیری صلح کر لینے سے ہم سب تیرے سے پرسن ہونگے۔ اکیلا کوئی آدمی بھی بادشاہت نہیں کر سکتا اور خصوصاً وہ شخص جس کا اپنا نفس قابو میں نہ ہو کبھی بھی دیر تک حکومت نہیں کر سکتا۔ حکومت وہی کر سکتا ہے جو اپنے حواس کو قابو رکھ کر عقلمندی سے برتاؤ کرے۔ کامی اور کرودھی آدمی کے تمام مقبوضات جاتی رہتی ہیں پس پہلے اِن دشمنوں پر قابو پانا چاہیئے پھر دنیا کی بادشاہت مل سکتی ہے انسانوں پر حکومت کرنا بڑا مشکل ہے۔ ممکن ہے کہ کبھی کوئی شریر النفس انسان طاقت پا جاوے اور اُسکو بادشاہت نصیب ہو جاوے مگر اُس طاقت کو قایم رکھنا مشکل ہے۔ جو شخص بہت بڑا راجہ بننا چاہے اُس کا اولین فرض ہے کہ اپنے نفس کو قابو میں کرے کیونکہ نفس کو قابو کرنے سے بدھی اتنی بڑھتی ہے جتنی ایندھن کے ڈالنے سے آگ۔ بے قابو حواس مثل اُن بے قابو گھوڑوں کے ہیں جو اپنے چلانے والے جوان کا

خون کر دیتے ہیں۔ جو شخص اپنے آپ پر قابو پائے بغیر اپنے دوستوں و صلاح کاروں پر اقتدار حاصل کرنا چاہتا ہے وہ بے فایدہ کوشش کرتا ہے۔ اور جو اپنے دوستوں پر اقتدار حاصل کئے بغیر دشمنوں پر غالب آنے کی خواہش کرتا ہے اُس کی خواہش محض فضول ہے پس اوّل کوشش یہ کرنی چاہئے کہ انسان اپنے نفس پر قابو پاوے کیونکہ خوشحالی ایسے شخص کے پاؤں چومتی ہے جو اپنے نفس اور اپنے دوستوں پر قابو رکھتا ہے اور جو سوچ سمجھ کر دانائی سے عمل کرتا ہے اور قانون کے خلاف چلنے والوں کو فوراً اپنے غضب کا نشانہ بناتا ہے۔ دانائی سے شہوت، اور غضب (کام اور کرودہ) دونوں کو قابو میں کرنا چاہئے تمام دنیاوی خواہشوں کو چھوڑ کر بھی کوئی شخص سورگ کے دروازے سے نہیں گذر سکتا ہے جب تک یہ دونوں بھوت اُس کے ساتھ ہیں وہی کشتری چکرورتی راج کو حاصل کرتا ہے جس نے کام۔ کرودہ۔ لالچ۔ شیخی۔ اور تکبر کو جیت لیا ہو۔"

چنانچہ اسی طرح اوپدیش کرتے ہوئے گندھاری نے دریودھن کو بہت اونچ نیچ سمجھایا۔ کبھی اُسکو ارجن اور کرشن کی بہادری سے ڈرایا۔ کبھی بھیشم۔ دھرت راشٹر۔ درون وغیرہ کی ناراضگی کا خوف دلایا۔ کبھی مصلحت دکھائی۔ کبھی اُس کے دھرم بہادر کبھی انصاف اور کبھی محبت کو اپیل کیا۔ مگر کسی سے بھی کچھ فایدہ نہ ہوا اور دریودھن نے ایک نہیں مانی ماتا کی اس دانائی کی بھری ہوئی تقریر سے خفا ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا اور دربار سے چلا گیا۔

پچیسویں فصل

کرشن کی سفارت کا خاتمہ

دربار سے باہر جاکر دریودھن نے اپنے بھائی بندوں اور صلاح کاروں سے مشورہ کر کے کرشن کو قید کرنے کی ٹھانی۔ مگر قبل اسکے کہ اُسکو اپنے خیال کو عمل میں لانے کا موقعہ ملتا یہ خبر کرشن کے اردلی "ستیکی" کو ملی اور اُس نے ایک طرف تو باہر اپنی فوج کو تیار رہنے کا حکم بھیجدیا۔ اور دوسری طرف سے کرشن جی کو یہ خبر سنائی اور پھر اُسکی آگیا سے مہاراج دھرت راشٹر کو بتلایا کہ اُسکے پسران کیا منصوبہ باندھ رہے ہیں سارا دربار یہ خبر سُنکر دنگ رہ گیا کیونکہ پرانے آریہ لوگ سفیر کو قید کرنا مہا پاپ سمجھتے تھے اور کسیکے دل میں اس امر کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ دریودھن اسقدر نیچتا پر کمر باندھ لیگا کہ کرشن جیسے ایلچی کو قید کرنے کا ارادہ کرے۔ دھرت راشٹر شرم اور غصہ کے مارے کانپنے لگا اور دریودھن کو بلا کر بہت لعنت ملامت کی آخر کرشن دربار سے رخصت ہو کر کُنتی کے پاس آیا اور اُسکو سارا حال سنایا اور اُس سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہئیے کُنتی نے کرشن کے ذریعہ یہ سندیسہ اپنے پسران کو بھیجا۔

اول یدھشٹر کو۔ اے پسر تیری نیکی دن بدن گھٹ رہی ہے کیونکہ تو انہکار میں پھنسا ہوا مثل اُس شخص کے ہے جو بغیر اصل منشا سمجھنے کے ویدوں کے شبدوں کو پڑھتا ہے اور اسلئے ودوان کہلانیکا یوگیہ نہیں ہوتا دھرم سے ایک ہی رخ کو دیکھتا ہے۔ تو بالکل بھول گیا کہ پرماتما نے اُس ورن کیلئے کس دھرم کا اپدیش کیا ہے جس ورن میں تو نے جنم لیا۔ کشتری اسلئے اُتپن ہوتا ہے کہ وہ کیول اپنے زور

بازو پر بھروسہ رکھتا ہوا پرجا کی رکھشا کرے۔ اچھی طرح سے رکھشا کیگئی۔ پرجا
کے پُن کرموں کے پھل میں سے ⅙ حصہ راجہ کے حساب میں شمار ہوتا ہے
(یعنے پھل کا ⅙ حصہ راجہ کو پُہنچتا ہے) راجہ کو اپنا دھرم پالن کرنے سے دیوتا کا
درجہ نصیب ہوتا ہے اور پاپ کرنے سے وہ نرک میں گرتا ہے۔ راجہ کا دھرم انوسا
چاروں ورنوں میں نیاء (انصاف) کرنے اور ہر ایک مجرم کو اُس کے اعمال
کی سزا دینے سے پُن ہوتا ہے جس سے اُسکو موکش ملتی ہے۔

جس زمانے میں راجہ قانون کی پوری طرح پابندی کرتا ہے اُس زمانہ کو
کرت یگ کہتے ہیں اور ایسے راجہ کو جہاں سُکھ کی پراپتی ہوتی ہے یاد رکھنا
چاہئے کہ زمانہ راجہ کے آدھین ہوتا ہے۔ راجہ زمانہ کے آدھین نہیں ہوتا
جس راجہ کے عہد میں "تریتا یگ" ہوا اُسکو بھی سورگ کی پراپتی ہوتی ہے مگر وہ سورگ
کو بہت اچھی طرح نہیں بھوگ سکتا۔ اور اسیطرح "دواپر یگ" کا راجہ اس سے بھی کم
"کل یگ" لانے والا راجہ تو محض پاپ میں ڈوبا ہوا دُکھ ہی دُکھ بھوگتا ہے
اور لا انتہا زمانہ کے لئے نرک کو جاتا ہے سچ تو یہ ہے کہ راجہ کے پاپ اُسکی رعایا
پر بہت بُرا اثر پیدا کرتے ہیں اور ایسی ہی رعایا کے پاپوں کا پھل راجہ کو بھی بھوگنا پڑتا ہے۔
پس اسے راج پُتر تجھے واجب ہے کہ اپنی کُل کی مریادا انوسا یعنی خاندانی رواج
کے برتاؤ کے مطابق برتاؤ کرے۔ جو طریقہ تو نے اختیار کیا ہے وہ راج رشیوں کا طریقہ
نہیں ہے۔ ناواجب رحمدلی اور کمزوری اور بے ہمتی راجوں کا شیوہ نہیں

(نوٹ) گُننی کے اس اُپدیش میں نہایت بیش قیمت پولیٹیکل نُکتے بھرے ہوئے ہیں جنکو
ہم اپنے ناظرین کی وچار پر چھوڑتے ہیں کسی موقع دیگر پر اُنکی تشریح کرینگے۔

تیرے پتا نے یعنی یا تیرے دادا نے کبھی تیرے لئے اس قسم کی بدھی کی خواہش نہیں کی جیسی کہ آجکل تجھے گھیرے ہوئے ہے۔ میں تو ہمیشہ تیرے لئے یگدان کرم یوگ۔ اور پورشارتھ کی پرارتھنا کرتی رہی ہوں میں ہمیشہ تیرے لئے پرجا اور سنتان کی برکت مانگتی رہی ہوں۔ میں ہمیشہ پرماتما سے یہی دعا کرتی ہوں کہ وہ تیرے آتما کو مہان بنا دیں اور تجھے بیرتا اور پورشارتھ (بہادری اور ہمت) دیں۔

منش اور دیوتا جب پرسن ہوتے ہیں تو زندگی۔ دولت اور سنتان کی بخشش کرتے ہیں۔ ماتا۔ پتا کی ہمیشہ یہی خواہش ہوتی ہے کہ اُن کی سنتان ودوان ہو۔ دانی ہو۔ فیاض ہو۔ اور پرجا والی ہو۔

پس تیرا فرض ہے کہ جس ورن میں تیرا جنم ہوا ہے اُس کے دھرم کو پالن کرے کرشن دیکھ تو سہی بجائے ایسا کرنے کے میرے پتروں کے پاس گذارہ کا سامان بھی نہیں اور وہ دُکھ اور مصیبت میں گرفتار ہیں۔ اے یدھشٹر دان لینا برہمن کا کام ہے۔ تیرا کام نہیں ہے۔ تو کشتری ہے تیرا دھرم یہ ہے کہ اپنی بھجا بل سے مصیبت کے ستیے دوسروں کی مدد کرے۔ پس پھر دیری کیا ہے۔ کیوں کوشش سے اپنی بادشاہت کو واپس نہیں لیتا کیسی شوک کی جگہ ہے کہ تجھ کو جنم دے کر بھی میں دوسروں کا دیا ہوا ان (اناج) کھاؤں ہائے افسوس! افسوس! یدھشٹر کیوں اپنے بزرگوں کے یش اور کیرتی کو خاک میں ملاتا ہے۔ اُٹھ! بیروں کی طرح بڈھ کر اور دھرم مریادا کو چھوڑ کر بھائیوں سمیت پاپ کا بھاگی نہ بن۔ اس قسم کے سندیسے کنتی نے بھیم اور ارجن کے لئے دئے اور کرشن کو پیار دے کر رخصت کیا۔

چھبیسویں فصل

کرن کو لڑائی سے باز رکھنے کی آخری تدبیر

کرشن جی جب اپنے مقصد میں ناکامیاب ہو کر کورو دربار سے واپس چلے تو چلتے چلتے اُنھوں نے اپنی حکمت عملی کا آخری داؤ چلایا یعنی کرن کو یہ ترغیب دی کہ وہ دریودھن کی طرف چھوڑ کر پانڈوؤں کے ساتھ شامل ہو جاوے۔

کرن کی نسبت روایت ہے کہ وہ بھی پانڈوؤں کا سوتیلا بھائی تھا۔ اور چونکہ شادی سے پہلے پیدا ہوا تھا اسلئے کُنتی نے کبھی اُسکو اپنا تسلیم نہیں کیا تھا۔ چنانچہ ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ پانڈوؤں کے عالم طفولیت میں جب ایک دفعہ اُنکا اور دھرت راشٹر کے بیٹوں کا امتحان ہوا تو کرن کو ارجن کے مقابلہ میں تیراندازی کرنے کی اجازت نہیں دیگئی کیونکہ وہ کم اصل تھا۔ چنانچہ اُس روز اُس نے عہد کیا ہوا تھا کہ جس طرح سے ہو سکے ارجن کو شکست دے کر اُس طعن کا بدلا نکالے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دریودھن نے کرن سے دوستی پیدا کی۔ اور ہر طرح کی خاطر مدارات سے اُسکو اپنی طرف کر لیا دریودھن کی فوج میں کرن بھیشم اور ارجن کے پلّہ کا یودھا شمار کیا جاتا تھا دریودھن کو بھی بھروسہ تھا کہ ان دونوں کے مقابلہ میں ارجن کو ضرور شکست ہوگی۔ اور وہ اس زعم میں کسی طرح سے صلح پر آمادہ نہ ہوتا تھا۔ کرشن گووِل سے صلح کا خواہشمند تھا مگر پانڈوؤں کو اپنے حقوق سے

سے محروم رکھکر صلح کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔
پانڈؤوں کو تخت و تاج۔ ملک و علاقہ سے کورا جواب دے کر صلح کرانے
کو وہ پاپ سمجھتا تھا اور اس لئے اُس نے ہستناپور سے واپسی کے وقت
آخری تدبیر یہ کی کہ کرن کو اپنے اصل نسل سے آگاہ کر کے دریودھن کی
حمایت سے باز آنے کے لئے ترغیب دی۔ کرشن نے ہر چند کرن کے جذبات
کو اپیل کیا۔ مگر اُسپر یہ افسوں کارگر نہ ہوا۔ اور کرشن نے پانڈؤوں کی
طرف سے یہ بھی وعدہ کیا کہ کرن سب سے بڑا ہونے کے سبب گدی
پر بیٹھنے کا حقدار ہوگا مگر اسپر بھی کرن نے دریودھن کا ساتھ چھوڑنا
منظور نہ کیا۔ اور یہی جواب دیا کہ افسوس! میں اُن اقرار معاہدات
کو جو میں نے دریودھن کے ساتھ کئے ہیں بالائے طاق رکھ
کر دنیا کی بادشاہت بھی قبول نہیں کر سکتا۔ مینے مصمم ارادہ
کر لیا ہے کہ یا تو ارجن کو میں ان جنگ میں نیچا دکھا کر کیرتی اور
یش پیدا کروں اور جہان میں سب سے بڑا مہابلی یودھا کہلاؤں
اور یا اُس کے ہاتھ سے مارا جا کر سورگ کو پدھاروں۔ افسوس
کرشن جی کی عقلمندی دانائی اور حکمت عملی کا یہ آخری وار خالی
گیا اور کورو کشتر کے جنگ عظیم کو روکنے کی یہ آخری تدبیر
بھی بے سود ہوئی۔ اب کوئی چارہ نہ رہا کہ سوائے اِسکے
کہ واپس آکر فوجوں کو لڑائی کے لئے طیار کیا جاوے چنانچہ
کرشن کے ناکام واپس آنے پر یدھشٹر اپنی فوج لے تھانیسر کے میدان
میں آن پڑا اور دائیں بائیں سے یدھ کیلئے فوج آراستہ ہونے لگی۔

ستائیسویں فصل

مہابھارت کی لڑائی

بھارت کی اولاد کی ان دونوں شاخوں یعنی پانڈووں اور کوروں میں صلح کرانے کے لئے جو کچھ انسانی تدبیر سے ہو سکتا تھا وہ کیا گیا جب موقع نرمی وگرمی دونوں کام میں لائی گئیں مگر کسی طرح سے بھی نتیجہ نیک نہ نکلا۔ اور آخر حق وناحق کے فیصلہ کے لئے زور بازو ہی کو منصف ٹھہرانا پڑا۔ سچ ہے جب مندے دن آتے ہیں تو انسان میں نیک وبد کی تمیز کا مادہ نہیں رہتا اور اس کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور ایسے ہی موقعہ پر کہا جاتا ہے کہ تقدیر بڑی زبردست ہے کرموں کی گتی کے سامنے انسانی تدبیر کے پر کٹ جاتے ہیں اور کچھ پیش نہیں جاتی۔ مہابھارت کی لڑائی کیا تھی۔ آریہ قوم کی تمام بداعمالیوں کی سزا تھی۔ راجا اور پرجا۔ بادشاہ اور رعیت کے مجتمع شدہ پاپ انسانی شکل اختیار کر کے کوروکشیتر کے میدان میں اس غرض سے اکٹھے ہوئے کہ آریاورت کی نیکی۔ لیاقت۔ علمیت صداقت۔ نیکی کو غرضیکہ آریاورت میں جو کچھ اچھا تھا اسکو تہ تیغ کیا جاوے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آریہ قوم کی بدسگالیوں کا پیالہ لبریز ہو چکا ہو ورنہ کون خیال میں لا سکتا تھا کہ بھیشم اور یدھشٹر ارجن اور درون میدان جنگ میں ایکدوسرے کے خون کے پیاسے بالمقابل کھڑے ہونگے۔ کسکو اس امر کا گمان بھی ہو سکتا

تھا کہ کوروکھیشتر کے میدان میں گرہ دشمش ۔ اُستاد و شاگرد، اُستادی شاگردی کے قاعدے سے محفوظ رکھ کر اُستادی شاگردی کا حق ادا کر تے ہوئے آریا ورت کی جنگی عظمت کی آخری جھلک دکھا کر اس عظمت کو اسی میدان میں دفن کرنیکے لئے اکٹھے ہونگے ۔ کسکو گمان ہو سکتا تھا کہ عالی نژاد سنتانو کی تیسری پشت میں اسکے اپنے لخت جگر محض بازی بازی میں یا محض جوانی کی زور آزمائی میں حق و ناحق کا فیصلہ کرنے کیلئے سارے آریا ورت کو خاک میں ملا دینگے ۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنی عظیم الشان قوم کو ترقی کے آسمان سے اُتار کر تنزل کے راستے پر ڈال دینگے ۔ ہائے! اس خانہ جنگی نے آریا ورت کو خاک میں ملا دیا ۔ ترقی آزادی ۔ خوشحالی کو دھرم کی اونچی سے اونچی چوٹی سے اتار کر خاک پر بستر اکر دیا ۔ مہابھارت کی لڑائی کیا تھی ۔ گویا ہماری آزادی کے تپ دق کا شروع تھا ۔ اس تپ دق نے غلامی کا طوق پہنا جہالت کے دریا میں غوطے کھلائے ۔ طوق بھی ایسا بھاری کہ جس کی وزن دار زنجیروں اور کڑیوں نے اوپر اُٹھنے کی ساہس نہ چھوڑی مہابھارت کے جنگ کیلئے جو تیاریاں فریقین کی طرف سے کی گئیں اور جس سج دھج سے دونو فوجیں آراستہ و پیراستہ ہو کر میدان میں آئیں ۔ لڑائی میں جس بہادری سے طرفین کے ہیروں نے اپنی جوانمری کے کرتب دکھلائے ۔ جس انداز سے فوجوں کو سجایا گیا ۔ جن مختلف پہلوؤں سے حملے و ڈیفنس کئے گئے ۔ جس لیاقت سے ہتھیار چلائے گئے ۔ جس خوبی سے ہاتھی گھوڑے و گاڑیوں کو ریلا گیا ۔ اُن کو پڑھ کر ڈھائی من پکی کی شتر آہ

ہمارے سینے سے نکلتی ہے۔ ہم اس امر کے لئے طیار ہیں کہ اس لڑائی
کے بیان میں سے ۹۵ فیصدی شاعری مبالغے قرار دے کر منہا کر
دیں تو بھی ۵ فیصدی سچ جو اس میں باقی رہتا ہے وہ ہم کو رولانے
کے لئے کافی سے زیادہ ہے۔ دنیا میں ہمکو کوئی ایسی قوم بتائی جاوے
جس کے شاعروں نے شاعری مبالغے کے لئے ہتھیاروں کے نام
گھڑ لئے ہوں۔ مختلف قسم کے دھاووں کے لئے خیالی نام بنا لئے ہوں
اور جنگ کی تمام کہانی کو ایسی باریکی سے بیان کیا ہو کہ مانو شاعر خود
فن محاربہ سے واقف تھا۔ بلکہ ملٹری سائینس کا موجد تھا۔ انسان کی
طاقت انسانوں و جانوروں و ہتھیاروں کی تعدادیں اور دیگر ایسے
ہی بیانات میں کتنا ہی مبالغہ کیوں نہ کیا جاوے۔ لیکن دنیا میں نہ
کوئی ہومر ہی ایسا پیدا ہوا اور نہ درجل۔ جس نے فن جنگ سے ناواقف
یا ایک بزدل قوم کے لئے ایلیڈ یا اوڈیسی لکھ ڈالی ہو۔ ہومر اور درجل
کی نازک خیالی یونانیوں اور رومیوں کی بہادری جوانمردی اور ملٹری
سائینس میں ان کی اعلےٰ مہارت کا سب سے عمدہ ثبوت ہے۔ آریا قوم
کو اپنی بزرگی کے زمانہ میں جو دسترس ملٹری سائینس (علم جنگ) میں
حاصل تھی۔ وہ مہابھارت سے معلوم ہوتا ہے۔ شاعری مبالغے
کے لئے جو رعایت [illegible] ہو وہ رکھ لو تب بھی جو کچھ باقی رہتا ہے
وہ ایک عجیب و غریب نظارہ نظروں کے سامنے پیدا کر دیتا ہے
ہاں یہ سچ ہے کہ ان آریوں کے جانشین تو اب اس زبان سے
بھی پوری واقفیت نہیں رکھتے۔ جس میں یہ بیان درج ہیں اور

ان کے لئے اس جنگ کی تمام تفصیلیں ایسی ہیں جیسے کہ انگریزی زبان سے ناواقف شخص کے سامنے ملٹن کا پڑھنا۔ خیر یہ جملہ معترضہ تو بہت بڑھ گیا۔ اب اصل مطلب کی طرف آنا چاہیئے۔

قصہ کوتاہ یہ کہ آخر لڑائی کی ٹھن گئی۔ طرفین نے فوجیں آراستہ کر کے سامنے کیں۔ فوجوں کو نہایت انداز سے تقسیم کر کے جگہ جگہ افسر مقرر کیئے اور پھر اُن افسروں پر کمانڈر اور پھر اُن کمانڈروں پر جنرل اور پھر ان جنرلوں پر فیلڈ مارشل۔ ایک طرف سے فوج کا اعلیٰ کمان بڈھے بھیشم کے سپرد ہوا اور دوسری طرف سے فوج کی اعلیٰ افسری ورشٹ ویومن۔ سپر راجہ دروپد کو عطا ہوئی۔ جنگی باجوں۔ گاجوں سنکھ گھڑیال۔ رنزی وغیرہ کی آواز نے آسمان و زمین میں ایک روح پھونک دی۔ مانو کہ میلوں تک کرۂ زمین جوش و خروش میں آگیا گھوڑوں اور ہاتھیوں کی صفوں نے میلوں تک بیچاری پرتھوی کو ہلا دیا افسروں اور سپاہیوں کی جوش سے بھری ہوئی تقریروں نے آسمان و زمین میں جنبش پیدا کی۔ حتےٰ کہ انسانوں کی رگوں میں خون ابلنے لگا۔ گھوڑے رانوں سے نکلنے لگے اور ہتھیار ہاتھوں سے اچھلنے لگے۔ یودھا لڑنا چاہتے تھے گھوڑے اڑنا چاہتے تھے۔ ہاتھی کاٹنا چاہتے تھے۔ غرض کہ اُس میدان میں جو کچھ تھا خون پر دلدادہ اور مرنے مارنے پر آمادہ۔ بھائی بھائی کے مقابلے میں۔ دادا پوتے کے مقابلے میں گرو ششش کے مقابلے میں۔ سالہ بہنوی کے مقابلے میں۔ مانو کہ جو بہادر ہیں جو آر پار نے کے لئے آئے اُنہوں نے تمام تعلقات رشتوں ناطوں کو یکقلم

بالائے طاق رکھ دیا۔ ساری محبت و پیار کو جواب دیکر اُن کی آن میں بھائی بھائی کے لہو کا پیاسا دکھائی دینے لگا۔ اور گرو چیلے کے خون پر کمربستہ؟ اد ہو کیا نظارہ تھا! آریاورت جیسے عظیم الشان برّاعظم کی تمام لڑنے والی جمعیت اپنی پوری شان و شوکت و عظمت و جلال میں وہاں موجود تھی ٭

سچ ہے کسی سلطنت کا جاہ و جلال دیکھنا ہو تو اُس کی سپاہ کو دیکھ لے کیونکہ دشمن کے سامنے آنے کے لئے ہر ایک قوم اپنے پورے زور میں اپنے جاہ و جلال کا نمود باندھتی ہے۔

مہابھارت کی لڑائی شروع ہونے سے پہلے کوروکھشیتر کا میدان مانو کہ ایک عظیم الشان تماشا گاہ تھا جہاں آریاورت کی ساری شان و شوکت و جاہ جلال کی نمایش تھی۔ سٹیج عجیب تھا۔ پردے عجیب تھے باجے گاجے عجیب تھے۔ اور ایکٹر بھی صاحب کمال تھے جو پھر اس سے بعد آریاورت کے سٹیج پر نہیں کھیلے۔ یا یوں کہو کہ جن پر آریہ ورت کے جنگی ڈرامے کا کمال ختم ہو گیا۔ اس ڈراما میں ارجن نے کرشن کو حکم دیا کہ میری گاڑی دونوں فوجوں کے بیچ میں لے جا کر کھڑی کر تا کہ میں اچھی طرح سے دونوں دلوں پر نظر ڈال سکوں۔ کرشن نے کو فوراً حکم کی تعمیل کی اور آن کی آن میں ارجن اور کرشن دونوں فوجوں کے بیچ میں جا کھڑے ہوئے۔ جونہی ارجن کی نظر کورو فوج پر پڑی اور اس نے بھیشم اور درون کو دیکھا اس کا دل دہل گیا اور دیوتا اگ نے اپنے نیچے بجانے شروع کئے تھے کہ ارجن بے بس ہو کر یہ کہہ اُٹھا کہ دنیا کے راج اور سکھ

کے لئے مجھے بھیشم۔ دروں جیسے نیک مزاج گوروں اور دھرت راشٹر کے پتروں کو مارنا منظور نہیں۔ میں تو نہیں لڑتا۔ کرشن نے جب یہہ سنا تو وہ حیران رہ گیا۔

چنانچہ اس نے سب سے پہلے ارجن کی کشتریتا کو اپیل کی اور لعن طعن سے کام نکالنا چاہا۔ اس نے دونو فوجوں کی طرف اشارہ کرکے پوچھا کہ اے ارجن! آریوں کی شان کے خلاف یہ بزدلی اور کایرتا تجھ میں کہاں سے آئی۔ دیکھ دونو طرف فوجیں صف آراستہ لڑنے کے لئے کمر باندھے کھڑی۔ تو اس وقت اگر اس جھوٹے ویراگ میں پھنسکر میدان چھوڑ چلا تو لوگ کیا کہیں گے۔ تیرے دشمن تیری بہادری جوانمردی میں شک کرکے تیرے لئے اس قسم کے کلمات استعمال کرینگے جن کو کوئی حمیت والا آدمی نہیں سن سکتا تیری اس بزدلانہ کارروائی سے تیرے بیرتا اور تیز تیرے خاندان پر بٹہ لگے گا۔ کشتری کا دھرم لڑنا ہے۔ اگر لڑائی میں مارا گیا تو سورگ کے دروازے تیرے واسطے کھل جائینگے۔ اور اگر کامیاب ہوا تو دنیا کا راج۔ دنیا کا سکھ اور ثروت تیرے قدم چومینگے۔ لیکن ارجن کے دل پہ ایسی چوٹ لگی تھی کہ اس لعن طعن سے کچھ کام نہ بنا۔ اور آخر کرشن جی کو ضرورت پڑی کہ آتما کے اصلیت پہ اپدیش کرکے ارجن میں سے "میں" کی "ہیں" نکال دیں چنانچہ انہوں نے ارجن کو سمجھایا کہ ارجن "آتما تو نہ پیدا ہوتا ہے نہ مرتا ہے نہ کوئی اس کو پیدا کر سکتا ہے اور نہ مار سکتا ہے۔ پھر تیرا یہ خیال کیسا لغو ہے کہ میں بھیشم اور دروں کو مار کر دنیا کا سکھ بھوگنے کی اچھا

نہیں رکھتا۔

نہ تیرے میں یہ طاقت ہے کہ تو ان کو مار سکے اور نہ ان میں طاقت ہے کہ وہ تجھے مار سکیں۔ آتما پر نہ لوہے کی مار ہے اور نہ آگ۔ ہوا۔ اور پانی میں اتنی قدرت کہ اسکو ایذا پہنچا سکیں۔ مرنے اور مارنے والی چیز تو یہ جسم ہے جو آتما کا لباس ہے۔ یہ جسم عارضی ہے اور محض کرم کرنے کے لئے منش کو عطا ہوا ہے۔ پرماتما نے جو دھرم جیو آتما کے مقرر کئے ہیں ان کے پورا کرنے کے لئے اپنی قابلیت کے مطابق ہر ایک جیو آتما کو یہ جسم ملتا ہے۔ جیو آتما کا یہ کام نہیں کہ جسم یا اجسام کی حفاظت میں اپنے دھرم کو چھوڑ دے اور "میرے" "تیرے" کے خیال میں مست ہو کر اصل صداقت کو دل سے بھلا دے۔ جیو آتما کا یہی فرض ہے کہ اس جسم سے وہ کام لے جس کے لئے یہ عطا ہوا ہے۔ یہ جسم دھرم کے انوسار کام کرنے کیلئے عطا ہوا ہے نہ کہ اپنی خواہش کے مطابق کام کرنے کے لئے جو لوگ اپنی خواہش کو مقدم رکھ کر کام کرتے ہیں وہ کرموں کی زنجیر میں جکڑے ہوئے اصل صداقت سے دور دکھ سکھ کے بندھنوں میں پھنسے رہتے ہیں۔ لیکن جو جیو آتما اپنی خواہش یا رغبت کو بالائے طاق رکھ کر جسم کو نشکام کرم میں لگاتے ہیں وہ صداقت کو پا کر جسم کی ضرورت اور اس کے بندھنوں سے آزاد ہوتے ہیں اور نجات پا جاتے ہیں۔ پس تجھے واجب ہے کہ کشتر دھرم کو پالن کرتا ہوا میرے اور تیرے اس کے اور اسکے خیال کو چھوڑ دے اور اپنے دھرم پر کھڑا رہے۔ کیونکہ ایسا نہ کرنے سے تو سخت پاپ کا بھاگی ہوگا اور گمراہی میں پڑ کر

نرک کی آگ (دوزخ) میں پڑیگا"۔

نوٹ - ناظرین! مندرجہ بالا مختصر الفاظ میں ہم نے آپ کو اُپدیش کا لب لباب بتایا جو کرشن نے کوروکھیشتر کے میدان میں ارجن کو کیا اور جس اُپدیش سے موثر ہو کر ارجن پھر لڑنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ عام طور پر یہ باور کیا جاتا ہے کہ سارے گیتا کا اپدیش کرشن نے ارجن کو میدان جنگ میں کیا تھا۔

ہم کو اس کے ماننے میں تامل ہے کہ واقعی ایسا ہی ہوا لیکن اگر ایسا بھی ہوا ہو تو تاہم گیتا کی تعلیم کا لب لباب یہی ہے جو ہم نے درج کر دیا۔ چونکہ ہمارا ارادہ ہے کہ اس کتاب کے دوسرے حصہ میں بھگوت گیتا کا اردو ترجمہ شایع کریں۔ اس واسطے ہم گیتا کا اُپدیش تفصیل سے یہاں درج نہیں کرتے گیتا کے اردو ترجمے کے دیباچہ میں ہم اس مضمون پر بحث کرینگے کہ آیا گیتا کرشن جی کی تصنیف کردہ ہے یا نہیں۔ یہاں پر اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ ہم گیتا کو کرشن جی کی تصنیف نہیں مانتے۔ البتہ گیتا کے اصل اُپدیش کو کرشن جی کا اُپدیش مانتے ہیں۔

دوران لڑائی میں کرشن جی برابر ارجن کیساتھ رہے اور گو انہوں نے خود ہتھیار نہیں چلائے لیکن اس میں کلام نہیں کہ کرشن کی موجودگی ان کی دانائی۔ ان کی فراست۔ انکی نیتی۔ انکے صلاح مشورے سے پانڈوؤں کو بہت مدد ملی ساری لڑائی میں وہ پانڈوؤں کے مشیر اعظم رہے اور لڑائی کے مختلف موقعوں پر اپنی موجودگی اور صلاح سے پانڈو فوج کا حوصلہ بڑھاتے رہے۔ اس لڑائی کے حالات کو تفصیل سے درج

کرنا اس کتاب کے احاطے سے باہر ہے اور اس لئے ہم صرف ان موقعوں کا ذکر کرینگے جہاں کرشن مہاراج کا ذکر آتا ہے۔ اور جن سے اُن کے کیرکٹر پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔

اٹھائیسویں فصل

بھیشم کی شکست

(۱) جس صبح کو لڑائی شروع ہوئی تھی اُس سے پہلے شام کو یدھشٹر نے زرہ بکتر اتار۔ کوروؤں کے کمپ کا رُخ لیا۔ اس کی فوج اور اس کے برادران حیران تھے کہ شاہ یہ کیا حرکت کر رہا ہے۔ کہ بے خوف خالی ہاتھ دشمن کی فوج کی طرف جا رہا ہے۔ مقابل کی فوج بھی اس کی اس حرکت پر حیران تھی۔ یدھشٹر کے بھائی اس کے پیچھے دوڑے اور اس سے اس عجیب کارروائی کا سبب پوچھنے لگے۔ اس کے ساتھ کرشن جی بھی تھے۔ جب یدھشٹر نے ارجن کے سوالات کا کچھ جواب نہ دیا تو کرشن نے ان کو سمجھایا۔ کہ یدھشٹر لڑائی شروع کرنے سے پہلے کُل کے بزرگوں اور اچاریہ کے پاس چلا ہے کہ مراسم تعظیم بجا لاکر اُن سے لڑائی کرنے کی اجازت حاصل کرے کیونکہ شاستروں میں ایسا ہی لکھا ہے۔ چنانچہ یدھشٹر نے ایسا ہی کیا۔ اپنے برادران سمیت بیدھا دادا بھیشم کے خیمے میں

داخل ہوا۔ اوّل اس کے قدم چھوئے" اور پھر اس سے لڑائی کی اجازت مانگی۔ بھیشم یدھشٹر کی اس سعادت مندی سے بہت خوش ہوا اور اس نے اس کو اشیرباد دی کہ بیٹا میری طرف سے تجھے یہ لڑائی کرنے کی اجازت ہے کیونکہ تو راستی پر ہے۔ پر مانتن تمہیں برکت دیں۔ بھیشم سے اشیرباد (اجازت) حاصل کر کے یدھشٹر اپنے آچاریہ (استاد) درون جی کے خیمہ میں گیا اور اسی طرح ان سے اجازت لی۔ غرض اسی طرح اس نے کرپا اور سلیا سے اجازت حاصل کی اور پھر اپنے کمپ میں واپس آگیا۔

(۲) اس کے بعد لڑائی شروع ہوگئی۔ دس روز تک کوروؤں کی فوج زیر افسری مہاراج بھیشم کے لڑتی رہی۔ بھیشم اپنے زمانے کا نامور یودھا تھا۔ مقابل کی فوج میں اگر کوئی بیر اس کے ہم پلّہ تھا تو ارجن ہی گنا جاتا تھا اور نہ کس کی شکتی تھی کہ بھیشم کے بانوں (تیروں) کے سامنے ٹھہرتا یا اس کو مارتا۔ پانڈو اچھی طرح سے جانتے تھے کہ جب تک بھیشم زندہ ہے جیت ناممکن ہے۔ اس واسطے وہ مختلف طریقوں سے بھیشم پر حملے کرتے تھے۔ مگر ہر دفعہ پس پا ہی ہوتے تھے۔ تین روز کی لڑائی میں ہی بھیشم نے بے اندازہ کشت و خون کیا۔ پانڈوؤں کی فوج میں ہزاروں کا صفایا ہوا اور خون کی ندیاں بہ گئیں۔ جدھر پڑتا تھا ادھر ہی آن کی آن میں سینکڑوں اور ہزاروں کھیت رہتے تھے۔ کرشن نے اس تین روز کی لڑائی میں محسوس کیا کہ ارجن دل دیکر نہیں لڑتا اور بھیشم پر وار کرنے سے جھجکتا ہے۔ اُس کو یقین تھا۔

کہ سوائے ارجن کے اور کسی میں یہ طاقت نہیں جو بھیشم کو نیچا دکھاوے
اور جب تک بھیشم نہیں مرتا تب تک پانڈوؤں کی کامیابی محال ہے
اس لئے تیسرے روز کی لڑائی میں جب اس کو یقین ہو گیا کہ
ارجن بے دلی سے لڑتا ہے اور پورے زور سے بھیشم پر دھاوا
نہیں کرتا تو کرشن غصے کی صورت بنا رتھ سے اتر پڑا اور ہتھیار
ہاتھ میں لے یہ کہتا ہوا بھیشم کی طرف چلا کہ جس نے جانا ہے چلا جاوے
جو موت سے ڈرتا ہے۔ وہ بیشک پیچھے رہے۔ اگر کوئی بھیشم پر حملہ
نہیں کرتا تو میں خود بھیشم کو گراؤں گا۔ کرشن کی یہ صورت دیکھتے ہی
ارجن کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ جانتا تھا کہ کرشن نے اس لڑائی
میں ہتھیار نہ چلانے کا پرن کیا ہوا ہے۔ اور وہ اس بات سے ڈرتا
تھا کہ مبادا اس سے خفا ہو کر کرشن اپنے پرن کو توڑ ڈالے اور اس پرن
توڑنے کا پاپ ارجن کے سر ہو۔ علاوہ ازیں ارجن کو کرشن کی ناراضگی
کب منظور تھی۔ وہ بھی رتھ سے اتر کر کرشن کے پیچھے بھاگا۔ تھوڑی دور
جا کر اس کو پکڑ لیا اور وہیں قسم کھا کر کہا کہ "آپ فکر نہ کریں میں بھیشم کو
ماروں گا"۔ اس تمام خفگی سے کرشن کی یہی غرض تھی۔ چنانچہ ارجن
کے ایسا کہتے ہی وہ ٹھنڈے ہو گئے پھر رتھ پر آ بیٹھے۔ اب ارجن
نے بڑے جوش وخروش سے لڑائی شروع کی۔ جس نے کہ ہنگامہ کا
رنگ بدل دیا اور ہزاروں آدمیوں کو خاک میں ملا دیا۔ مگر تاہم جب
تک بھیشم زندہ تھا لڑائی کا ختم ہونا ناممکن تھا اس لئے پانڈو بہادران
نے اپنی طاقت کا سارا زور بھیشم کے برخلاف لگایا۔ ادھر سے دریودھن

اور اس کے بھائیوں نے ہر طرح سے بھیشم کی رکھشا اور اس کی مدد کا انتظام کیا تھا کہ سات روز اسی داؤ پیچ میں گذر گئے۔ گو ہر روز ہزاروں کا ساکا ہوتا تھا مگر سات روز تک نہ بھیشم میدان سے ہٹا اور نہ ارجن کو ہی ایذا پہنچی۔ ساتویں روز ارجن اور شکھنڈی نے بھیشم کو اپنے بانوں (تیروں) سے پرو دیا تھا کہ عمر رسیدہ بال جیتندری بال برہمچاری یودھا لڑنے کے قابل نہ رہا اور گر گیا۔ چنانچہ جب بھیشم کے گرنے کی خبر لشکر میں پھیل گئی تو دوروں کے حکم سے لڑائی بند ہوگئی۔ اور دونوں طرف کے یودھا بپاس ادب اُس کے سرہانے اکٹھے ہوئے۔ بھیشم نے تکیہ کی خواہش ظاہر کی جس پر دریودھن وغیرہ نے مختلف قسم کے بیش قیمت اور نرم نرم تکیے منگوائے جن کو بھیشم نے منظور نہ کیا۔ اور ارجن کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میری حالت موجودہ کے عین مطابق میرے لئے تکیہ بنا۔ ارجن نے ایسی حکمت سے تین تیر زمین میں چلائے کہ ان تینوں تیروں سے بھیشم کے سر کے نیچے تکیہ بن گیا۔ تیروں کی سیا (پلنگ) کے لئے تیروں کا ہی تکیہ موزوں تھا۔ بھیشم بہت خوش ہوا اور ارجن کو اشیرباد دی۔

بھیشم کی موت کے متعلق یہ روایت ہے کہ جس وقت وہ گرا بیشمار تیر لگے ہوئے تھے اور وہ اسی طرح تیروں پر پڑا ہوا کئی روز تک زندہ رہا گویا اُس کا پلنگ تیروں کا بنا ہوا تھا۔ چنانچہ اسی واسطے ارجن نے تیروں کا تکیہ اس کے لئے بنایا جس سے وہ بہت

خوش ہوا۔

نوٹ ۔ بھیشم اور ارجن کی لڑائی کے متعلق ایک روایت ہے جو بادی النظر میں ہی بعد کی ملاوٹ معلوم ہوتی ہے۔ وہ روایت اس طرح پر ہے کہ جب ۹ روز تک لڑائی ہوتی رہی اور بھیشم کو کچھ نقصان نہ پہنچا تو پانڈو بہت متفکر ہوئے۔ کرشن نے یدھشٹر کو صلاح دی کہ بھیشم کے پاس چلو اور اسی سے پوچھو کہ تم کو کس طرح سے مارا جاوے چنانچہ جب یدھشٹر نے بھیشم سے یہ سوال پوچھا تو بھیشم نے یہ جواب دیا کہ تمہاری فوج میں جو شاہزادہ شکنڈی پسر بادشاہ پنچال کا ہے اس کی شکل عورتوں کی سی ہے اس سے میں لڑائی نہیں کرونگا وہ اگر مجھ پر حملہ کرے تو مجھے مار سکتا ہے چنانچہ واپسی پر پانڈووں نے یہ ٹھان لی کہ اگلی روز شکنڈی کو آگے رکھ کے حملہ کیا جاوے۔ جب صبح ہوئی تو ارجن نے شکنڈی کو آگے رکھ حملہ کیا۔ بھیشم ارجن کا جواب دیتا رہا اور دریودھن کی فوج کے دوسرے دلاور شکنڈی پر نشانے کرتے رہے۔

بہت سے محقق اس روایت کو بعد کی ملاوٹ مانتے ہیں۔ کیونکہ یہ ساری کی ساری خلاف قیاس اور غیر اصل ہے۔ اول تو بھیشم جیسے اقرار کے پکے آریہ سے کب ممکن تھا کہ وہ دشمن کو اس طرح سے اپنی ہی موت کی تدبیر بتلا کر دریودھن سے دغا کرتا۔ بھیشم دریودھن کی طرف لڑنے کا اقرار کر چکا تھا کیونکہ وہ راجہ دھرت راشٹر کا درباری تھا اور مقابلہ میں انکے خاندانی دشمن راجگان پنچال تھے۔ دل سے وہ یدھشٹر کی طرف تھا اور جانتا تھا کہ دریودھن اور دھرت راشٹر غلطی پر ہیں۔ مگر اپنی ذاتی خواہشوں سے وہ ان فرائض پر پانی نہیں

پھیر سدنا تھا جو کہ واج کے اعلےٰ سے اعلےٰ درباری ہونے کی حیثیت سے اس پر تھے اور اودھر یدھشٹر کو اس نے راجا مانا ہوا تھا۔ نہ وہ اپنے راجہ کے برخلاف تلوار اُٹھا سکتا تھا اور نہ اس کی طرف سے لڑنے سے انکاری ہو سکتا تھا۔ اس قسم کے اعلےٰ اور پکے اصولوں والے آدمی سے یہ بعید تھا کہ وہ اس طرح بے ایمانی سے خود ہی پانڈوؤں کو یہ بتاتا کہ میرے مارنے کا یہ طریقہ ہے۔ علاوہ اس کے یہ بھی ظاہر ہے کہ باوجود سکنڈی کے سامنے آنے کے بھیشم اس وقت تک لڑتا رہا۔ جب تک کہ ارجن نے اپنے تیروں کی بوچھاڑ سے پہلے اس کے رتھ بان کو مار ڈالا پھر اس کی کمان کو گرا دیا۔ حتےٰ کہ جو تیر وہ نکالتا تھا اُن کو بھی ارجن کاٹ ڈالتا تھا۔ تاہم اتنا لاچار ہو کر بھی بھیشم اپنی تلوار اور ڈھال لیکر رتھ سے اُترنے لگا غالباً اس ارادے سے کہ اب تلوار کی لڑائی لڑے مگر ارجن نے تیروں کی لگاتار بارش سے اُس کی ڈھال اور تلوار بھی ہاتھ سے گرا دی یہاں تک کہ بوڑھا بھیشم نوجوان ارجن کے تیروں سے لاچار ہو کر رتھ سے اترتا ہوا زمین پر گر پڑا۔ اس کے گرنے ہی مہابھارت کی لڑائی کا پہلا سین ختم ہو گیا۔ کوروؤں کی نگاہ میں جہان دھواں دھار ہو گیا۔ تیروں کے پلنگ پر پڑے بھیشم نے ہر چند دریودھن کو صلح کرنے کا اُپدیش کیا۔ مگر دریودھن کب مانتا تھا۔ اسکو اپنی فوج کی تعداد پر اتنا بھروسہ تھا کہ باوجود بھیشم کی شکست کے اُس کو اپنی آخری فتحیابی کا کامل یقین تھا۔

انتیسویں فصل

جنگ مہابھارت کا دوسرا سین

درون کی سپہ سالاری

بھیشم کی شکست کے اگلے روز دریودھن نے اپنی فوج کی سپہ سالاری مہاراج درون کے سپرد کی۔ درون اگرچہ ذات کا برہمن تھا۔ مگر فن جنگ میں اور شستر ودیا میں اپنے زمانے کا اُستاد یکتا تھا۔ یُدھشٹر ارجن بھیم۔ دریودھن وغیرہ سب اسی کے شاگرد تھے جن میں ارجن سب سے لایق اور سب سے ماہر تھا۔ چنانچہ بعض طریقے لڑائی کے ایسے تھے جو اس نے صرف ارجن کو ہی سکھائے تھے اور کسی کو نہ آتے تھے۔

درون کی سپہ سالاری میں لڑائی بڑے زور و شور سے جاری رہی اور بہت کشت و خون ہوتا رہا۔ ایک روز ارجن لڑائی کا بیچ کا حصہ چھوڑ کر ایک کنارہ پہ کورو فوج کے اس حصے سے لڑتا تھا جو درون نے با امداد دریودھن بھیجا تھا کہ پیچھے سے درون نے پانڈوں پر ایسے داؤ کھیلے کہ ان کے حواس باختہ ہوگئے اس نے پانڈوں کی ایک زبردست جماعت کو ایک ایسے حلقے میں گھیر لیا کہ ان کے واسطے بچنا مشکل ہوگیا۔ کیونکہ پانڈوؤں کی فوج میں سوائے ارجن کے کوئی اس حلقے کی لڑائی نہ جانتا تھا

ارجن کے پسر ابھی منیو نے جو ابھی ۱۶ سالہ نوجوان تھا کچھ تھوڑا سا علم اُس شاخ لڑائی کا حاصل کیا تھا۔ چنانچہ وہ جوانمردی سے میدان میں آیا اور دائیں بائیں اپنے ہاتھ دکھلانے لگا۔ اس سولہ سالہ نوجوان نے کورو افسروں و سرداروں کو اتنا دق کیا کہ انہوں نے سوائے اسکے کوئی چارہ نہ دیکھا کہ سات برجستہ اور چیدہ افسر (جن میں درون خود بھی شامل تھا) اکٹھے ہو کر اس پر وار کرنے لگے۔ ابھی منیو ابھی بچہ تھا اس میں اتنی تاب کہاں تھی کہ ان سات لڑائی کے کیے ہوؤں کا کامیابی سے مقابلہ کرتا۔ بیچارہ لڑتا لڑتا گر گیا اور گرتے ہی کسی نے اس کا سر کاٹ دیا۔ ابھی منیو کا قتل ہونا تھا کہ پانڈوں کے کیمپ میں کہرام مچ گیا۔ ابھی منیو کرشن کی ہمشیرہ سُبھدرا کا پسر تھا اور سارے پانڈوں کو اس سے نہایت درجے کا پریم تھا۔ ساری فوج اُس پر دلدادہ تھی اور اس کی خوبصورتی۔ اس کی دلاوری۔ اس کی سپاہ گری۔ اسکی نشانہ بازی کی قایل تھی۔ شام کو جب لڑائی بند ہوئی اور کرشن اور ارجن بھی لڑتے لڑتے کیمپ میں آئے تو تمام فوج کو نالاں و گریاں پایا اور ارجن کی آنکھوں میں تو آسمان دھواں دھار ہو گیا۔ وہ ہوش سے الگ بے حواس تھا۔ آخر کرشن نے اپنی حکمت علمی سے پھر سب کو دلاسا دیا اور ارجن کو سمجھانے لگا کہ ابھی منیو تو لڑتا ہوا سیدھا سورگ کو پہنچا تم کشتری پتر کی موت پر گریہ وزاری کرنے سے کیوں اپنی عاقبت خراب کرتے ہو۔ کشتریوں کے لیے ایسی موت غنیمت ہے۔ چنانچہ اسی طرح سے اُس نے اپنی ہمشیرہ سبھدرا اور دیگر اہل فوج کو دلاسا دے کر شانت کیا۔

ارجن کو یہ بتایا گیا ہے کہ جے درتھ راجہ سندھ نے ابھی ابھمنیو کا سر کاٹا ہے ۔ چنانچہ اس نے اسی وقت یہ قسم کھائی کہ کل شام سے پہلے میں جے درتھ کو مار کر اپنے پسر کا بدلہ لونگا ورنہ خود جیتا جی آگ میں جاکر خاک ہو جاؤنگا ارجن کی اس قسم سے کرشن کو بہت فکر ہوا ۔ اس نے سوچا کہ ارجن کی اس قسم کی خبر ابھی دریودھن کو پہنچ جاویگی اور دریودھن ایسا انتظام کریگا کہ جے درتھ ارجن کے مقابلے میں نہ آوے اور دور ہی دور رہے ۔ غرض اسکے لئے کچھ مشکل نہ ہوگا کہ کل شام تک کسی نہ کسی طرح جے درتھ کو بچا سکے ۔ اگر کل شام تک جے درتھ نہ مرا تو بس ارجن کا خاتمہ ہے چنانچہ اس نے اپنے رتھ بان کو حکم دیا کہ کل میرا رتھ معہ کل سامان طیار رہے ۔ کیونکہ ارجن کی زندگی بچانے کیلئے اگر ضرورت پڑے تو میں خود ایسے طریقے کام میں لاؤنگا جن سے جے درتھ مارا جائے اور ارجن بچ رہے ؟

اگلے روز جب لڑائی شروع ہوئی تو دریودھن نے اپنی فوج کو ایسی طرح سے جمایا جس سے جے درتھ پہلے کنارے پر کھڑا کیا گیا ۔ دیگر طور پر بھی ہر طرح سے کل سامان اس کی حفاظت کے کئے گئے ۔ کیونکہ کوروؤں کے لئے جے درتھ کا شام تک زندہ رہنا فتحیابی کے برابر تھا ۔ پانڈوؤں کی فوج میں سے اگر ارجن نکل جاتا تو پھر دریودھن کی فتحیابی میں کیا شبہ تھا چنانچہ اگلے روز کرشن نے رتھ بانی کے ایسے کرتب دکھلائے کہ لڑائی کے بیچوں بیچ صفوں کو چیر کر ایسی طرح سے ارجن کو جے درتھ کے سامنے لاکر کھڑا کیا کہ جے درتھ کے واسطے سوائے لڑنے کے کوئی چارہ نہ رہا کیوں نہ ہوتا ۔ ارجن جیسا مہا بلی لڑنے والا اور کرشن جیسا رتھ بان کرشن

تورتھ بانی کا ہنر دکھلا سکتا تھا مگر اس کا ہنر کیا کام آتا۔ اگر ارجن مقابل کے
جوانمردوں سے اپنے آپ کو نہ بچاتا۔ کیونکہ سارے رستے خونخوار لڑائی جاری
رہی کوروفوج کے تمام زبردست لڑنے والے باری باری سے کبھی علیحدہ علیحدہ
اور کبھی کئی کئی ارجن سے لڑتے رہے اور اس کے راستے میں رکاوٹیں
پیدا کرتے رہے۔ مگر وہ شیر مرد سب سے لڑتا کسی کو مارتا کسی سے بچتا
کسی کو اپنی فوج کے دوسرے سرداروں کے سپرد کرتا۔ اپنی جان
کو ہتھیلی میں لئے تیر اندازی۔ نشانہ بازی اور لڑائی کے جوہر دکھاتا
ہوا جے درتھ کے سامنے جا پہنچا۔ اُس کو لڑنے پر مجبور کیا اور لڑائی
میں اس کا سر کاٹ کر اپنی قسم کو پورا کیا۔ غرض اسی طرح دن بدن لڑائی
جاری رہی اور دونو طرف سے نامور کشتری جانبازی کے کرشمے دکھا
کر موت کے مُنہ میں جاتے رہے۔ درون کئی روز تک نہایت جوانمردی
اور ہوشیاری سے پانڈو فوج کو پامال کرتا رہا۔ مگر آخر اس قدر
زخمی ہوگیا کہ ہتھیار اس کے ہاتھ سے گر گئے اور دھرشٹ دیومن نے
اس کا سر کاٹ ڈالا۔ درون کی موت سے جنگ مہابھارت کا دوسرا
سین ختم ہوا۔ دوسرا سین کیا ختم ہوا تو ½ جنگ
ہو چکا۔

نوٹ۔ درون کی موت کے متعلق ایک روایت ہے جو بادی النظر میں بعد
کی ملاوٹ معلوم ہوتی ہے۔ وہ اس طرح سے ہے کہ درون نے اثنائے لڑائی
میں اس قسم کے ہتھیار استعمال کئے جن کا علم فریق ثانی کو نہ تھا اور اس لئے
وہ اُن ہتھیار کی مار سے بچنے کا طریق نہ جانتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دن

نے پانڈو فوج کو بے اندازہ نقصان پہنچایا۔ چنانچہ اس نقصان کو دیکھ کر سری کرشن نے یدھشٹر کو یہ مشورہ دیا کہ درون کو کسی نہ کسی طرح مارنا چاہئے خواہ اس غرض کے لئے کوئی جھوٹی ادھرم کی چال ہی کیوں نہ چلنی پڑے اور یہ رائے دی کہ اگر درون کا پسر اشوتھاماں مارا جاوے تو وہ لڑنا چھوڑ دے گا۔ اس لئے جھوٹ موٹ ہی اس کو یہ خبر پہنچانی چاہئے کہ اشوتھاماں مارا گیا۔ ارجن اور یدھشٹر نے اس مشورہ کو منظور نہ کیا۔ مگر بھیم اور دیگر اہل دربار کو یہ تجویز بہت پسند آئی اور انہوں نے یدھشٹر پر زور ڈالا کہ تم خود اپنی زبان سے ایسا کہو کیونکہ تمہارے بغیر وہ کسی دوسرے کی زبان سے ایسا یقین نہ کرے گا۔ یدھشٹر نے ہر چند تامل کیا مگر بھیم وغیرہ نے اس کو بہت مجبور کیا۔ آخر یہ ٹھہری کہ اشوتھاماں نامی ہاتھی کو مار دیا گیا اور درون سے یہ کہا گیا کہ تمہارا پسر اشوتھاماں مر گیا مگر اس نے کسی کے کہنے پر اعتبار نہ کیا اور یدھشٹر سے پوچھا۔ یدھشٹر نے کہا کہ "ہاں اشوتھاماں مارا گیا"۔ مگر آہستہ سے اس کے بعد یہ بھی کہہ دیا کہ "ہاتھی" درون نے "ہاتھی" تو سنا نہیں۔ اور اپنے پسر کی موت کی خبر سے سخت آزردہ ہوا گو اس کے بعد بہادرانہ لڑا مگر دل ٹوٹ جانے کے باعث جلدی ہی بیزار ہو کر ہتھیار ڈال دیئے۔ اس کے ہتھیار ڈالتے ہی فریق ثانی نے سر کاٹ ڈالا۔

بہت سے فاضلوں کی یہ رائے ہے کہ یہ کہانی بعد کی ملاوٹ ہے درون برہمن تھا۔ ورشنٹ و دیومن کشتری تھا۔ کشتری ہی کے لئے برہمن کا مارنا روا نہیں تھا۔ اس لئے پنچال دربار کے کسی گوی (شاعر) نے اپنے شاہزادے سے برہم ہتیا کا پاپ دور کرنے کے لئے

اس قتل کا سارا بوجھ سری کرشن کے سر منڈھ دیا۔ سری کرشن کو تو
خود بدولت پرمیشر مانا ہی جاتا ہے۔ پرمیشر خواہ کچھ ہی کرے
اُس کے لئے سب کچھ جائز ہے۔ پس ان کے خیال میں سری کرشن
پر کچھ دوش نہیں آسکتا۔ غالباً اس روایت کا ایک اور مدعا بھی ہو
یعنے جنگ و جدل میں فریب۔ دغابازی۔ جھوٹھ کا جائز ٹھہرانا۔ تاہم
صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت یہ کہانی ایزاد کی گئی اس وقت بھی
آریہ لوگوں میں سچائی کی اتنی قدر تھی اور عام لوگوں کو جھوٹے فریب
سے اس قدر نفرت تھی کہ اس کہانی کے بنانے والے مہاشے کو یہ بھی
ایزاد کرنا پڑا کہ جو نہیں یدھشٹر نے یہ جھوٹھ بولا کہ اس گاڑی جو کہ اُس سچائی
کے سبب زمین سے کئی قدم اوپر چلتی تھی زمین پر گر پڑی۔ یدھشٹر کی
نسبت یہ روایت ہے کہ اس سے اُس نے کبھی جھوٹھ نہیں بولا تھا
اور اس کی سچائی کا پرتاپ ایسا تھا کہ جس گاڑی پر بیٹھتا تھا وہ
گاڑی زمین سے کئی قدم اوپر ہوا میں چلا کرتی تھی۔ لیکن جو نہیں
اُس نے جھوٹھ بولا فوراً اس کی گاڑی زمین پر گر پڑی اور دیگر معمولی
آدمیوں میں اور اُس میں کچھ فرق نہ رہا۔ اوپر کے بیان سے یہ
بھی ظاہر ہے کہ درون باوجود اشوتھاما کی موت کی خبر سننے کے
پیچھے لڑتا رہا۔ لیکن ہم اُن مورخوں سے اتفاق کرتے ہیں جن کی رائے
میں یہ کہانی بعد کی ملاوٹ اور خلاف واقعہ معلوم ہوتی ہے۔ درون
کی موت کے بعد سارے کا سارا پروگرام معلوم ہوتا ہے۔ شاعر کو
اپنا قصہ بنانے کے لئے پانڈوں میں فساد ڈلوانے کی ضرورت

معلوم ہوتی ہے ارجن اور سبھا کی یدھشٹر کو اس بے ایمانی پر لعن طعن کرتے ہیں بھیم اور درسٹ دیومن اسکی حمایت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ

تیسویں فصل

مہابھارت کی لڑائی کا تیسرا سین

کرن اور ارجن کا مقابلہ

اصل لڑائی تو بھیشم اور درون کے مرنے سے ختم ہو گئی تھی۔ لیکن تاہم دریودھن کو کرن کی تیر اندازی اور اس کی شستر ودیا پر اتنا بھروسہ تھا کہ ابھی تک کامیابی کی ٹمٹماتی روشنی کبھی کبھی اس کی آنکھوں کے سامنے جھلک دکھا جاتی تھی۔ کرن نے یہ قسم کھائی ہوئی تھی کہ وہ ارجن کو مار دیگا اور یا خود لڑائی میں اُس کے ہاتھ سے مارا جائیگا۔ درون کے مرنے پر دریودھن نے کرن کو اپنی فوج کا سپہ سالار بنایا۔ کرن نے بھی لڑائی میں اس قسم کے ہاتھ دکھائے کہ دیوتا بھی اُسکا سامان کر گئے۔ کئی دفعہ تو اس نے یدھشٹر کو لڑائی سے پس پا کیا اور پانڈو فوج کو بے اندازہ نقصان پہنچایا۔ کرشن نے یہ داؤ کھیلا کہ اول اول تو ارجن کو اس کے مقابلے پر آنے سے روکتا رہا۔ جب کرن پانڈو فوج کے یودھوں سے لڑتا لڑتا تھک گیا۔ اور پانڈو کی بہادر

کوئی شیر مرد اس کے مقابلے میں لڑنے والا نہ رہا تو کرشن نے ارجن کو
کرن کے سامنے کیا۔ کرن اور ارجن کی لڑائی کیا تھی مانو بھونچال
تھا دونوں بیروں نے تیروں کی بوچھاڑ سے دھواں دھار کر دیا
اور شستر ودیا کے وہ ہنر دکھائے کہ باوجود ہزار سال کے گزر جانیکے
تا حال ارجن اور کرن کا نام زبان زد خلائق ہے۔ اس لڑائی میں کرشن
پر بھی تیروں اور دیگر شستروں کی بہت مار رہی۔ مگر وہ استاد زمان
خوب ہوشیاری سے اپنے آپ کو بچاتا رہا۔ اور ارجن کو لڑائی
کیلئے عمدہ سے عمدہ موقع پر لیجا کر کھڑا کرتا رہا۔ ایکدفعہ کرن کی گاڑی
کا پہیہ کیچڑ میں پھنس گیا۔ کرن خود پہیے کو نکالنے کے لئے نیچے
اُترا اور اس نے شستر دھرم کے نام پر ارجن سے اپیل کی کہ جب
تک میں پھر گاڑی پر نہ بیٹھ جاوں لڑائی ملتوی رہے۔

اس وقت کرشن نے گو اشارہ سے ارجن کو روک دیا مگر خوب زور سے
کرن کو اس امر پر ملامت کی اب اپنی جان کے لئے تو دھرم یاد آ گیا
اُس روز دھرم کہاں بھول گیا تھا جب تیری موجودگی میں دروپدی
کو بھرے دربار بے عزت کیا گیا تھا۔ جب تم سات آدمیوں نے اکٹھے
ہو کر بیچارے ابھی منیو کو مارا تھا جب تیری صلاح سے دریودھن نے
پانڈوں کے محل کو آگ لگا دی تھی وغیرہ وغیرہ کرن اس ملامت کا
کیا جواب دیتا۔ گاڑی کا پہیہ نکال کر پھر لڑنے لگا۔ اور آخر ارجن کے
ہاتھ سے مارا گیا۔ کرن کے مرتے ہی کورو فوج نے بھاگنا شروع
کیا اور دریودھن کے کیمپ میں رنج اور ماتم کی آواز بلند ہوئی ہائے

افسوس۔لالچ اور غصہ نے دریودھن کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ اتنی کشت و خون پر بھی اُس کا دل نرم نہیں ہوا۔ اور تا حال اس کے دماغ سے سلطنت کی بو نہیں نکلی۔

اکتیسویں فصل

آخری سین اور خاتمہ

اگلی صبح کو راجہ مدر اسپہ سالار بنکر میدان میں آئے۔ مگر تھوڑی دیر میں ہی کھیت رہے راجہ کے مرتے ہی فوج تتر بتر ہوگئی۔ دریودھن بھاگا اور ایک جنگل میں جاکر چھپ گیا۔ مگر موت کب مہلت دیتی تھی پانڈو تعاقب کرتے ہوئے جنگل میں پہنچے۔ اور اُنہوں نے دریودھن کی کمینگاہ کا پتہ لگا لیا۔ یدھشٹر نے بآواز بلند دریودھن کو کہا "اے دریودھن! عورتوں کی طرح چھپ کر اپنی نسل پر اور خاندان پر کیوں بٹہ لگاتا ہے۔ باہر آ۔ لڑ۔ اگر تو ہم میں سے ایک کو بھی لڑائی میں مار ڈالے تو ہم سب تخت و تاج تیرے حوالے کرکے جنگل کو چلے جاوینگے۔

یدھشٹر کی اس تقریر پر دریودھن کے دل میں پھر امید کی شعاع چمکی اور اس نے کہا کہ میں راجیہ[1] کیواسطے تو اب لڑنا نہیں چاہتا۔ مگر بدلہ

---

[1] کاش کہ یہ خیال لڑائی سے پہلے دریودھن کے دل میں پیدا ہوتا۔

لینے کے (انتقام) کی آگ میرے ہردے میں بھڑک رہی ہے میں
اپنے ساتھیوں کی موت کا بدلہ لینے کے لئے تم سے لڑنے کو طیار ہوں
راج تو میں نے تم کو بخشا۔ جا اب اس ویران جنگل پر تو حکومت
کرے۔ ایسا راج دریودھن کے کام کا نہیں۔" یدھشٹر نے پھر کہا
کہ اے دریودھن! بطور بخشش کے تو تیرے سے راجیہ لینا
منظور نہیں۔ آ میدان میں آ کر لڑ۔ اگر تو ہم میں کسی کو مار لے تو راج
تیرا ہم سب بھائی جنگل کو چلے جاوینگے۔"

دریودھن نے کہا "اچھا مجھے منظور ہے۔ مگر میں لکڑی سے لڑونگا
لکڑی سے لڑائی کرنے کی جس میں سامرتھ ہو میرے سامنے آ جائے
اے یدھشٹر! تیری اور ارجن جیسی ننھی ننھی مردہ جانوں سے
کیا لڑونگا۔ البتہ بھیم میرے مقابلے کا ہے۔ اس سے لڑتا ہوں۔"
چنانچہ بھیم اور دریودھن مست ہاتھیوں کی طرح ایک دوسرے کے
ساتھ لڑنے لگے۔ آخر بھیم نے موقعہ پاتے ہی دریودھن کی ران
پر ایسی لکڑی ماری کہ وہ چکنا چور ہو کر گر پڑا۔ اس کے گرتے ہی
بھیم سین نے اس کے سر پر لات ماری۔ یدھشٹر اور کرشن نے اسکو
ایسا کرنے سے روکا کیونکہ آریہ لوگوں کے نزدیک مغلوب ہوئے دشمن
کی توہین کرنا سخت معیوب گنا جاتا تھا۔

دریودھن کی اس شکست سے جنگ مہابھارت کا خاتمہ ہو گیا
پانڈو فتح مند اپنے خیموں میں واپس آئے اور اپنی فتحیابی کی خوشی میں
جشن اڑانے لگے۔ گو بلحاظ ان نقصانات جان کے۔ جو اس لڑائی

میں ہوئے۔ یہ جشن بہت پھیکا تھا۔ بیٹوں۔ بھائیوں۔ عزیزوں۔ بزرگوں
رشتہ داروں۔ دوستوں۔ پیاروں کی نعشیں میدان میں پڑی ہوئی
جشن و شادیانوں کو ماتمی لباس پہنا رہی تھیں۔ لیکن آخر فتح بھی بہر
حال پانڈو خوش تھے کہ جنگ کا خاتمہ ہوا۔ دشمن مارے گئے۔ سچائی
کی جیت ہوئی۔ دریودھن اور اس کے براوران کی زبان درازیاں اور
ان کی سختیاں ان کے سامنے آئیں اور دروپدی کی بے عزتی کا بدلہ بھی
خوب خوب نکلا۔ چنانچہ اس خوشی میں پانچوں پانڈو اس روز کیمپ سے باہر
رہے اور رات کو کیمپ میں نہیں آئے۔ اِدھر تو فتحیابی کی خوشی میں
کھلے جنگل کی ہوا کا مزہ اُڑا رہے تھے اور اُدھر مرتیو دیوتا، ملک الموت
اپنی جوڑ توڑ میں لگا ہوا تھا۔

جب پانڈو دریودھن کو میدان میں چھوڑ کر واپس چلے گئے تو اُس
کی فوج کے پتن پس ماندہ جنرل یعنی اشو تھاماں پسر درون کرپا اور
کرتہ درمان اس کے پاس آئے اور اس کو اس حالت درماندگی میں
میں دیکھ کر رونے لگے۔ یا تو ایک دن وہ تھا کہ دریودھن آریاورت کی
سب سے بڑی بادشاہت کا والی تھا۔ لاکھوں فوج کا افسر تھا عالیشان
اور نفیس محلوں میں سکونت رکھتا تھا۔ عمدہ سے عمدہ اور ملایم سے
ملایم بستروں پر سوتا تھا۔ سینکڑوں اور ہزاروں آدمی تعمیل حکم کیلئے
ہر وقت موجود رہتے تھے غرض عیش و عشرت کے ہاتھی پر سوار تھا
اور راج اور دولت کے نشے میں ایسا مخمور تھا کہ نیک و بد انصاف وغیر
انصاف دھرم اور ادھرم میں تمیز نہ کر سکتا تھا۔ اور یا آج وہ دن تھا

کہ شاہزادہ دریودھن خاک میں پڑا ہوا سسکتا تھا۔ ارد گرد چاروں طرف لاشوں کے ڈھیر تھے جو زبان حال سے اُس کی نالایقی اور اس کے تکبر اور اُس کی بے انصافی پر لعنت کرتے تھے۔ ابھی چند ہی روز ہوئے تھے............کہ اس نے ایک لاانتہا فوج کیساتھ بڑے جوش و خروش۔ شان و شوکت سے آن کر تھانیسر کے میدان میں ڈیرے ڈالے تھے اور اُس کو کبھی وہم سے بھی یہ خیال نہ آیا تھا کہ انسانوں کی اس بے اندازہ تعداد کے جمع ہونے کا شاید یہی نتیجہ ہو جو آج اُس کی آنکھوں کے سامنے سے پھر رہا تھا۔ بھائی۔ دوست۔ خویش اقارب غرض سب جو عزیز تھے آج ارد گرد خونی لباس پہنے ہوئے خاک میں پڑے ہوئے تھے اور جانور اڑ اڑ کر آتے تھے اور بوٹیاں نوچ کر لئے جاتے تھے ان سب کا پیارا سردار دریودھن خود بھی دشمن کے ہاتھ سے مغلوب ہو کر جان سے مایوس ہمراہیوں کے ساتھ ہمراہی کا دم بھرتا ہوا اس میدان میں پڑا تھا گویا کہ پرماتما نے اس کو تا حال زندہ رکھا تھا تاکہ وہ اپنی بیوقوفی کا نتیجہ اچھی طرح سے دیکھ کر۔ سمجھ کر اور محسوس کر کے پران چھوڑے۔ ہائے افسوس! کیسا بھیانک اور عبرتناک نظارہ تھا کورو جنگل کا ولی عہد۔ اندر پرست کا شاہزادہ اور اسکی یہ حالت ایسے موقع پر تو دشمن بھی رو دیتا۔ اشوتھاما اور کرپا وغیرہ نے تو رونا ہی تھا آخر رو دھو کر اشوتھاما نے دریودھن پر ظاہر کیا کہ انتقام کی آگ اس کے سینے میں زور سے مشتعل ہے۔ اور یہ کہہ کر اُس نے دریودھن سے بدلہ لینے کی اجازت مانگی۔ چنانچہ دریودھن کے کرپا وغیرہ کیطرف

مخاطب ہو کر اسی وقت اشوتھاماں کو اپنی فوج کا سپہ سالار نامزد کیا اور
اور اس کو لڑائی جاری رکھنے کی اجازت دی۔

کورو خاندان کی بدنصیبی کا پیالہ ہنوز لبریز نہ ہوا تھا۔ درون کے
دلاور بیٹے کے سینہ میں انتقام کی آگ جل رہی تھی اور اس نے یہ ٹھان
لیا تھا کہ خواہ دھرم سے یا ادھرم سے پاپ کا بدلہ لیکر مرونگا۔

چنانچہ کورو فوج کے یہ تینوں پس ماندگان یہ مشورے کرنے لگے
کہ کس طرح سے کہ اس مدعا کو حاصل کیا جاوے۔ کرپا نے تو دھرم کی
لڑائی لڑنے کا مشورہ دیا مگر اشوتھاماں نے شبخون مارنے کا ارادہ
ظاہر کیا۔ ہر چند کرپا نے سمجھایا کہ یہ کام مہاپاپ کا ہے ایسے مہاپاپ
کے کام سے تیری آتما ایسے مہاپاپ کے کام سے تیری آتما ایسے
گھور نرک میں پڑے گی جس سے رہائی سخت مشکل ہوگی۔ زندگی
کی شام میں اس قسم کی بزدلانہ کارروائی سے تیری جوانمردی دلاوری
اور فضیلت پر سخت بٹہ لگیگا۔ ساری عمر کی شہرت یش اور کیرتی خاک
مل جاوے گی۔ برہمن سنتان ہو کر۔ کشتری ودیا میں کمالیت پیدا
کرکے تیرے واسطے نہایت ناواجب ہے کہ تو اس قسم کے پاپ
سے اپنی پاکیزہ زندگی پر دھبہ لگاوے۔ غرض ہر چند کرپا نے اپنی تمام
فصاحت کو خرچ کرکے اشوتھاما کو اس دھرم سے بھری ہوئی کارروائی
سے باز رہنے کا اپدیش کیا مگر اشوتھاماں پر کچھ اثر نہ ہوا۔
برہم کوپ ٹھنڈا نہ ہوا۔ کرپا کی دھارمک تقریر کے ہر ایک فقرہ کا اشوتھاما
کے دل پر ایسا ہی اثر ہوتا تھا جیسے کہ جلتی ہوئی آگ میں گھی کی آہوتی دینے سے

ہوتا ہے ۔ غرضیکہ غصہ میں اپنے آپ سے باہر ہوا ہوا اشوتھاماں ۔ بدلے کی آگ میں اکھ ہوا ہوا ۔ چپکے سے رات کو پانڈو کیمپ میں گھس گیا ۔ سب سے پہلے تو سیدھا راجہ پنچال کے شاہزادے درشٹ ویومن کے خیمے کی طرف بڑھا جس نے اُس کے باپ کو مارا تھا ۔ اس کے خون میں ہاتھ رنگ کر پھر چھوٹے بڑے پر ہاتھ صاف کرنے لگا غرض جو سامنے آیا خواہ سپاہی یا شاہزادہ انسان یا جوان وہ اُس خونخوار نتری میں درون کے پسر کے ہاتھ سے سیدھا موت کے منہ میں گیا ۔ اسوتھاماں نے خوب دِل کھول کر قتل کئے اور جب سارے کے سارے پانڈو شاہزادوں کو قتل کر چکا تو چپکے سے خیمے سے باہر ہو گیا ۔ اور سیدھا اس مقام کا رُخ لیا جہاں دریودھن پڑا تھا ۔ دریودھن ابھی تک سسکتا پڑا تھا کہ اشوتھاماں پہنچ گیا ۔ اوّل تو دریودھن کی حالت دیکھ کر رقت طاری ہو گئی اور اس کے سرہانے بیٹھ کر خون کے آنسو بہائے آخر روتے روتے دریودھن کو اُس خونی انتقام کا حال سنا دیا جس سے وہ ابھی ہاتھ رنگ کر آیا تھا دریودھن نے جب سنا کہ پانڈووں کی اولاد اور پنچال کے تمام شاہزادے مارے گئے تو تسکین کی آہ بھری اور خوب کیا خوب کیا کہتے ہوئے پران چھوڑ دئے ۔ جنگ مہابھارت کا آخری ایکٹ ہو چکا ۔ تھانیسر کے میدان میں آریوں کی اس خانہ جنگی نے آریوں کی تہذیب ۔ اُن کی بزرگی اور اُن کی بڑائی کو خاک میں ملا دیا ۔ لڑائی کے شروع ہونے سے ۱۸ دن کے اندر اندر اس سرزمین کے اکثر نامور جنگجو ۔ دلاور اور جوانمرد سپاہی فن سپاہ گری کے مشتاق ۔ جوانمردی کے پُتلے دلاوری اور جنگی لیاقت

کی داد دیتے ہوئے اپنے خاکی قالب کو خاک میں چھوڑ کر خود آسمان میں اُڑ گئے۔ اور پھر دنیا کو پتہ نہ لگا کہ وہ کہاں گئے اور ان کو کیا ہوا؟

بتیسویں فصل

یدھشٹر کی تخت نشینی

لڑائی کے ختم ہوتے ہی پانڈوؤں نے کرشن کو ہستناپور روانہ کیا کہ وہ وہاں جاکر لڑائی کی کیفیت سے دھرت راشٹر کو آگاہ کرے۔ کیونکہ یہ نازک کام کسی چھوٹے موٹے آدمی کے کرنے کا نہ تھا۔ کرشن ہستناپور پہنچا۔ دھرت راشٹر اور اس کی دھرم پتنی گندھاری رنج وغم میں نالاں تھے۔ کرشن نے اِدھر اُدھر کی باتیں ملا کر ان کو ٹھنڈا کیا اور تسکین دی۔ آخر گندھاری نے اپنے مردہ پتروں کے درشن کی خواہش ظاہر کی اور راجہ معہ رانیوں کے کورو کھشیتر کے خونی میدان کی طرف چلا یہاں پہنچکر جو نظارہ کہ شاہی استریوں نے دیکھا وہ قابل دید تھا۔ دیکھتی تھیں اور روتی تھیں تمام پیاری شکلیں خون لپٹی ہوئیں ایک دوسرے کے اوپر ڈھیروں میں پڑی ہوئی تھیں۔ بہت سوں کو تو جانوروں نے ناقابل شناخت بنا دیا تھا۔ مگر بہتیری ابھی پہچان میں آسکتی تھیں۔ اپنے اپنے عزیزوں پیاروں کو دیکھ کر استریاں روتی تھیں۔ گندھاری اپنے بیٹوں کو دیکھ روتی تھی اور کتنی اپنے پوتوں

کو غرض ساری بنش میں کوئی عورت نہ تھی جس کے لئے اس میدان میں
سر پیٹنے اور چلانے کے لئے سامان نہ تھا۔
گندھاری کی نسبت یہ عام خیال ہے کہ وہ بڑی سمجھ والی عقیل اور
دھرماتما عورت تھی۔ اس کی نسبت جو روایتیں مہابھارت میں ہیں
ان میں اس کی سنجیدگی اور دانائی اور بردباری کی کافی شہادت
ملتی ہے مگر کون مانتا ہے جو اپنے سارے کے سارے بنش کو
اس طرح اپنی آنکھوں کے سامنے خون میں لپٹا ہوا دیکھ کر اپنی سنجیدگی
کو قایم رکھ سکے اس لئے کیا تعجب ہے کہ کورکشیتر کے میدان میں
اپنے بیٹوں کی لعشوں کو دیکھ کر اس نے کرشن کو شاپ دیا اور اُس کو
اس بربادی اور خونریزی کا ذمہ وار ٹھیرایا۔ آخر کرشن کے توسط سے
چچا اور بھتیجوں میں ملاپ ہو گیا۔ بھتیجوں نے سرنگوں ہو کر نہایت ہی
انکساری سے چچا اور چچی کے قدموں پر سر دھر دئے۔ یدھشٹر پر تو اس
قدر رنج طاری ہوا کہ اس نے راج کرنے سے انکار کر دیا۔ ہر چند اس کو
بھائی سمجھاتے تھے مگر وہ نہ مانتا تھا۔ حتے کہ خود دھرت راشٹر اور
گندھاری نے بھی یدھشٹر کو بہت کچھ سمجھایا۔ مگر اس نے اپنے ارادے
پر استقلال ظاہر کیا۔ یہی کہتا تھا کہ تمام بھائی بندوں اور بزرگوں کے
خون میں ہاتھ رنگ کر اب کیا راج کرنے میں مجھے سکھ ہو سکتا ہے۔ میرے
لئے اب یہی باقی ہے کہ تپ کر کے اپنے پاپوں کا پرایسچت (کفارہ) کروں
اور تیاگ یا زندگی کو پرماتما کی یاد میں ارپن کر کے اپنی آتما کو دُکھ و کلیش سے
بچاؤں۔ آخر جب سب کہہ چکے اور کچھ اثر نہ ہوا تو تب کرشن نے چند حسین فقرے

سناتے۔ کبھی نرمی اور کبھی گرمی سے کام لیتے ہوئے اُس نے آخر کشتر دھرم کے نام پر یُدھشٹر سے اپیل کی اور اس کو تسخیر کر لیا۔ کرشن کی ساری زندگی یہی بتاتی ہے کہ یہ اُس کا سب سے زبردست اور قاطع ہتھیار تھا جو کبھی چوکتا نہ تھا۔ اپنے زمانے کی فلاسفی اور ورن و عرم کے مضمون میں وہ ایسا طاق تھا کہ اس کی دبو ستھا کبھی خالی نہ جاتی تھی ویراگ کی فلاسفی کو وہ ایسا کھولتا تھا کہ اُس کے سامنے جھوٹے تیاگ کے خیالات بھاگتے ہی دکھائی دیتے تھے۔ ویدک دھرم کے مختلف بھاوؤں کو وہ ایسا ملاتا تھا ایک مسلسل معقول اور قاطع تصویر بنا کھڑی کر دیتا تھا۔ پراچین شاستروں۔ ورشیوں و مُنیوں کی مریاداؤں میں ایسا ماہر تھا کہ جہاں اُس نے پرمان دینے شروع کئے وہاں سوائے تسلیم کے اور کوئی چارہ باقی نہ رہتا تھا۔ غرض اس موقع پر بھی کرشن کا اُپدیش کارگر ہوا اور یُدھشٹر نے راج پاٹ چھوڑ کر تارک الدنیا ہونے کے خیال کو دل سے دور کر دیا۔ آخر روتے دھوتے سب بدھوؤں نے بھائی بھتیجوں۔ نزدیکی پیاروں کے مرتک سنسکار کئے اور پھر ہستناپور کو روانہ ہوئے۔

ہستناپور میں پہنچکر یدھشٹر کو گدی پر بٹھایا گیا۔ یدھشٹر گدی پر تو بیٹھ گیا مگر اُداس رہنے لگا۔ آخر کرشن نے اس کو اشومیدھ یگ کرنے کے لئے طیار کیا۔ اور اشومیدھ کی طیاریوں میں پانڈوؤں کو مصروف کر اکے خود اپنے وطن دوارکا کو واپس چلا گیا۔

نوٹ۔ یدھشٹر کے تخت پر بیٹھنے کے بعد اور کرشن کے دوارکا جانے سے

پہلے مہابھارت میں ایک اور واقعہ آتا ہے جس کی اصلیت کی نسبت بہت شبہ ہے۔ روایت یہ ہے کہ جب یدھشٹر تخت پر بیٹھا تو بھیشم مہاراج ابھی زندہ تھے نہ معلوم کہ وہ کورو کیشتر سے دہلی آگئے تھے یا کہ وہاں ہی کسی جگہ پڑے ہوئے تھے مگر قصہ یہ ہے کہ یدھشٹر کی رسم گدی نشینی کے بعد کرشن یدھشٹر اور سارے پانڈوؤں کو مہاراج بھیشم کے پاس لیگیا اور اسکی درخواست پر مہاراج بھیشم نے یدھشٹر کو وہ اپدیش کیا جو مہابھارت کی شانتی اور انوشاسن پرو میں درج ہے یہ اپدیش اس قدر لمبا اور پیچیدہ ہے اور ایسے ایسے مشکل مسایل اس میں بھرے ہوتے ہیں کہ اس امر کو باور کرنے میں تامل ہوتا ہے کہ بستر مرگ سے اس قسم کا اپدیش ہوا ہو لیکن تاہم کسی قریب المرگ بزرگ سے اپدیش لینا ایسی معمولی بات ہے کہ اس واقع کا سچا ہونا غیر اغلب نہیں گو اسمیں کچھ کلام نہیں ہو سکتا کہ اگر ایسا ہوا بھی تاہم مہاراج بھیشم کے اصل اپدیش پر بعد میں اسقدر حاشئے چڑھے اور اسمیں اسقدر اضافہ ہوئیں کہ اب یہ قایم کرنا ناممکن ہے کہ اس میں سے کسقدر اپدیش مہاراج بھیشم کا ہے اور کسقدر بعد کے حاشیہ کاروں کے خیالات کا تصرف ہے۔

تیتیسویں فصل

مہاراج سری کرشن کی زندگی کا آخری حصہ

مہابھارت کی لڑائی کے بعد ایک دفعہ مہاراج کرشن پھر ہستناپور میں آئے

یعنی اشو میدھ کے موقع پر جسکی طیاریاں مہابھارت کی لڑائی سے ختم ہونے
ہی شروع ہوگئیں تھیں۔ اس موقع پر اُن کی تشریف آوری ایک ایسے
واقعہ کے ساتھ وابستہ ہے جسکی حیرت انگیز روایت میں سے اصل سچ کو نکالنا
مشکل ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ جس روز مہاراج کرشن ہستناپور میں داخل ہوئے
اس روز رانی اوترا کے ایک لڑکا پیدا ہوا جو بشکل مردہ تھا۔ اوترا مہاراج وراٹ
کی دختر اور ابھی منیو پسر ارجن کی بیاہتا تھی۔ ابھی منیو کی موت کا وقت وہ حاملہ
تھی اور چونکہ لڑائی کے خاتمہ پر درو پدی کی ساری سنتان کو اشوتھاما نے
انتقام کی آگ میں جلا کر نابود کر دیا تھا اس لئے بقا بالنسل کا مدار اوترا کے
بچہ پر تھا جس وقت اوترا نے بچہ جنا اور مردہ دکھائی دیا تو تمام محل میں کہرام
مچ گیا۔ تمام امیدیں خاک میں مل گئیں اور چاروں طرف سے گریہ و زاری کی آواز
بلند ہوئی۔ اتفاق سے مہاراج کرشن بھی اسی وقت شہر میں داخل ہوئے
اور شور و غل رونے پیٹنے کی آواز سنکر سیدھے محل کو گئے۔ ابھی منیو کرشن
کی بہن سبھدرا کا پسر تھا۔ گویا ادھر کرشن کے اپنے بھانجے کی رانی تھی۔ جب عورتوں کو
پتہ لگا کہ کرشن جی آگئے تو انہوں نے انکو گھیر لیا اور بچہ کو اُن کے سامنے ڈالکر رونے
لگیں۔ کرشن نے بچہ کو دیکھتے ہی کہا کہ میں اس کو زندہ کر دونگا۔ چنانچہ بچہ کو مخاطب
کر کے کہنے لگے کہ "اے لڑکے میں نے اپنی زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا نہ میں کبھی
میدان سے بھاگا۔ پس اگر میری ان عادات میں کچھ پن ہے تو تو زندہ ہو جا"
وغیرہ وغیرہ چنانچہ بچہ ہلنے لگا اور آہستہ آہستہ بالکل اچھا ہو گیا۔ اس لڑکے کا نام
پریکشت تھا جو بعد میں پانڈووں کے تخت کا وارث ہوا۔ اشومیدھ یگ بخیر و
خوبی ختم ہوا اور کرشن مہاراج پھر واپس اپنے شہر کو چلے گئے۔

اس لڑائی سے بعد وہ ۳۶ برس تک امن چین سے دوارکا میں رہے لیکن اس عرصے میں ان کی قوم یادو بنسیوں میں تکبر۔ نخوت۔ کینہ اور شراب خوری کی عادتیں اسقدر بڑھ گئیں کہ معاملہ سری کرشن کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور کھلم کھلا باہمی خانہ جنگیاں ہونے لگیں۔ ان خانہ جنگیوں میں ساری قوم برباد ہو گئی حتے کہ شاہی نسل میں صرف چار جانیں باقی رہ گئیں۔ یعنی سری کرشن۔ بلرام۔ داوک اور بھوارہ بلرام نے کثرت رنج میں سمندر کے کنارہ جاکر پران چھوڑ دیئے۔ کرشن مہاراج اپنے گاڑی بان داوک کو ارجن کیطرف روانہ کرکے خود بن کو چلے گئے اور بپتا کرنے لگے۔ داوک نے جاکر ارجن کو ان حالات کی خبر کی۔ ارجن دوارکا آیا۔ اور کرشن کے پوتے بزر کو معہ استریوں وغیرہ کے دہلی لے گیا اور کرشن جی کے اصل خاندانی علاقہ کا راج بزر کے نام کر دیا۔

کرشن جی کی موت کی نسبت روایت ہے کہ وہ یوگ سمادھی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شکاری کا تیر ان کے پیر میں آ لگا۔ جب شکاری نزدیک پہنچا تو معلوم کیا کہ اس نے غلطی سے ایک انسان کو زخمی کر دیا ہے۔ وہ بہت افسوس کرنے لگا۔ مگر کرشن مہاراج نے اسکو تسلی دی یہانتک تو قصہ معقول ہے۔ مگر روایت اس کو اس طرح انجام پر پہنچاتی ہے کہ اسکے دیکھتے دیکھتے کرشن مہاراج آسمان کو چڑھ گئے۔ جہاں پر تمام دیوتاؤں وغیرہ نے شامل ہو کر ان کا عظیم الشان استقبال کیا اور ان کی آمد پر بے اندازہ خوشیوں کا اظہار کیا*

؎ عیسیٰ کی نسبت بھی یہی روایت ہے کہ وہ موت سے تیسرے روز زندہ ہو کر پھر آسمان پر چڑھ گئے۔ اگر ذی عقل عیسائی حضرت عیسیٰ کی نسبت اس روایت کو صحیح مان سکتے ہیں تو انکو پورانک ہندوؤں کی اس روایت کی نسبت کیا اعتراض ہو سکتا ہے

چھتیسویں فصل

کیا کرشن مہاراج پرمیشر کے اوتار تھے

ہم تھرڈ ایڈیشن میں ہم نے اس سوال کا جواب نفی میں دے کر یہ ارادہ کیا تھا کہ ہم سوانح عمری کو بیان کر کے بھی کچھ اس مضمون پر تحریر کرینگے۔ چنانچہ اب بعد ختم بیان واقعات زندگی کرشن مہاراج اپنے وعدے کا ایفا کرتے ہیں۔

کیا پرمیشر انسان کا جسم اختیار کرسکتے

سب پرمیشر کو ماننے والے آستک لوگ اس کو سرو ویاپک (سب جگہ حاضر و ناظر) سرو شکتی مان (قادر مطلق) اجنما (پیدائش سے بری) امر (ناقابل فنا) اناوی (ہمیشہ سے موجود) اننت (بے حد) وغیرہ صفات سے موصوف مانتے ہیں۔ پھر ایسی صورت میں یہ مسئلہ کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ قادر مطلق پرماتما (خدا) کو اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کیلئے انسان کا جسم اختیار کرنے کی ضرورت پڑے۔ انسانی جسم میں آنے سے تو وہ محدود ہو جاتا ہے اور سب جگہ حاضر و ناظر نہیں رہتا۔

کیا ایشور کے اوتار ماننے والے ہم کو یہ بتا سکتے ہیں کہ جس زمانے میں سری کرشن مہاراج کے جسم میں پرماتما نے اوتار لیا تھا اس زمانے میں باقی

کائنات کا انتظام کون کرتا تھا۔ جب سری کرشن کوروں سے لڑتے تھے شیشوپال سے جھگڑتے تھے۔ جراسندھ سے بھاگتے پھرتے تھے۔ اُس وقت کائنات کا انتظام کس کے ہاتھ میں تھا اور کس طرح چل رہا تھا؟ غرض عقل سلیم تو کبھی باور نہیں کر سکتی کہ اس کائنات کا خداوند اور بنانے والا کبھی انسانی جسم میں آتا ہے۔ اُس کی تو یہی خوبی ہے کہ وہ اس اجسام کی ضرورتوں سے پرے ہے یہ جسم تو اس کے بنائے ہوئے ہیں۔ انسان جس کے اوصاف پوری طرح سے خیال میں نہیں لا سکتا اسکی نسبت یہ فتوے دینا کہ وہ اس بھدی سی بے حقیقت ذلیل کمزور۔ محدود انسانی شکل میں آتا ہے تاکہ ہمیں اپنی مثال سے بتلا سکے کہ زندگی کس طرح بسر کرنی چاہئے کفر ہے اُس کی شان میں ایسا سوچنا حقیقت میں اُس کی خدائی سے منکر ہونا ہے انسان کو خدا کا رتبہ دینا۔ یا خدا کو گرا کر انسان کے درجہ پر پہنچا دینا سخت درجے کا شرک ہے اور ہمیں سخت رنج ہے کہ ہماری قوم اس شرک پر اتنا سہارا رکھتی ہے۔ اور بغیر اوتاروں کے دھرم کی تعلیم کا ممکن ہونا خیال میں نہیں لا سکتی۔ گو مضمون بہت ضروری اور دلچسپ ہے اور بحث کرنے کو بھی جی چاہتا ہے مگر ضخامت کے بڑھ جانے کا خیال روکتا ہے۔ ماسوائے اس کے غالباً یہ بحث ہماری کتاب کے اُودیش سے باہر ہے۔ صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ ویدوں واپنشدوں میں پرماتما کو "اج" (ناقابل پیدائش) "امر" (ناقابل موت) "اَبناشی" (ناقابل فنا) "اکائے" (بے جسم) وغیرہ کہا ہے۔

اور یہ تمام صفات غلط ہو جاتی ہیں اگر ہم یہ مان لیں کہ پرمیشر خود انسانی جسم دھارن کرتا ہے۔

۲- اوتاروں سے مراد مہاپرشوں سے ہے

البتہ اگر اوتاروں سے مراد ایسے مہاپرشوں سے ہے جنکی تعلیم و تلقین سے۔ جن کی زندگی کی نظیر سے دوسرے انسان اپنی زندگی کو بہتر بناتے ہیں اور اس سنسار روپی (دنیاوی) سمندر میں سے تیر کر پار ہو جاتے ہیں تو مضائقہ نہیں۔ کون انکار کر سکتا ہے کہ دنیا میں وقتاً فوقتاً ایسے انسانوں کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔ اور ایسے انسان وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے ہیں جس کی ہدایت سے جن کی تعلیم و تلقین سے۔ جن کے اپدیش سے جن کے جیون کی پاکیزگی سے دوسرے انسان فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جو زندگی کے اس تلاطم و طوفان سے بھرے ہوئے سمندر میں گمراہ بھنور میں پڑی ہوئی کشتیوں کے لئے ملاحی کا کام کرتے ہیں۔ اور بہت سی مایوس دہراساں اشانت و دیاکل (بے چین) آتماؤں کو تسکین دیتے ہیں۔ ایسے انسان دنیا کی ہر ایک قوم میں پیدا ہوتے رہتے ہیں اور وہ ان مکت آتماؤں کے زمرے میں سے آتے ہیں۔ جنکو اپنی اعلیٰ روحانیت سے بمقابلہ دیگر انسانوں کے خداوند زمین و آسمان کا قرب حاصل ہوتا ہے اور جو اپنی صفات میں بمقابلہ دیگر مخلوق کے زیادہ تر مشابہت اس کی صفات سے رکھتے ہیں۔ مگر یہ قرب و مشابہت کسی حد تک ہی ہوں آخر بندہ بندہ ہے۔ انسان کبھی خدا نہیں ہو سکتا نہ آتما کبھی پرماتما کے درجہ کو حاصل کر سکتی ہے۔

ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ یہ تمام بزرگ خدا کے اس قانون کو پھیلانے سمجھانے
و پرچار کرنے کے لئے جنم لیتے ہیں جو خداوند کریم نے ابتدائے آفرینش
میں (مہرشیوں کے آتما میں) اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے بذریعہ
الہام دیا۔ اور جسکو زبان سنسکرت میں وید کہتے ہیں۔

پس اگر کرشن کو ان معنوں میں اوتار کہا جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

۳۔ کیا کرشن نے خود کبھی پرمیشر کے اوتار ہونے کا دعوے کیا

کرشن کی زندگی کے جو واقعات ہم نے پچھلے صفحات میں بیان کئے
ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کرشن نے کبھی اوتار ہونے کا دعویٰ
نہیں کیا۔ سوائے بھگوت گیتا کے مہابھارت کے اور کسی حصے میں ایسے
دعوے کی شہادت نہیں ملتی۔ بھگوت گیتا کرشن کی تصنیف نہیں ہے
پس بھگوت گیتا کی شہادت اس بارے میں قاطع نہیں لیکن شاید
آپ یہ سوال کریں کہ بھگوت گیتا کے مصنف نے کیوں ایسا مضمون باندھا
جس سے یہ نتیجہ نکلے کہ کرشن مہاراج اپنے آپ کو اوتار سمجھتے تھے۔ تو
اس کا جواب یہ ہے کہ اپنے مضمون کو زیادہ مستند اور پرمانک اور قابل پا
بندی بنانے کے لئے انہوں نے ایسا کیا۔ بھگوت گیتا کے وہ حصے جن میں
کرشن جی اپنے آپ کو "پرماتما" یا پرماتما کا اوتار ظاہر کرکے اپدیش کرتے ہیں
یہ ظاہر کرتے ہیں کہ گیتا بذات خود بہت پراچین پستک نہیں کیونکہ ویدک

لٹریچر میں (جس میں براہمن و اوپنشد و سوتر شامل ہیں) اس قسم کی بہت کم
...لیں ہیں جن میں اوپدیش کرنے والے کو اس قسم کا درجہ عطا کیا گیا ہو۔ جہاں
...ہم نے تحقیقات سے معلوم کیا ہے اوپنشدوں میں صرف ایک رشی کے کلام میں
اس قسم کا تصرف پایا جاتا ہے اور وہ بھی ایسا صاف اور اس کثرت سے نہیں
جیسا کہ بھگوت گیتا میں۔ بھگوت گیتا کی ترتیب بھی یہ ظاہر کرتی ہے کہ وہ مختلف زمانے
کے پنڈت صاحبان کی طبع آزمائی سے خالی نہیں ہے۔ چونکہ ہم گیتا کا اردو ٹیکا شائع
کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لئے اس رسالہ میں اس حصہ مضمون پر زیادہ
وضاحت سے بحث کرینگے۔ بہرحال یہ مسلم ہے کہ گیتا کرشن جی کی تصنیف سے
نہیں ہے پس گیتا کی شہادت پر کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ کرشن مہاراج
خود اوتار ہونے کے دعوے دار تھے۔

۴۔ کیا اُن کے ہمعصر اُن کو پرمیشور کا اوتار سمجھتے تھے

یدھشٹر۔ بھیشم۔ ارجن۔ درون۔ دریودھن۔ جراسندہ اور دیگر ہم
عصران مہاراج کرشن کا برتاؤ بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ ان میں سے کوئی
بھی مہاراج کرشن کو پرمیشر کا اوتار سمجھتے تھے۔ یہ جملہ بزرگ کرشن مہاراج کو
محض انسان ہی سمجھ کر اُن سے ویسا ہی سلوک کرتے رہے۔ اگر یدھشٹر کرشن کو پرمیشر
کا اوتار مانتا تو کبھی اُسکو جراسندہ کے مقابل بھیجنے میں تامل نہ کرتا حالانکہ مہابھارت
کا مصنف صاف طور پر تحریر کرتا ہے کہ مہاراج یدھشٹر نے کرشن جی کی درخواست کو بڑے

تامل سے اور بعد بہت سے اصرار کے منظور کیا۔ جراسندھ اور شیشوپال اگر اُسکو پرمیشر کا اوتار سمجھتے تو ہرگز اُس سے پرخاش نہ کرتے بھیشم اور درون بھی کبھی لڑائی میں اُسکے مقابل کھڑے نہ ہوتے۔ تعجب تو یہ ہے کہ گیتا والا اُپدیش سننے کے بعد بھی ارجن پورے دل سے بھیشم اور درون کے برخلاف نہیں لڑا حتے کہ کرشن جی کو غضبناک صورت اختیار کرکے ارجن کو مشتعل اور برانگیختہ کرنے کی ضرورت پڑی۔ بلکہ اگر موجودہ مہابھارت کو صحیح مان لیا جاوے۔ تو اُس کے بموجب ارجن نے کرشن اور بھیم کی اس صلاح کو بھی منظور نہیں کیا کہ یُدھشٹر درون کی ہمت کو پست کرنے کے لئے یہ مشہور کردے اشوتھامہ مرگیا۔ بلکہ ارجن نے اس قسم کی دغابازی پر سخت لعنت ملامت کی۔ غرض ان جملہ واقعات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ کرشن مہاراج کے ہمعصر اُن کو پرمیشر کا اوتار نہیں سمجھتے تھے۔

۵۔ کیا کرشن مہاراج مذہبی ریفارمر تھے

یہی نہیں بلکہ ہم کو تو یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ مذہبی اصلاح یا پرچار کو کبھی کرشن مہاراج نے اپنی زندگی کا مشن یا اودیش بنایا ہو۔ اُن کا راج ونش میں پیدا ہونا ہی اوّل تو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مذہبی ٹیچر یا اُستاد یا آچاریہ نہ تھے۔ یہ سچ ہے کہ اس زمانے میں ”راج رشی“ کی پدوی بھی بہت اعلےٰ تھی اور راج رشی“ بھی آچاریہ ہوتے تھے تاہم برہم رشی کی پدوی سب سے اعلےٰ تھی جیسا کہ وشوامتر و وششٹ جی کے قصّہ سے معلوم ہوتا ہے۔ دویم کوئی روایت یا قصہ یا پران ہم کو یہ

نہیں بتاتا کہ سوائے ارجن یا یدھشٹر کو اپدیش کرنے کے انہوں نے کبھی
عوام الناس میں دھرم کا پرچار کیا ہو۔ حقیقت تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ
دھرم پرچار اُن کا کرتب نہ تھا۔ دھرم پرچار اُن کی لاین میں نہ تھا۔ وہ اپدیشک
سے کشتری تھے۔ سبھاؤ سے کشتری تھے۔ اس لیے جب ضرورت پڑی
تو انہوں نے کشتری بھائیوں میں ہی اپنے دھارمک خیالات کا اظہار کیا
یدھشٹر اور ارجن کی موقعہ بموقعہ کی پست ہمتی نے ان سے "کشتر دھرم"
کی ویاکھیا کرائی۔ دھرم کے وشے میں انہوں نے جو کچھ کہا اسی ضمن
اور اسی تعلق میں کہا۔ اس سے علیحدہ محض اپدیش اور پرچار کی
خاطر کبھی انہوں نے نہ اپدیش دیا اور نہ پرچار کیا۔ نہ انہوں نے دھرم
وشے پر کوئی تصنیف چھوڑی نہ کسی سے شاستر ارتھ (بحث مباحثہ)
کیا جیسا کہ اوپنشدوں میں جنک مہاراج کے نام سے وابستہ ہے
کرشن مہاراج نے جس قدر اپدیش کیا فروتر گیا۔ اور اسی واسطے ہم
رائے رکھتے ہیں کہ گیتا کا سارا اپدیش ان کے سر منڈھنا ناواجب ہے۔
بھلا لڑائی میں اس قدر لمبی۔ پیچیدہ۔ دقیق۔ باریک۔ طویل۔ فلاسفی
چھانٹنے کا کونسا موقعہ تھا غرض تو فقط اتنی تھی کہ ارجن کو لڑائی پر آمادہ
کیا جاوے اور یہ غرض اسی قدر اپدیش سے پوری ہو گئی جتنا کہ دوسرے
ادھیائے میں درج ہے۔

پس اس سے زیادہ بعد کے پنڈتوں کی ایزاد ہے۔ گیتا کے ۱۸
باب ہیں اُن کے مضامین کو مقابلہ کرنے سے معلوم ہو جاوے گا کہ بعض
خیالات کو قریباً ہر ایک باب میں دوہرایا گیا ہے۔ کرشن جی کے اپدیش کا

وہ حصہ جس کے ذریعہ ارجن کو لڑنے پر آمادہ کیا گیا قریباً قریباً ہر ایک باب میں
انہیں الفاظ میں موجود ہے۔ حالانکہ ہر ایک باب کا عنوان علیحدہ ہے پس
ہماری رائے میں بھگوت گیتا میں سے کرشن جی کا اوپدیش تو فقط اس قدر
تھا جو سب ادھیاؤں میں پایا جاتا ہے اور باقی کے مضامین دیگر ودوانوں
کے ایزاد کردہ ہیں اس دلیل سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ گیتا ایک مصنف کی
تصنیف سے نہیں ہے۔ اور نہ اس ویاس کی تصنیف سے ہو سکتی ہے جسکو
ویدانت درشن کا بنانے والا مانا جاتا ہے۔ اور نہ کبھی ممکن تھا۔ کہ ویاس جیسا
کامل درشن کا ایک ہی مضمون و خیال کو اتنی دفعہ دوہراتا جتنی دفعہ گیتا
میں دوہرایا گیا ہے درشن کاروں کا کمال اس میں ہے کہ انھوں نے بڑے سے
بڑے۔ دقیق سے دقیق مشکل سے مشکل مضامین کو نہایت مختصر الفاظ میں
ادا کیا گویا وزن دار موتیوں کو باریک دھاگوں میں پرو کر رکھ دیا۔ گیتا
کی ترکیب۔ گیتا کی بندش گیتا کی عبارت بالکل اس کے برعکس ہے بعض
یورپین محقق تو اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گیتا درشنوں سے پہلے کی ہے
یعنی اس زمانے کی ہے جس میں درشنوں جیسا سلسلہ و ترتیب و سائینٹیفک
طرز او طریقہ ادا ئے مضمون تا ہنوز آریوں میں جاری نہیں ہوا تھا۔
میری سمجھ میں یہ خیال بہت معقول نہیں ہے۔ کیونکہ گیتا کے مضامین سے یہ ثابت
کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ تمام درشنوں کی فلاسفی در
حقیقت انسان کو ایک ہی مطلب پر پہنچاتی ہے۔ گیتا یہ تعلیم
دیتی ہے کہ اسی طرح گیان سے۔ کرم سے دھیان سے
بھگتی سے یوگ سے مکتی ملتی ہے۔ گیتا میں مختلف متضاد مضمون

کی سبب مع ظاہر کر کے اُن کی علت غائی اور ان کا پھل ایک دکھایا ہے
یعنی البشر پراپتی۔
میری اس بحث سے آپ یہ نتیجہ نکال لیں کہ میں اپنی رائے کے زعم
میں گیتا پر نکتہ چینی کرتا ہوں۔ ناہا۔ میں تو اپنے آپ کو اُن ودوانوں کا
خاکپا بھی نہیں سمجھتا جنہوں نے گیتا بنائی۔ میں تو شاید کبھی جنم جنمانتران
کے مضامین کی خوبی کو اچھی طرح سے سمجھ سکوں۔ نہیں نہیں میں اُن کی
فضیلت و کمالیت کے سامنے بلا تامل سر جھکاتا ہوں۔ مگر تاہم یہ کہنے
سے نہیں رک سکتا کہ مجھے گیتا ایک مصنف کی تصنیف معلوم نہیں ہوتی۔
گیتا کے رچنے والوں کا مطلب درشن رچنے سے نہ تھا بلکہ انسانوں
کے عمل کے لئے معمولی روزمرہ کے استعمال کے لئے ایک قسم کا مجموعہ بنانے
سے تھا جس میں درشنوں کا نچوڑ ایسی طرز سے آجاوے کہ اس کا سمجھنا
مشکل نہ ہو۔ چنانچہ اس نچوڑ کو جس خوبی و کمال سے اُنہوں نے اکٹھا
کیا وہ اُن کی بے نظیر فضیلت پر دلالت کرتا ہے۔
اگر کلیدسٹون وٹنڈل وکیل دن جیسے فاضل انجیل مقدس کو خدا
کا کلام اور حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا۔ بلکہ خود خدا مان سکتے ہیں تو اس میں
کیا تعجب ہے کہ گیتا کے مختلف مصنفوں میں سے بعض نے کرشن مہاراج
کو اوتار کی پدوی دی۔ خواہ اس غرض سے کہ جو کچھ وہ اپدیش کرنا چاہتے
تھے اس کی وقعت بڑھ جاوے اور اس کی سند اور پرمانتا ناقابل سوال
ہو جاوے اور خواہ اس لئے کہ وہ درحقیقت میں کرشن جی کو اوتار ہی مانتے
تھے۔ کیا یہ تعجب نہیں کہ گیتا کے سوائے اور کسی پراچین پستک یا آریہ رشی

گرنتھ میں نہ عام طور پر اوتاروں کا ذکر ہے۔ اور نہ کرشن مہاراج کے اوتار ہونے کا۔ کیونکہ پورانوں کی نسبت تو ہم انٹروڈکشن میں ثبوت دے چکے ہیں کہ وہ زمانہ حال کی تصنیفات ہیں۔ اسلئے محض اُن کی سند پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ پراچین آریہ لوگ پرمیشور کے اوتار مانتے تھے۔ یا کرشن مہاراج کو ایسا مانتے تھے۔

نیتیسویں فصل

کرشنا ازم (یعنی کرشن مہاراج کی تعلیم)

یہ لفظ ان انگریزی خوان ہندوؤں کی ایجاد ہے جو باوجود اپنی انگریزی تعلیم کے پورا تک ہندو مت کے اس حصہ کے قائل ہیں جس کو کہ ہندوؤں کی بول چال میں ویشنو دھرم کہا جاتا ہے شاید ساری سنسکرت لٹریچر میں کوئی لفظ ایسا نہیں ملیگا جو مذہب عیسوی اور مذہب محمدی اور بودھ دھرم کی طرح کرشن کے نام کے ساتھ کسی مذہب یا دھرم کا سمبندھ ظاہر کرتا ہو کرشن کے انگریزی خوان مدّاحوں نے سنسکرت لٹریچر کی اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش ہیں کرشن کے نام پر ایک مذہب کی بنیاد ڈالی ہے جسکو وہ "کرشنا ازم" کہکر پکارتے ہیں۔ ورنہ سنسکرت لٹریچر کے مطالعہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سری کرشن نے کسی مذہب کی بنیاد ڈالنے کا دعوے نہیں کیا اور نہ اُس نے کسی ایسے مذہب کی تعلیم دی جو

مناسب طور پر اس کے نام سے منسوب کیا جا سکے۔ حضرت عیسےٰ حضرت
محمد اور مہاتما بدھ ان ہر سہ بزرگوں نے ایک ایک نئے مذہب کی
بنیاد ڈالی اور اسلئے اُن کے مذاہب اُن کے نام سے مشہور ہیں گو
زمانہ حال کے بعض ہندو فرقے بھی اسی طرح سے بعض بزرگوں کے
نام سے منسوب کئے گئے ہیں۔ لیکن پراچین سنسکرت لٹریچر میں اس
قسم کی کوئی نظیر نہیں۔ اور کرشن کے زمانہ کی لٹریچر میں تو اس قسم کا
نام و نشان ہی نہیں۔ پراچین ہندو مت میں اعلےٰ ترین خوبی یہی ہے،
کہ اس کی بنیاد کسی انسان کی تعلیم پر نہیں۔

اگر سچ پوچھو تو قدیم ہندو لٹریچر دنیا میں مذہبی جوہر کی روح ہے۔
اس قسم کی بیش قیمت مذہبی نکات و صداقتوں سے بھرپور ہے۔ کہ انکے
ہم پلہ اور ہموزن خیالات دنیا کی کسی دوسری لٹریچر میں دکھائی نہیں دیتے:
اور اس پر طرفہ یہ ہے کہ اِن خیالات کے ظاہر کرنے والے بزرگوں نے
اپنی شخصیت کا کوئی نشان نہیں چھوڑا جس سے آپ یہ قائم کر سکیں
کہ یہ خیالات اور یہ تعلیم فلاں بزرگ کی تھی۔ اُن میں سے کسی نے بھی
نئی تعلیم دینے کا دعوےٰ نہیں کیا بلکہ سب کے سب اپنے آپکو ویدوں
کی برہم ودیا کے خوشہ چین بتلاتے رہے۔ کسی نے نام ماتر کے لئے
بھی اس قسم کا دعوےٰ نہیں کیا کہ یہ خیالات میرے ہیں، اور میں ان کو
پھیلانے کے لئے دنیا میں آیا ہوں۔ میرے سے پہلے کسی کو معلوم نہ تھے
یا مجھ کو خاص طور پر ان کا الہام ہوا۔ کبھی کسی نے کوئی مذہب یا مت
جاری کرنے کا خیال ظاہر نہیں کیا۔ اوپنشدوں و برہمنو کا تمام

سلسلہ ہمارے اس بیان کا شاہد ہے۔ اوپنشدوں کی بے نظیر دھارمک
تعلیم کے مداح یہ نہیں بتلا سکتے کہ اس تعلیم کا آچاریہ کون تھا اور ان
بیش قیمت نکات کیلئے وہ کس مہاتما کے ممنون و مشکور ہیں۔ کہیں
کہیں اتہاسوں وغیرہ میں رشیوں و منیوں و آچاریوں کے نام آتے
ہیں مگر تمام سلسلہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی نام کے بہت
سے رشی ہو چکے ہیں حتے کہ آج ہمارے لئے یہ تعین کرنا ناممکن ہے
کہ موجودہ منوسمرتی کو نسے منو مہاراج کی تصنیف سے ہے۔ پراچین
پراچین آریہ لوگ پرمیشور ہی کو آدی گرو اور سچا استاد مانتے تھے
اور اس لئے انہوں نے کبھی کوشش نہیں کی کہ اپنے نام سے کوئی
مذہب جاری کریں۔ اُن کی تحریرات سے ٹپکتا ہے کہ اس قسم کی حرکت
کو وہ کفر اور پاپ اور ادھرم سمجھتے تھے۔ مذہبی پرچار اور گفتگو اور وچار
میں اپنے خیالات کا اظہار تو ان کے نزدیک واجب تھا مگر اپنے نام
سے منسوب کر کے کسی دھرم کا پرچار کرنا یا کوئی تعلیم دینی اُن کے
نزدیک ناواجب تھی۔

پراچین ہندوؤں کے تمام آچاریہ۔ رشی و مُنی جو کُچھ تعلیم دیتے
تھے اس کو اپنے سے پہلے بزرگوں یا شاستروں یا ویدوں کے
نام پر منسوب کرتے تھے۔ اپنی طرف سے کسی نئی صداقت کی تعلیم دینے
کا دعوے انہوں نے کبھی نہیں کیا۔ زمانہ حال میں ہماری طرف سے یہ
کوشش ہوتی کہ ہم ان میں سے کسی ایک کو چُن کر اس کے نام سے
کسی مذہب کو منسوب کر دیں ان کی بزرگی کو کم کرنا ہے اور اس پر طرفہ

یہ کہ ہماری یہ حرکت ایک ایسے دلاور کشتری راج پُتر کے نام کیساتھ
تعلق رکھے جنہوں نے کبھی بھی دھرم پرچار کی کوشش نہیں کی۔ ہم
پچھلی فصل میں ظاہر کر چکے ہیں کہ اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ کبھی کرشن
مہاراج نے عوام الناس کو مذہبی تعلیم دینے کی کوشش کی ہو چہ جائیکہ
آج یہ دعوے کیا جاوے کہ انہوں نے کسی مذہب کی بنیاد ڈالی۔ ہم بتا
چکے ہیں کہ بھگوت گیتا کی ساری تعلیم کو کرشن مہاراج کی تعلیم سمجھنا درست
نہیں۔ لیکن بغرض بحث گر ایسا مان ہی لیا جاوے تاہم نتیجہ تو یہی
نکلتا ہے کہ ارجن کو لڑائی پر آمادہ کرنے کے لئے کرشن مہاراج نے
اسکو وہ اُپدیش کیا جو گیتا میں درج ہے اگر کسی اُپدیش کے سبب سے کرشن
مہاراج ایک مذہب کے بانی قرار دئے جا سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ بھیشم مہاراج
کو بھی وہی پدوی ندی جاوے جن کے اپدیش کیا بلحاظ طوالت کیا بلحاظ
گہرائی خیالات کے کیا بلحاظ عظمیت اور کیا بلحاظ صداقت کے کسیطرح
سے بھی کرشن مہاراج کے اُپدیش سے کم نہیں۔ کیا کوئی ہمکو بتلا سکتا ہے؟
کہ بھگوت گیتا میں کونسی ایسی تعلیم ہے جو اُس سے پہلے کے بنائے ہوئے
اوپنشدوں اور براہمنوں میں موجود نہیں۔ یا جو ویدوں میں پائی
نہیں جاتی ہیں وہ کونسی خاص تعلیم ہے جسکو ہم کرشنا ازم کے نام سے
منسوب کریں سوائے اس کے کہ ہم اس خرافات کو کرشنا ازم کہیں جو شریمید
بھاگوت یا برہم ویورت پورانوں وغیرہ میں بھری ہوئی ہے اور جس سے
کرشن مہاراج کی پوتر زندگی کلنکت کی جاتی ہے لیکن شریمید بھاگوت کی
تعلیم کو کرشنا ازم کے نام سے موسوم کرنے سے تو کرشن مہاراج کا کچھ یش نہ

ہوگا۔ ہماری رائے میں تو شریمد بھاگوت کی تعلیم کو کرشن مہاراج کے سر منڈھنا نہایت ناواجب ہے۔ کیونکہ پراچین گرنتھوں سے یہ امر بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ کرشن مہاراج نے کبھی ایسی تعلیم دی جیسی کہ شریمد بھاگوت میں پائی جاتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ ہماری رائے میں کرشن مہاراج نے کوئی دھرم نہیں چلایا جس کو ہم اُن کے نام سے منسوب کریں اور اسلئے لفظ کرشنا ازم کا استعمال غلط اور نامناسب ہے البتہ اگر لفظ کرشنا ازم کا اطلاق اُن اُپدیشوں پر ہے جو کرشن مہاراج نے وقتاً فوقتاً حسب ضرورت ارجن اور دیگر سمبندھیوں کو دیئے اور جن میں پراچین ویدک گرنتھوں کی نش کام فلاسفی پر زور دیا گیا ہے تو کچھ مضایقہ نہیں۔ کیونکہ گو کرشنا ازم کسی خاص مذہب کا نام نہیں جس کو کرشن مہاراج نے چلایا۔ مگر اسمیں کلام نہیں کہ نش کام دھرم کا جس قدر پُر زور اُپدیش کرشن مہاراج کے کلام میں ملتا ہے اسیقدر زور و شور سے اُس کی تلقین دیگر رشیوں اور منیوں کے کلام میں نہیں ملتی۔ بھگوت گیتا کے مختلف ادھیائے گو مختلف مضامین پر حاوی ہیں۔ لیکن سب کا خاتمہ نش کام دھرم کی تعلیم پر ہوتا ہے۔ مہابھارت میں بھی مہاراج کرشن کے مختلف اقوال میں نش کام دھرم سب سے پردھان ہے۔ ان کی ہر ایک تقریر کا لب لباب یہی ہے۔ مختلف طریقوں سے مختلف پیرایوں میں دھرم کے مختلف انگوں کی ویاکھیا کرتے ہوئے قریباً ہر ایک تقریر کا خاتمہ آخر نش کام دھرم کی پرشنسا (فضیلت اور بزرگی) پر ہوتا ہے۔ بھگوت گیتا کے اکثر اشلوک

(لفظ لفظ) میں نش کام دھرم کا راگ الاپا ہوا ہے۔ نہ صرف اُن کے اقوال میں بلکہ اُنکے افعال اور اُن کے برتاؤ میں بھی ہم کو اس تعلیم کا اثر دکھائی دیتا ہے جس سے ہم یہ کہنے پر مائل ہوتے ہیں کہ جھوٹے ویراگ اور بیہودہ (خلاف دھرم) تیاگ کا کھنڈن کر کے نش کام دھرم کی پردھانتا کو پھیلانا اور نش کام فلاسفی کی ویاکھیا (تشریح) کرنا ہی خاص طور پر کرشن مہاراج کی زندگی کا ادیش تھا اور یہی ہم کو جگہ جگہ ان کے کلام میں بھرا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جہاں کہیں اور جب کبھی اُن کو دھارمک دیوستھا دینے کی ضرورت پڑی۔ انہوں نے اسی مسئلہ کو معیار یا کسوٹی بنا کر اس کے مطابق اپنا فیصلہ دیا۔ اس تعلیم پر عمل کرنا انہوں نے انسانی زندگی کا ادیش ٹھیرایا اور اسی پر عمل کرنے کے لئے وہ اُن سب انسانوں کو پریرنا کرتے رہے جن کو کسی نہ کسی حیثیت میں اُس سے واسطہ پڑا۔ دوستوں کی صحبت میں سمبندھی رشتہ داروں کے معاملات میں اپنے بنوکوں ومداحوں کے سوالات کے جواب میں۔ شاہی درباروں میں۔ یگ اور دیگر دھرم کاریہ کے موقعوں پر۔ دشمنوں کے مقابلہ میں۔ غرض زندگی کے ہر موقعہ پر ہر ایک پہلو میں انہوں نے اسی تعلیم کو اپنا مدعا بنایا اور آخر دم مرگ بھی اس شخص کو جس کی تیر کار ہی سے اُن کی موت وقوع میں آئی اسی کی تعلیم دیتے ہوئے انہوں نے پران دئیے ٭

ناظرین! ہم چند مختصر الفاظ میں آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کرشن مہاراج کی تمام تعلیم کا لب لباب ہم کو بھگوت گیتا کے دوسرے ادھیائے میں ملتا ہے اور نیز ان مختلف اقوال میں بھی ملتا ہے جو کہ مہابھارت میں منتشر ہیں

کرشن مہاراج کی تعلیم کے مطابق انسانی زندگی کا معراج مندرجہ ذیل شلوک میں ظاہر کیا گیا ہے :- بھگوت گیتا ادھیائے دوسرا شلوک ۶۴ و ۶۵

ترجمہ (۶۴) جو شخص (اپنی) اندریوں کو قابو کرکے راگ دویش (الفت و نفرت) سے خالی ہو، اندریوں کے وشے[۱] میں آچرن کرتا ہے اور اس لئے شدھ انتھ کرن رکھتا ہے۔ وہ پرساد یعنی آنند کو حاصل کرتا ہے

ترجمہ (۶۵) اسی آنند میں سب دُکھوں کا ناش ہو جاتا ہے (یعنی سب دکھ دور ہو جاتے ہیں) پس استھر بدھی (یعنی قایم العقل) وہی شخص ہے جس کا من (اس قسم کے) آنند سے پُر ہو۔

سوال۔ استھر بدھی ہونے کا نتیجہ کیا ہے؟

جواب۔ پرم پد کی پراپتی یعنی نجات یا مکتی+

(شلوک ۵۱ - اصل سنسکرت)

---

[۱] اندریوں کے وشے میں آچرن کرنے سے مراد ہے کہ اندریوں سے وہ کام لیتا ہے جس کام کے لئے نیچر نے اُن کو بنایا ہے۔ مثلاً آنکھ سے دیکھنا۔ کان سے سننا۔ ناک سے سونگھنا وغیرہ وغیرہ۔

ترجمہ (۵۱) مُنی لوگ بُدھی یوگ کو حاصل کر کے کرموں کے پھلوں کو یہاں ہی تیاگ دیتے ہیں۔ اور جنم کے بندھن سے آزاد ہو کر اُس پد کو حاصل کرتے ہیں۔ جس میں کوئی ویادھی (نقص یا تکلیف) نہیں۔ یعنی امرت ملے موکش کو حاصل کرتے ہیں۔

اس لئے فرماتے ہیں کہ (شلوک ۴۸ - اصل سنسکرت)

ترجمہ (۴۸) ہے دھننجے (ارجن) ایشوری اچھیا میں یوگ کرتا ہوا تو سنگ کو تیاگ کر۔ سدھی اور اسدھی (یعنی کامیابی اور ناکامیابی) کو ایک سا جان کر (یا اُن سے بے پرواہ ہو کر) تو کرموں کو کر۔ کیونکہ اسی سمتا کا نام یوگ ہے۔

(شلوک ۴۷ - اصل سنسکرت)

ترجمہ (۴۷) تجھے کرم سے واسطہ ہے نہ اُن کے پھل سے پس کرموں کے پھل کو اپنا اُدیش مت بنا۔ اور نہ اکرم اوستھا سے دل لگا۔ (یعنی نہ دل میں یہی ٹھان لے کہ کرم نہیں کرنے چاہئیں)

ہاں پس ہے ارجن! سکھ دکھ۔ نفع نقصان۔ ہار جیت کو ایک سا سمجھ کر

لڑائی کے لئے کمر باندھ۔ کیونکہ اسی سے تو پاپ سے بچ سکتا ہے۔
(ادھیائے دوسرا شلوک ۳۸)

تیسرے ادھیائے کے آٹھویں شلوک میں پھر یہی مضمون دُہرایا گیا ہے:

(اصل شلوک ۸)

ترجمہ (۷) پس تو راست (ٹھیک) کرم کر کیونکہ کرم کرنا اکرم (یعنی نہ کرنے سے) افضل ہے بنا کرم کے تو شریر یاترا بھی نہیں ہو سکتی۔ شلوک ۱۵ میں بتلاتے ہیں کہ یہ کرم کس طرح جانا جاتا ہے۔
(اصل شلوک ۱۵)

ترجمہ (۱۵) کرم وید سے جانا جاتا ہے اور وید اس غیر فانی پرمیشور کے بنائے ہوئے ہیں۔

(اصل شلوک ۳۰)

(پس) تمام کرموں کو پرماتما کے آدھین کرکے اور اسی پر اپنے تمام خیالات کا نیز بھر رکھتے ہوئے امید اور خودی (خود رائی) کو چھوڑ کر اور اس (ذہنک شہ کے) بخار سے نجات پاکر تو لڑائی میں مصروف ہو۔
چوتھے ادھیائے میں بھی اسی طرح کرم اور اکرم۔ جائز اور ناجائز کرم کی فلاسفی بیان کی ہے۔
پانچویں ادھیائے میں (شلوک ۱۰) میں پھر یہ اُپدیش آتا ہے۔ کہ

جو تمام کرموں کو برہم پراین کرکے بنا موہ کے کرم کرتا ہے وہ پاپ آلودہ نہیں ہوتا جیسے کہ کنول کے پھول پہ پانی کا کوئی نقش نہیں ہوتا۔

(شلوک ۱۱)

موہ کو چھوڑ کر شریر سے۔ من سے۔ بدھی سے اور نیز اندریوں سے یوگی اپنی آتم شدھی کے لئے کرم کرتے ہیں ؂

چھٹے ادھیائے کے پہلے شلوک میں تو نہایت صاف طور پر لکھ دیا۔ کہ

وہ سنیاسی اور یوگی وہی ہے جو کرموں کے پھل کی پرواہ نہ کرتا ہوا کرم کو فرض (دھرم) سمجھ کر کرتا ہے۔ نہ کہ وہ جو کبھی آگ نہیں جلاتا اور کچھ (کرم) نہیں کرتا" شلوک ۱۶ میں پھر کہا ہے کہ

اے ارجن! یوگ اُس کے واسطے نہیں جو زیادہ کھاتا ہے یا جو بہت ہی کم کھاتا ہے۔ نہ اُس کے واسطے جو بہت سوتا ہے یا بہت جاگتا ہے۔ (شلوک ۱۷)

بلکہ دکھ ناش کر دینے والا یوگ اُس کے لئے ہے جو قاعدے[1] سے کھاتا ہے۔ قاعدے سے دھار کرتا ہے۔ قاعدے سے سوتا اور جاگتا ہے اور قاعدے سے سب کرم کرتا ہے۔

[1] یہاں قاعدے سے مراد دھرم کے ضابطہ سے ہے ؎

نویں ادھیاے کے ۲۷ شلوک میں پھر کہا ہے۔

تمام کرموں کو ایشور پر ارپن کرنے کا اپدیش کیا ہے۔ اے کنتی پتر جو کچھ تو کرے۔ جو کچھ تو کھاوے۔ جو کچھ تو بھینٹ کرے جو کچھ تو دان کرے۔ جو تو تپ کرے۔ سب کچھ میرے ارپن کرے۔

سولھویں ادھیائے میں پھر اس مضمون کو اور بھی صاف کر دیا

(شلوک ۲۳)

جو شخص شاستر آگیا کو چھوڑ کر اپنی اچھیا کے انوسار (یعنی اپنی خواہش کے مطابق) آچرن کرتا ہے اس کو نہ سدھی حاصل ہوتی ہے نہ سُکھ اور سچا مارگ

(شلوک ۲۴)

اس لئے واجب ہے کہ شاستروں کے پرماں سے یہ تعین کیا جاوے کہ کیا کرنا چاہیئے اور کیا نہیں کرنا چاہیئے۔ شاستر ودہی کو جان کر ہی اس دنیا میں کرم کرنے چاہئیں۔

ادھیاے ۱۷ و ۱۸ ایس کرم کانڈ کی فلاسفی کو اور زیادہ تفصیل سے بیان
کیا ہے۔ غرض اس دستے میں ساری گیتا کا تتو (اصول) یہی ہے
جو مندرجہ بالا پرمانوں سے واضح ہوتا ہے۔ اور جب ہم یہ خیال کرتے ہیں
کہ اس سارے اُپدیش سے اصل مطلب بھی یہی تھا کہ ارجن کو لڑائی پر
آمادہ کیا جاوے تو ہمارا یہ خیال یقین کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ در
اصل یہی وہ اپدیش ہے جو کرشن نے کورو کھشیتر کے میدان میں ارجن
کو کیا۔ ممکن ہے کہ اس کی تشریح و توضیح میں دھرم کے دیگر انگ بھی کسی
قدر بیان کئے گئے ہوں۔ مگر یہ قیاس میں نہیں آسکتا کہ گیتا کی ساری
فلاسفی کی اُس وقت تعلیم دی گئی ہو۔

مہابھارت میں بھی جہاں جہاں کرشن کو تقریر کرنے کا موقعہ ملا
ہے۔ وہاں بھی انہوں نے اسی سعد میں اپنے مضمون کو ادا کیا ہے۔
مہابھارت کا یُدھ ختم ہونے کے بعد جب یدھشٹر نے راج وغیرہ چھوڑ
کر جنگلوں کو جانے کا ارادہ کیا تو پھر کرشن مہاراج نے اُسی اپدیش سے اُس کو
تسخیر کیا۔ یہاں تک کہ اس کو اشومیدھ یگ کرنے پر آمادہ کر دیا۔ اثنائے
تقریر میں انہوں نے فرمایا کہ "اے یدھشٹر گو تو نے اپنے بیرونی دشمنوں
کو تو مار لیا۔ مگر اب وقت آگیا کہ تو اس لڑائی کے لئے طیار ہو جائے جو
ہر ایک شخص کو اکیلے ہی لڑنی پڑتی ہے یعنی اپنے من سے۔ اس اپار
اور اتاہ من کی ہمان پانے کے لئے کرم اور دھیان کے ہتھیار برتنے
پڑینگے۔ کیونکہ اس لڑائی میں لوہے کے ہتھیار کام نہ دینگے اور نہ دوست
بانوکر ہی کچھ مدد کر سکینگے۔ یہ لڑائی تو اکیلے ہی لڑنی پڑے گی۔ اور

اگر اس میں تو ناکامیاب رہا تو تیرا بُرا حال ہوگا۔

پھر آگے فرماتے ہیں

ظاہری پدارتھوں (یعنی بادشاہت وغیرہ) کے تیاگ (ترک) سے مُکتی (نجات) نہ ہوگی۔ بلکہ ان چیزوں کے چھوڑنے سے جو تجھے شریر کے ساتھ باندھتی ہیں۔ وہ پُن اور سُکھ ہمارے دشمنوں کے ہی نصیب رہے جو ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو اگرچہ پدارتھوں کا تیاگ تو کر لیتے ہیں۔ مگر نفسانی خواہشوں اور کمزوریوں میں بدستور پھنسے رہتے ہیں۔ اصل مرتیو (موت) اسی کا نام ہے کہ انسان دنیاوی پدارتھوں میں پست ہوا ہوا نیری اور تیری کی تمیز میں ہی محو نہ رہے × × × ×

وہ شخص دنیا کی کیا پرواہ کرتا ہے جو تمام پرتھوی کا چکرورتی راج رکھتا ہوا بھی اُس کے موہ میں نہیں۔ اور نہ اس کے بھوگ میں ہی محو ہوتا ہے۔ لیکن وہ شخص جو دنیا کو تیاگ کر۔ جنگل میں فقیرانہ زندگی اختیار کر کے جنگل کے جڑوں اور پھلوں کا بھوجن کرتا ہوا بھی کچھ دنیاوی پدارتھوں کی خواہش رکھے اور ان کی طرف دل لگا وے تو وہ گویا مرتیو (موت) کو ہر وقت اپنے منہ میں بھی لئے پھرتا ہے۔" اس لئے تجھے واجب نہیں کہ اپنے من کو پوری ریتی سے قابو کئے بغیر تیاگ کا خیال باندھے۔ کیونکہ اصل تیاگ اسی میں ہے کہ انسان کا من اسکے وش میں ہو اور اپنی تمام خواہشوں وجذبات پر اس کو اختیار ہو۔ ایسا شخص دنیا میں رہتا ہوا۔ راج کرتا ہوا بھی تارک الدنیا اور سلطنت دل کا بادشاہ ہے۔

واہ! کیا الفاظ ہیں۔ الفاظ ہیں یا موتی ہیں جنکی آب و تاب جنکی چمک دمک کے سامنے عمدہ سے عمدہ اور تیز سے تیز۔ روشن سے روشن آنکھیں نہیں ٹھہر سکتیں۔ نہیں نہیں نہیں! موتی نہیں! موتی تو مٹی ہیں اُن سے نہ تو بھوکے کی بھوکھ رفع ہو سکتی ہے۔ نہ پیاسے کی پیاس بجھ سکتی ہے۔ نہ غمگین کا غم دور ہو سکتا ہے اور نہ اُداس کی اداسی کم ہو سکتی ہے۔ قیمتی موتی رکھتے ہوئے بھی انسان دکھ درد اور کلیش سے رہائی نہیں پاتا۔ محمود غزنوی کے پاس کیا موتی کم تھے؟ زار روس کے پاس کیا موتی کم ہیں؟ لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے؟ کہ موتیوں کے باعث محمود کو سُکھ ملا یا زار ان موتیوں کے سبب سے سکھی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ اگر تمام دنیا کی دولت۔ الماس۔ ہیرے جواہرات اور موتی اکٹھے کر لئے جاویں تو بھی ان کی قیمت ان الفاظ اور ان خیالات کی قیمت سے کہیں کمتر رہے۔ یہ وہ آبحیات ہے جسکی تلاش میں موتیوں والا سکندر اعظم مر گیا۔ یہ وہ سنجیونی بوٹی ہے جس کی تلاش میں دنیا کے عالی مرتبت سے عالی مرتبت شہنشاہ ٹھوکریں کھاتے ہوئے مر گئے۔ یہ وہ امرت ہے جس کو پان کر کے انسان مرنے جینے کے دکھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ اور جس کو حاصل کر کے موتی مٹی دیکھ پڑتے ہیں یہ وہ نسخہ ہے جس سے دُکھی کا دُکھ۔ بیمار کی بیماری۔ بے چین کی بے چینی۔ اور دیا کل اشانت آتما کی ویاکلتا اور اشانتی اس طرح بھاگ جاتی ہیں جیسے انسان کی بو پا کر جنگلی ہرن۔

یہی وہ فلاسفی ہے جو منش کے لئے اس دکھ ساگر سنسار کو

شانتی سرور اور سکھ کا دھام بنا دیتی ہے۔ جو اس کو تمام بندھنوں سے
چھڑا کر کیول ایک پربھو کے کنول چرن پد کو پراپت کراتی ہے۔ جہاں
پہنچکر جیو آتما آنند ہی آنند میں وسرام کرتا ہے۔

ناظرین! کیا آپ سمجھے؟ یہ وہ تعلیم ہے جو ہم کو بتاتی ہے کہ ڈیوٹی
(فرض) ڈیوٹی کی خاطر بجالانی چاہئے۔ یہ وہ شیشہ ہے جو ہم کو
دھرم کا سچا سروپ دکھاتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ دھرم کرنے کے
واسطے اور کوئی غرض ہونی چاہئے۔ سوائے اس کے کہ وہ دھرم ہے
یا ایشر آگیا ہے یا اس پرم مقنن کا قانون ہے جس کے قانون میں با
وجود سرشکتیمان (قادر مطلق) ہونیکے پھر تمام آتماؤں کو پورن آزادی حاصل ہے۔

اے آریہ سنتان! کیا آپ اس گہری صداقت کو انوبھو کر سکتے ہیں؟
کیا غلامی کی مضبوط زنجیروں نے۔ کیا پیٹ کے فکر نے۔ کیا عزت کے
جھوٹے خیال نے۔ کیا بے محل وبراگ اور جھوٹے تیاگ کی دھوکا دینے
والی فلاسفی نے۔ کیا روزی کے فکر میں مستغرق صرف روٹی۔
پیسوں اور روپیوں کو ہی خداوند بتانے والی تعلیم نے۔ کیا چند
آنے یا چند روپے ماہوار کے عوض حاصل کی ہوئی ودیا نے۔ کیا
متعصبانہ دشا اس نے آپ کے دل ودماغ کو اس قابل چھوڑا ہے کہ
آپ اس پرم ست (اعلےٰ صداقت) کو ساری دنیا کی فلاسفی کے جوہر
کو اس اصل تتو (اصول) کو سمجھ کر اپنے جیون کا تعویذ بنا سکیں۔ کاش
کرشن مہاراج پھر جنم لیویں اور اپنی میٹھی۔ سریلی بنسری سے اس
آنند مئے راگ کو پھر الاپیں۔ اور اہل آریہ ورت کو مبتلا دین کردہ

دھرم کے معراج سے گر کر کہاں سے کہاں پہنچے۔ کاش کہ بوڑھی بھارت جننی دس پوت اس قسم کے اُتپن کرے جو دھرم کے اس معراج کے سامنے رکھ کر دھرم کی سیڑھی پر چڑھنے کی کوشش کریں اور سیڑھی پر چڑھنے کی دھن میں نہ میری کی پرواہ کریں۔ نہ غریبی کی۔ اُن کا وشواس ایسا درڑھ (مضبوط) ہو۔ ان کا اعتقاد ایسا زبردست ہو۔ اُن کا سینہ ایسا مضبوط ہو۔ ان کا دماغ ایسا کشادہ ہو کہ جس چیز کو اپنا دھرم سمجھ لیں پھر اُس کے پرائن ہو رہیں نہ سکھ دکھ کی پرواہ کریں۔ نہ آرام و تکلیف کی۔ نہ رنج و راحت کا خیال کریں اور نہ کامیابی اور ناکامیابی کا۔

کیا سچ مچ اسی قسم کے منشیوں کا ابھاؤ نہیں ہے۔ جس کے کارن سارا دیش دُکھی ہے اور نت نئی مصیبتوں اور کلیشوں کا سامنا ہے۔ سارے دیش بھگتی۔ قومی ہمدردی۔ دھرم پرچار کا شور برپا ہے۔ تاہم سارے ملک میں ایک آدمی بھی ایسا دکھائی نہیں پڑتا جس نے دیش بھگتی کو قومی ہمدردی کا دھرم پرچار کو اپنا دھرم بنایا ہو۔ ورنہ کیا ممکن تھا کہ باوجود اس قدر شور و غل کے دھرم کی حالت اس دیش میں ایک انچ بھی اوپر کو نہ چڑھتی۔ اور اس دیش کا کوئی دکھ بھی دور ان نہ ہوتا۔

یہ سچ ہے کہ دھرم کا چرچا تو بہت کچھ ہے۔ بحث مباحثہ بھی بکثرت ہے لکچر اور اپدیش بھی بے انت ہوتے ہیں۔ چندے بھی دیئے جاتے ہیں

لے دنیاوی زندگی اور موت سے مراد ہے

مگر کمی ہے تو یہ ہے کہ دھرم پر اپن جیون نہیں ہیں۔ اور دھرم بغیر دھرم پر اپن ہونے کے نزدیک نہیں پھٹکتا۔ دھرم تو کبھی اُن لوگوں کے نزدیک بھی نہیں جاتا جو دھرم کو اپنا جیون نہیں بنانے۔ دھرم ایسا حاسد ہے کہ وہ کسی دوسرے کی رقابت کو گوارا نہیں کر سکتا۔ وہ تو اپنے بھگت کو اپنا ہی متوالا بنانا چاہتا ہے۔ اس کو نہ کھانے سے روکتا ہے نہ پینے سے نہ بھوگنے سے۔ نہ دولت کمانے سے نہ سنتان پیدا کرنے سے۔ نہ استری رکھنے سے۔ صرف یہ چاہتا ہے کہ جو کچھ کرو میرے لئے کرو۔ میرے نام پر کرو۔ میری خاطر کرو میری پراپن کرو۔ وہ اپنے معتقد سے یہ نہیں چاہتا کہ وہ کسی سے محبت نہ کرے۔ وہ دیش کی سیوا کرے وہ قوم کی خدمت نہ کرے ... . وہ لوگوں کی مدد نہ کرے وہ تو کہتا ہے جتنی محبت چاہے کرو۔ مگر جس چیز سے محبت کرو اس لئے محبت کرو کہ تمہاری وہ محبت میرے نام پر ہو۔ میرے لئے ہو۔ میری خاطر ہو اور میرے ارپن ہو۔

دھرم اپنی سلطنت میں کسی کو شریک نہیں کرتا نہ اپنے راج میں کسی دوسرے کو اپنے برابر کا رتبہ دیتا ہے۔ غرض یہ کہ قادر مطلق ہونا چاہتا ہے۔ کسی کا شریک کسی طرح سے اسکو گوارا نہیں اور نہ اسکو یہ گوارا ہے کہ اس کے بھگت کو اُس کے حکم کی تعمیل میں ذرا سا بھی تامل ہو۔ پس دھارمک وہی ہو سکتا ہے جو دھرم کی آ گیا پالنے میں نہ سر کی پرواہ کرے نہ پیر کی۔ نہ جان کی پرواہ کرے اور نہ مال کی جو

بقول سری کرشن کے اگر کھاتا ہے تو اسلئے کہ اُس کا حکم ہے۔ پیتی
تو اس لیئے کہ اسکی آگیا ہے۔ دان دیتا ہے تو اس لیئے کہ اسکی مرضی
ہے یگ کرتا ہے تو اسی لئے کہ اسی میں اسکی خوشنودی ہے۔ ایسا شخص
ہی دھرم پرائن ہو سکتا ہے اور ایسا شخص ہی دوسرونکو دھرم پرائن ہونے
کی تعلیم دے سکتا ہے۔ افسوس کہ اس دیش میں اب نہ دھرم ہے اور نہ کوئی
دھرم پرائن منش اور اسی واسطے یہ بدقسمت دیش اور اسکے باشندے طرح طرح کے
عذابوں میں مبتلا ہیں ہر ایک شخص اپنی خواہش کے مطابق من مانا نرالا
دھرم کا قایم کرتا ہے اور اس اپنی بنائی تصویر کی پوجا سے نجات حاصل کرنے
کی اچھا کرتا ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ اوروں کو بھی اسی تصویر کی طرف کھینچتا
ہے اور یہی پکارتا ہے کہ "ہر کہ شک آرد کافر گردد" یعنے جو شک کرے
وہ کافر۔ لیکن اگر زمانہ سلف (پراچین زمانہ) کے دھرم پرائن
لوگوں کی گواہی دیکھیں تو دھرم ویدوں سے ملتا ہے۔ وید اس
زمانہ میں مفقود ہیں۔ کیونکہ اُن کے معانی کا دروازہ بند ہے اِس
بارگاہ عالی میں کم مایہ۔ کم ظرف۔ کم طاعت۔ کم علم لوگوں کو دخل نہیں
ہم لوگ تو اس حجرہ عالی کی کنڈی بھی نہیں کھول سکتے۔ اس میں
داخل ہو کر لب کشائی کرنا تو درکنار۔

سوال تو کیا پھر ہماری بیماری لاعلاج ہے اور اس مرض کی
کوئی دوا ہی نہیں؟

جواب سوائے اس کے اور کوئی علاج نہیں کہ ہم اُن کی شفاعت
ڈھونڈیں جو دھرم کے انگ کھاتے ہیں اور جن کو دھرم کا قرب

ہے۔

سوال۔ وہ کیا ہیں؟

جواب۔ (دیکھو بھگوت گیتا ادھیائے ۱۶ کا شلوک ۱ و ۲ و ۳۔)

(۱) ابھئے (سوائے پرمیشر کے کسی سے نہ ڈرنا)

(۲) مَن کی شُدھی (دل کی پاکیزگی)

(۳) بدھی یوگ میں استھرتا (گیان۔ دانائی یا فراست)

(۴) دان (خیرات)

(۵) دم (یعنی اپنی اندریوں کو اپنے قابو میں کرنا۔ یعنی نفس کو مارنا)

(۶) یگ (مذہبی کرم)

(۷) سوادھیائے (شاستروں کا پٹھن پاٹھن یعنی مطالعہ)

(۸) تپ (ریاضت)

(۹) آہنسا (دھرم کے برخلاف کسی کو ایذا نہ پہنچانا)

(۱۰) صداقت (سچائی)

(۱۱) غصہ کا ترک۔

(۱۲) تیاگ۔

(۱۳) شانتی۔

(۱۴) دلیری۔

(۱۵) استقلال۔

(۱۶) کشما۔ یعنی عفو قصور کی عادت وغیرہ وغیرہ

ہمارا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اس دربار میں جانے کے لئے

ان ملازمان و درباریان دھرم سے مدد کے ملتجی ہوں اور مناس
سے ان کی شفاعت و عنایت ڈھونڈیں۔

دھرم کی خاطر دھرم کرنا ہر ایک جیو آتما کا معراج ہے اس
کو حاصل کرنے کے لئے بہت سی منزلوں کا طے کرنا ضروری ہے
منزلوں میں سے کسی خاص منزل کو اپنی زندگی کا ادیش بنانا
ہر ایک شخص کا فرض اولین ہے۔ جس شخص نے اس فرض کو سمجھ
مانو کہ وہ گویا سیدھے راستے پر پڑ گیا۔ پھر اس کو واجب ہے کہ ا
نیچر کا سارا زور اس منزل کو طے کرنے میں خرچ کرے۔ اور کسی د
خیال کو اپنے راستے میں مزاحم نہ ہونے دے۔

برّاعظم یورپ کا ایک پولیٹیکل مہاپرش لکھتا ہے کہ ناکامیاب
مایوسیوں اور دیگر ہر قسم مصیبتوں نے ایک دفعہ مجھے ایسا گھبرا دیا
میرے دل میں یہ شبہ پیدا ہو گیا کہ مبادا میں غلطی پر ہوں او
محض خود بینی و خود رائی سے وہی کام شروع کیا ہو جسکی انجام
میں سینکڑوں بندگان خدا کے خون کا موجب بنا۔ چنانچ
خیال نے مجھے ایسا گھیرا کہ میں دیوانوں کی سی حرکتیں کرنے لگا
تلخ ہو گئی۔ کئی دفعہ خودکشی کا ارادہ کیا۔ راتیں بے خوابی و بے چینی
گزرنے لگیں۔ حتےٰ کہ ایک روز صبح کو سورج کی روشنی کے ساتھ ہی
کی شعاع بھی نمودار ہوئی۔ سوچتے سوچتے میں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں
جو کام شروع کیا ہے وہ خود بینی و خود رائی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ
یہ حالت جو میں نے اپنے اوپر طاری کی ہے یہ میری خود بینی کا نتیجہ